فروری 2003ء

ماہنامہ پھول

ہر عمر کے بچوں کیلئے

لاہور

40 سے زائد ممالک میں سب سے زیادہ پڑھا جانے والا اردو میگزین

ساتھ میں خانہ خدا کا خصوصی پوسٹر

محبت کا مرکز، عقیدت کی جا ہے
تمنا کا محور، دلوں کی شفا ہے

اشاعت کا 150 واں مہینہ

دبئی
دوحہ
یمن
نیپال
حرمین
مصر
الجزائر
صومالیہ
فلپائن
ملائیشیا
قازقستان
بحرین
تیونس
ایتھوپیا
آئرلینڈ
جاپان
امریکہ
ویسٹ انڈیز
لبنان
ترکی
جنوبی افریقہ
اٹلی
بنگلہ دیش
عراق
ایران
ترکمانستان
نائیجیریا
یوگنڈا
اردن
کینیا
تھائی لینڈ
ویتنام
افغانستان
آسٹریلیا
برونائی
انڈونیشیا
شام
مالدیپ
سری لنکا
مراکش

نوائے وقت

ہر طرف پھول ہی کا تذکرہ تھا
دو دن ملتان میں

قیمت 15 روپے

EVERNEWCONCEPTS

ہر عمر کے بچوں کیلئے

ماہنامہ پھول لاہور

پھول کی ادا سب سے جدا

فروری 2003ء

چیف ایڈیٹر... مجید نظامی

ایڈیٹر... اختر عباس

سب ایڈیٹر.. منظر وحید

ڈیزائنر.. عامر شکیل عامر

السٹریٹر.. آیت اللہ

لے آوٹ.. شعیب قادر

http//www.phool.com.pk
akhtarabbas_phool@hotmail.com

میرا نام ....
.... ہے
اور یہ میرا پیارا پھول ہے
اسے پڑھنے سے پہلے مجھے ہمیشہ خیال رہتا ہے کہ
نماز کی ادائیگی میں دیر نہ ہو رہی ہو
آج کا ہوم ورک مکمل ہو گیا ہو
امی نے جو کام کہے تھے وہ کر لیے ہوں

ماہنامہ پھول 4 شاہراہ فاطمہ جناح لاہور
فون 4-6367551 فیکس 6367616

مجید نظامی پرنٹر پبلشر نے ندائے ملت پریس سے
چھپوا کر دفتر روزنامہ نوائے وقت لاہور سے شائع کیا۔

اگر آپ ماہنامہ پھول بذریعہ ڈاک ہر ماہ گھر بیٹھے حاصل کرنا چاہیں
سالانہ خریداری بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک

پاکستان میں	400 روپے
براعظم یورپ ایشیاء	1200 روپے
براعظم امریکہ آسٹریلیا	1400 روپے

سرورق : سرمد نصیب

پھول رنگ

"Stories"

لاحاصل سے حاصل	نوشین ناز	8
بلاوا	سائرہ نذیر	12
خوبانیاں پک گئیں	ساجد محمود ساجد	14
میں خولہ ہوں	شہباز بخاری	16
پلا	سعدیہ خان	18
آپ کون ہیں	عرومہ یونس	23
پچھتاوا	ثناء ناز	28
قائد کہانی	افتخار کھوکھر	31
ننھے میاں	پروفیسر محمد ظریف خان	33
زندہ کہانی	پروفیسر خالد پرویز	72
بے خبری	بیڈ ٹائم سٹوری	74

"Exclusive"

طلع البدر علینا	فائمہ عروج	25
باتیں کچھ کتابوں سے		27
Back to Quaid	منظر وحید	30
پڑھ تو سہی	محمد زمان	35
ذکر ایک دانا بینا	آسیہ کنول	47
یہی زندگی ہے	فائز سیال	56
آپ منہ پھٹ غصیلے منہ زور ہیں	سیدہ حسین فاطمہ	66

"Columns"

کرنیں	ثوبیہ خانم	6
اداریہ	ایڈیٹر بھیا	7
ہیپی برتھ ڈے	نوید جان	20
آپ بیتیاں		37
مسکرایئے		38
مسکراتی لکیریں	کارٹونسٹ عمران سہیل بوبی	45
یہ ہے سائنس کی دنیا	الطاف حسین ملک	46
واہ کیا بات ہے	سید عمران رضا	50
ٹیلی فونک کالم	براہ راست ڈائلنگ	52
ہم بھی شعر کہتے ہیں	نوید جان	54
پھول بڑا مقبول	کھٹے میٹھے خطوط	60
سپورٹس آن	فرحان جاوید	69
الحدیث	نسیم اختر شیخ	78

Eagle's Education House School

16-C, Gulshan-e-Ravi, Lahore. Tel # 042-7460688

ایگلز ایجوکیشن ہاؤس سکول

داخلے یکم فروری سے جاری ہیں

کمپیوٹر لیب، قرآن پاک ناظرہ، فزیکل ایجوکیشن

سائنس پریکٹیکلز، جونیئرز اور اپر کلاسز

ہر بچے پر انفرادی توجہ۔ تجربہ کار اور کوالیفائیڈ اساتذہ

16-C گلشن راوی، لاہور فون۔ 042-7460688

Aamer

Scanned with CamScanner

آیئے ایک نیکی آپ کی منتظر ہے

ایسا کم ہوتا ہے

کہ انسان دوسرے کیلئے اچھا سوچ اور کر نہ سکے ان کے دکھوں پہ کڑھے اور حل کرنے کو قدم نہ اٹھا سکے کتنے ہی گھروں میں رات کو سکھ اور چین کی نیند داخل نہیں ہو پاتی کتنی ہی مائیں جاگتی آنکھوں سے اپنے گمشدہ اور گھروں سے بھاگے بچوں کی راہ دیکھتے تہہ خاک جا سوئیں۔

وہی گمشدہ اور گھروں سے بھاگے بچے آپ کی توجہ اور محبت کے فوری محتاج و مستحق ہیں ان کی کونسلنگ کی یہی نیکی آپ کے نام لکھی جانے والی ہے

ہر ماہ کسی ایک دن کے صرف چند گھنٹے پھول کے ساتھ نگہبان سنٹر میں انہی معصوم نادان اور کم فہم بچوں کے ساتھ جو ذرا ذرا سی بات پر ناراض و مایوس ہو کر گھروں سے بھاگ اٹھتے ہیں۔اندھے' خوفناک حالات کے ہاتھوں کھلونے بننے بے رحم و نامہربان انسانوں کے ہجوم میں رل جانے کی اذیت سہنے۔انہی سے ملنے......انہی کی کونسلنگ کرنے کہ وہ دوبارہ یہ دکھ نہ جھیلیں۔اپنے پیاروں کو پھر اس کرب میں مبتلا نہ کریں۔ہاں آپ یہ کر سکتے ہیں اور انشاء اللہ آپ ہی نے یہ کرنا ہے کہ یہ نیکی آپ کے نام لکھی جانے والی ہے آپ باپ ہو' ماں ہو' بہن ہو یا بھائی ہو' بیٹے ہو' بیٹی ہو' کوئی بھی رشتہ......جو آپ کو دوسروں کی خیر چاہنے ان کا مستقبل بچانے اور اپنے رب کی رضا پانے کے سفر میں زاد راہ بنتا ہو......اور بطور خاص وہ پھول ساتھی جو سکولوں سے ہوتے ہوئے اب کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ہیں اور ہمیشہ کچھ اچھا کرنے کا سوچتے ہیں اور آغاز نہیں کر پاتے۔لیجیئے ایک بہت اچھا آغاز آپ کا منتظر ہے۔آپ کی ایک فون کال......ایک خط......خیر و سلامتی کی اس کوشش کا دست و بازو بنا دے گی جو کتنی ہی ماؤں کی اجڑی اور منتظر آنکھوں کی نیند' خواب اور سکون واپس لوٹانے کیلئے پھول نے شروع کر رکھی ہے آیئے کچھ اچھا کرنے کا موقع آپ کے در دل پہ دستک دینے آ پہنچا ہے۔

پھول کونسلنگ سروس۔ایڈیٹر بھیا' ماہنامہ پھول (ہر روز 2 سے 5 بجے شام) 0426301427

فون۔03009468746 دفتر روزنامہ نوائے وقت 4۔شاہراہ فاطمہ ۳۳ جناح لاہور

صرف ایک سوال۔آپ سب سے

ذرا سوچ کے ان پانچ ایجادات کے نام لکھیئے جن کے بغیر آپ رہ نہیں سکتے۔

اپنا جواب ایک سادہ کاغذ پر اپنے نام عمر اور پتے کے ساتھ اس طرح بھجوایئے کہ ہمیں 10 فروری تک مل جائے۔

اور ہاں ابو امی یا بہن بھائیوں کے جوابات بھی الگ الگ صفحات پر لے سکتے ہیں۔بس اپنی طرف سے مت لکھیئے۔ان سے پوچھ کے۔انکی رائے......بہترین جواب پر قرعہ اندازی میں انعام بھی ملے گا......اور کچھ خوش نصیبوں کو ایک سال کیلئے پھول کے شماروں کی مفت ترسیل بھی۔

کرنیں

(انتخاب: ثوبیہ خانم بہاولپور)

تین پسندیدہ چیزیں

ایک دفعہ حضورؐ صحابہ کرامؓ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ آپؐ نے فرمایا مجھے تین چیزیں پسند ہیں۔ صحابہ کرامؓ یہ جاننے کے لئے زیادہ متوجہ ہو گئے کہ ہمارے محبوب کو کونسی چیزیں پسند ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ خوشبو (عطر) مجھے بہت پسند ہے۔ نیک رفیقہ حیات مجھے پسند ہے اور نماز مجھے بے حد پسند ہے۔

اس محفل میں حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ بھی موجود تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا آنحضورؐ اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنی تین پسندیدہ چیزیں بتاؤں؟۔ آپؐ کی اجازت پر آپؓ نے فرمایا یارسول اللہؐ پہلی یہ کہ آپ کو دیکھتے رہنا مجھے بڑا پسند ہے۔ دوسری آپؐ کے حکم پر سب کچھ قربان کرنا بڑا پسند ہے۔ تیسری یہ کہ میری لخت جگر کا آپؐ کی رفیقہ حیات بننا بے حد پسند ہے۔

حضرت عمرؓ نے اجازت لے کر فرمایا یارسول اللہؐ مجھے بھی تین چیزیں بڑی پسند ہیں۔ پہلی یہ کہ نیکیوں کو پھیلاؤں۔ دوسری یہ کہ برائیوں کو مٹاؤں' تیسری یہ کہ پھٹا پرانا لباس پہننا مجھے بڑا پسند ہے۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا یارسول اللہؐ تین چیزیں مجھے بھی بے حد پسند ہیں۔ پہلی یہ کہ بھوکوں کو کھانا کھلاؤں' دوسری یہ کہ غریب اور ناداروں کو لباس پہناؤں' تیسری یہ کہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہنا مجھے بڑا پسند ہے۔

حضرت علیؓ نے جو اس محفل میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے فرمایا اے اللہ کے رسولؐ مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں۔ پہلی یہ کہ مہمان کی خدمت کرنا مجھے بڑا پسند ہے' دوسری راہ حق میں تلوار چلانا' تیسری یہ کہ شدید گرمی میں روزے رکھنا مجھے بڑا پسند ہے۔

اس محفل میں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت جرائیل تشریف لائے اور حضورؐ سے آ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے کہ جا کر تین چیزیں اپنی پسند کی بتاؤ اور تین چیزیں میری (اللہ کی) پسند کی بتاؤ۔

حضرت جرائیل نے فرمایا تین چیزیں مجھے بڑی پسند ہیں۔ پہلی یہ کہ جنہیں راستہ بھول جائے انہیں صحیح راستہ بتانا' دوسری یہ کہ جن کے عیال اور بچے زیادہ ہوں اور آمدنی کم ہو ان کی چوری چھپے امداد کرنا اور تیسری یہ کہ ان غریبوں سے دوستی کرنا بڑا پسند ہے جو غریب اور سفید پوش تو ہوں مگر بے ضمیر نہ ہوں۔

اس کے بعد اللہ کی تین پسندیدہ چیزیں حضرت جرائیل نے بیان کیں۔ پہلی یہ کہ وہ نوجوان بڑا پسند ہے جو اپنی جوانی میرے راستے میں خرچ کرتا ہے' دوسری یہ کہ تنگدستی میں صبر کرنے والا مجھے بڑا پسند ہے اور تیسرا وہ شخص جو گناہوں سے شرمندہ ہو کر آنسو بہائے۔

☆☆☆☆☆

خدا ہم کو ایسی خدائی نہ دے

انتخاب: کوکب سلیم چوہان......راولپنڈی

خدا ہم کو ایسی خدائی نہ دے
کہ اپنے سوا کچھ دکھائی نہ دے
ہنسو آج اتنا کہ اس شور میں
صدا سسکیوں کی سنائی نہ دے
خطاوار سمجھے گی دنیا تجھے!
اب اتنی زیادہ صفائی نہ دے
مجھے اپنی چادر میں یوں ڈھانپ لے
زمین آسماں کچھ دکھائی نہ دے
خدا ایسے احساس کا نام ہے
رہے سامنے اور دکھائی نہ دے

☆☆☆☆☆

"فراست و حکمت"

حضرت عمرؓ نے اہل روم کی طرف ایک لشکر روانہ کیا جس کے امیر حضرت عبداللہ بن خدافہؓ تھے۔ دشمن نے انہیں اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا۔ جب یہ مقدس قیدی بادشاہ روم کے پاس لے جائے گئے تو اُس نے حضرت عبداللہؓ کو پیشکش کی کہ اگر تم عیسائی بن جاؤ تو میں تمہیں اپنی سلطنت میں شریک کر لوں گا۔ وہ سمجھتا تھا کہ مال و دولت کا لالچ اس صحرا نشین کو ڈگمگا دے گا۔ لیکن اسے کیا معلوم تھا کہ سامنے محمدؐ کا جانثار ہے' جس کے فقر و فاقہ پر ایک نہیں ہزاروں سلطنتیں قربان ہوتی ہیں۔ آپؓ نے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ اس کا صلہ حضرت عبداللہؓ کو وہی ملنا تھا جو دنیا راہ حق میں ثابت قدم رہنے والوں کو دیا کرتی ہے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں سولی پر چڑھا کر تیر مارے جائیں یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو جائیں۔ سپاہیوں نے انہیں سولی پر چڑھا دیا۔ کمانوں سے چلے تیر ان کا جسم چھلنی کرنے کو تیار تھے۔ موت سامنے رقص کر رہی تھی مگر بادشاہ حیران ہو گیا کہ اس بندہ خدا کے چہرے پر حیرانی و گھبراہٹ کا دور دور تک پتا نہیں۔ موت سے آنکھیں ملانے والے ایسے لوگ' بادشاہ نے کہاں دیکھے تھے۔ اُس نے سوچا کہ انہیں قتل کرنے کا کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہئے کہ جس سے یہ نڈر انسان گھبرا اُٹھے۔ چنانچہ انہیں سولی سے اُتار کر لانے کا حکم دیا اور کہا ایک دیگ میں پانی ڈال کر اسے جوش دیا جائے جب دیگ کھولنے لگی تو عبداللہؓ کا ایک مقدس ساتھی دیگ میں ڈال دیا گیا۔ حضرت عبداللہؓ نے دیکھا کہ دیگ میں گرتے ہی اُن کی ہڈیوں سے گوشت اُتر گیا اور ہڈیاں چمکنے لگیں۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر تم عیسائی مذہب اختیار نہ کرو گے تو تمہارا انجام بھی یہی ہو گا لیکن یہ ہولناک منظر بھی حضرت عبداللہؓ کے پائے استقامت میں لغزش نہ پیدا کر سکا۔ ان کے پاس ایک ہی جواب تھا۔ "اس کھولتی ہوئی دیگ میں جھلس کر مرنا مجھے گوارا ہے مگر اسلام کو چھوڑنا گوارا نہیں" چنانچہ سپاہی انہیں بھی دیگ میں ڈالنے کے لئے لے گئے اب ایک عجیب منظر سامنے تھا۔ وہی عبداللہؓ جو تختہ دار پر بھی مسکراتے تھے۔ دیگ کے پاس پہنچ کر اُن کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔ بادشاہ نے اسے اپنی فتح سمجھا اور انہیں واپس بلا کر رونے کا سبب پوچھا۔ آپؓ نے جواب دیا۔ "رونے کی وجہ یہ ہے کاش میری سو جانیں ہوتیں اور ہر جان کے ساتھ اللہ کے راستے میں یہی معاملہ کیا جاتا"۔

بادشاہ یہ سن کر حیران رہ گیا۔ انتہائی اذیت ناک موت کے منہ میں جانے والے شخص سے ایسی توقع نہ تھی۔ بالآخر اُس نے یہ سوچا کہ ایسے شخص کی سزا اُسے مارنا نہیں زندہ رکھنا ہے۔ اس لئے اُن سے مخاطب ہو کر کہا "اچھا تم میرے سر کو بوسہ دو میں تمہیں چھوڑ دوں گا"۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا۔ "اگر اس کے عوض مجھے نہیں میرے تمام ساتھیوں کو چھوڑ دو تو مجھے منظور ہے"۔

بادشاہ نے کہا "ٹھیک ہے میں تمہارے تمام ساتھیوں کو رہا کر دوں گا"۔

حضرت عبداللہؓ بن خدافہؓ آگے بڑھے۔ اس کے سر کو بوسہ دیا اور تمام ساتھیوں کو صحیح سلامت واپس لے آئے۔ جب یہ مقدس قافلہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا اور حضرت عمرؓ نے پورا واقعہ سنا تو اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور حضرت عبداللہؓ کے سر کو بوسہ دیا کہ انہوں نے کیسے جوش ایمانی اور کیسے فراست و حکمت سے اپنے لشکر کی قیادت فرمائی اور کیسے معجزانہ طور پر انہیں واپس لے آئے۔

☆☆☆☆☆

"دنیا سے دل نہ لگانا اور آخرت کی فکر میں رہنا"

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ کا گزر ایک کان کٹے مرے ہوئے بکری کے بچے پر سے ہوا۔ آپؐ نے فرمایا "تم میں سے کون پسند کرتا ہے کہ یہ (مردہ بچہ) اس کو ایک درہم کے بدلے میں مل جائے"۔

"لوگوں نے عرض کیا کہ (درہم تو بڑی چیز ہے) ہم تو اس کو پسند نہیں کرتے کہ وہ کسی ادنیٰ سی چیز کے بدلے میں بھی ملے"۔ آپؐ نے فرمایا "قسم اللہ کی دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے جس قدر یہ تمہارے نزدیک"۔

(مسلم حیٰوۃ المسلمین)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ ایک دن چٹائی پر سوئے۔ پھر اُٹھے تو آپؐ کے بدن مبارک پر چٹائی کے نشان پڑ گئے۔ ابن مسعودؓ نے عرض کیا۔ "یارسول اللہؐ! آپ ہم کو اجازت دیں کہ ہم آپؐ کے لئے بستر بچھا دیں"۔

آپؐ نے فرمایا "مجھ کو دنیا سے کیا واسطہ۔ میری اور دنیا کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی سوار چلتے چلتے کسی درخت کے نیچے سایہ لینے کو ٹھہر جائے۔ پھر اس کو چھوڑ کر آگے چل دے"۔

(ترمذی: ابن ماجہ)

☆☆☆☆☆

"صحت اور خوشبو"

مسند بزار میں آنحضرتؐ سے ثابت ہے آپؐ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ طیب ہے' طیب کو محبوب رکھتا ہے۔ پاک ہے اور پاک کو پسند کرتا ہے۔ کریم ہے کرم کو پسند ہے۔ سخی ہے سخاوت کو پسند فرماتا ہے' اس لئے اپنے مکان اور اپنے دل کو صاف شفاف رکھو"۔ (زادالمعاد)

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس کی آنکھیں یوں لال انگارہ بنی تھیں کہ کوئی چاہتا تو سگریٹ سلگا لیتا، مگر وہ تو خود سلگ رہا تھا۔ اچانک اس نے کرسی چھوڑ دی وہ پاگلوں کی طرح دونوں ہتھیلیوں کو اس فرش پہ مل رہا تھا۔ جہاں سے اس نے فٹ میٹ پرے کیا تھا۔ نیچے کتنی ہی مٹی پڑی تھی جو میٹ سے چھن چھن کر نیچے گری تھی۔ ڈاکٹر ارشد کے لپک کر وہاں تک پہنچنے سے پہلے وہ مٹی بھرے ہاتھ اپنی آنکھوں پہ مل چکا تھا۔ جانے مٹی میں مرچوں کی سی تاثیر تھی یا یہ کسی تلخ سوچ کا اثر تھا۔ اس کی سسکیاں یوں مسلسل چیخوں میں ڈھل رہی تھیں کہ جیسے بہت درد ہو رہا ہو لمحے کو تو میں اسے ڈرامہ ہی سمجھا تھا۔

کچھ دیر قبل ارشد صاحب سے فون پر میری بات ہوئی تو ہم دونوں اتنے دنوں کے بعد ہونے والی ملاقات کے تصور سے ہی خوش تھے۔ طے ہوا کہ ان کو کلینک سے لیکر ایم ایم عالم روڈ پر کھلنے والے ایک نئے ریسٹورنٹ جایا جائے۔ ''بس ایک آخری کلائنٹ ہے۔ آپ سیدھے اندر میرے کمرے میں ہی آجایئے گا۔ بارہ چودہ سال کے بچے کا کیس ہے، مسئلہ تو ابھی پتا نہیں کیا ہے۔ اس کی والدہ اور بہن نے اس کے نفسیاتی علاج کیلئے وقت لیا ہے۔ گھر میں روتا اور اپنی آنکھوں اور ہاتھوں کو ملتا رہتا ہے اب جو میں کمرے میں داخل ہوا تو ماحول اس بچے کی چیخوں سے کسی تندور کی طرح گرم تھا۔ کسی معاملے کا پورا علم نہ ہو تو انسان کو خاموشی سے اس کو دیکھنا اور جاننا چاہیے۔ ظاہری صورت دیکھتے ہی رائے قائم کرنے اور مشورہ دینے والے اکثر مسئلہ ہی بگاڑ دیتے ہیں۔

ارشد صاحب نے بچے کو اٹھا کر کرسی پر بٹھایا۔ آنسو پونچھنے کے لئے ٹشو پیپر دیا۔ وہ سسکتے ہوئے بولا،، آپ پلیز میری مما کو مت بتایئے۔ میں شرم سے مر جاؤں گا۔ میری بہن کو خبر ہوئی تو میں زندہ کیسے رہوں گا۔ یہ دکھ تو مجھ سے سہا نہیں جا رہا۔ وہ کیسے جھیل پائیں گی۔ انکل آپ کو پتا ہے پپا نے مجھے اسی سال پی سی لے کر دیا ہے۔ وہ بنک میں ہیں ان دنوں ان کی پوسٹنگ ساہیوال میں ہے وہ بس ویک اینڈ پہ آتے ہیں۔ انہوں نے مجھے انٹرنیٹ کا کنکشن بھی لے کے دیا۔ پہلے کئی ماہ تو میں کمپیوٹر سے کھیلتا ہی رہا پھر آہستہ آہستہ اس کو جاننے لگا۔ یہ کسی بڑے سے گھر کی طرح ہوتا ہے، جس میں بہت سے کمرے اور غلام گردشیں ہوں۔ دائیں رہائشی کمرے اور بائیں سٹور ہوں، الماریاں، کھڑکیاں، غرض چھپی ہوئی، پوشیدہ اور سامنے نظر آنے والی ایک دنیا آباد ہو۔ پپا نے مجھے جو کنکشن لے کر دیا وہ بہت Safe تھا۔ انہوں نے کتنے دوستوں سے مشورہ کر کے SOL کا کنکشن لیا تھا۔ آہستہ آہستہ جب میرے ہاتھ اور ذہن چلنے لگے میں دوستوں کی باتیں سنتا، ان کی آنکھوں کی حیرانیاں اور بے تابیاں نوٹ کرتا تو اپنے لئے بھی ان راستوں اور موقعوں کا سوچتا۔ پھر یوں ہوا کہ مما سے کہہ سن کر کہ یہ کنکشن بہت آہستہ ہے۔ ڈاؤن لوڈ کرنے میں بہت دیر لگا تا ہے۔ کسی اور کمپنی کا لے دیں۔ جس کا Server بڑا ہے۔ جس کی سپیڈ زیادہ ہو۔ بس وہ کنکشن ملنے کی دیر تھی۔ میں کئی راتیں نہیں سو سکا۔ میرے سانس پہلے بے ترتیب ہوئے پھر رکنے لگے میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ زندگی اس طرح کی بھی ہوتی ہے۔ ایسے منظر بھی فلمائے اور دکھائے جا سکتے ہیں۔ ہر ہر دوست نے الگ الگ ایڈریس دیئے تھے۔ وہ سب سیکس سائٹس تھیں۔ ایک ہی رات میں میرے فیوز اڑ گئے۔

وہ کسی ٹرانس میں تھا۔ بول رہا تھا ارشد صاحب نوٹ کئے جا رہے تھے۔ وہ ذرا رکا تو انہوں نے پوچھا...... ''بیٹا پپا نے کمپیوٹر لے کر دیتے ہوئے کچھ نہیں کہا تھا'' ...... نہیں وہ بے خودی سے بولا ہاں سر مشتاق نے، وہ میرے ٹیوٹر ہیں، انہوں نے ایک دن کہا تھا بچے زندگی کے قاعدے، ضابطے قانون اور پابندیاں ہمارے اپنے لئے ہوتی ہیں۔ کسی اور کیلئے نہیں۔ بچپن میں چاند مانگنے سے نہیں ملتا۔ چاہے بعد میں اپالو پہ بیٹھ کر وہیں جا اترو...... سو یاد رکھنا گھر، رشتے اور تعلق محبت سے اور ماننے سے چلتے ہیں۔ ضابطے توڑنے اور چوری چھپے کر گزرنے پہ بظاہر سزا کوئی نہیں ملتی مگر یہ سارا عمل ان پھولوں جیسا ہے جن کو چھو لو تو مرجھا کے ختم ہو جاتے ہیں تم سے وابستہ اعتماد اور اعتبار کبھی ٹوٹا تو سارے گھر میں ٹوٹی کرچیوں کے سوا اور کچھ نہیں ملے گا۔ جب وہ سمجھا رہے تھے میں کچھ اور سوچ رہا تھا صرف سر ہلا ہلا کر ہاں جی ہاں جی کرتا رہا...... اور اسی ہاں جی ہاں جی کے بعد میں نے پہلی بار سیکس سائٹ وزٹ کی۔ ان کے جانے کی دیر تھی کہ میں کمرے میں بند ہو کر بیٹھ گیا۔ نہ امی نے آ کر دیکھا، نہ پوچھا...... اب سوچتا ہوں اگر جو وہ اس لمحے آجاتیں اور اپنے بیٹے کو اس حالت میں دیکھتیں تو کون سی زمین پھٹتی کہ میں اس میں سما جاتا۔

مجھے عبدالجبار یاد آیا وہ ایک روز انٹرنیٹ کارڈ خریدنے گیا تو دکاندار نے کئی کارڈز دیئے۔ وہ انکار کرتا رہا اور صرف اسی کارڈ پر اصرار کرتا رہا جو اسے چاہیے تھا۔ دکاندار نے بالآخر پوچھ لیا کہ کبھی تو یہ کارڈ نہیں مانگتے، اس میں تو بندہ ہر سائٹ پہ جا بھی نہیں سکتا۔ ساری سیکس سائٹس تو بین ہیں پھر کیا فائدہ پیسے خرچ کرنے کا تو عبدالجبار نے صرف ایک بات کہی تھی اس دکاندار سے...... ''بھائی صاحب! وہ سامنے جو ویلڈنگ کی دکان ہے نا۔ میری ماں مجھے اسی ویلڈر کے پاس لے کر گئی تھی۔ پہلے اس نے ویلڈنگ پلانٹ چلوایا پھر جب دودھیا روشنی کا سیلاب پھوٹنے اور پھیلنے لگا تو اس نے صرف یہ کہا تھا میرے بچے! بظاہر یہ روشنی کس قدر اچھی اور دودھیا ہے مگر یاد رکھنا اسے سب کے سامنے دیکھو گے یا چوری چھپے، یہ آنکھوں کے نور کو کھا جاتی ہے۔ درد الگ سے دیتی ہے۔ زخم الگ سے۔ اس کو دیکھنے سے کوئی منع نہیں کرتا۔ منع کرنے بھی نہیں آتا۔ کوئی ممانعت کا بورڈ، بینر، نوٹس کچھ بھی نہیں لگوایا اور لکھوایا جاتا مگر سیانے ایک بار اپنے پیاروں کو ضرور بتاتے ہیں کہ اس پہ آنکھیں مت جمانا میرے بچے، یہ نور کو ڈیک لگا کر پی جاتا ہے۔ اندر باہر سے خالی کر جاتا ہے جو یہ کام کرتے ہیں ان کے پھٹے ہوئے کپڑوں، جلے ہوئے ہاتھوں اور نیم بجھی آنکھوں پر دھیان کرو تو پتا چلے گا۔ کتنا درد بھرا ہے مجبوری کا...... وہ ویلڈنگ ماسک لگا کر۔ کالی سیاہ عینک چڑھا کر کام کرتے ہیں تب اس روشنی کے اثر اور زہر سے بچتے ہیں''۔ بس میں اسی زہر اور اثر سے بچنے کیلئے ویلڈنگ ماسک اور کالی سیاہ عینک کے طور پر سیف سائٹس والا کارڈ ڈھونڈتا اور استعمال کرتا ہوں کہ مجھے اپنی ماں اور اس سے کیا وعدہ نہیں بھولتا۔ عبدالجبار نے دھیرے دھیرے پورے اطمینان سے دکاندار کو بتایا تھا...... مجھے عبدالجبار کی اس عادت کا علم ہوا تو سچی بات ہے میرے دل میں اس کی قدر اور محبت اور بھی بڑھ گئی۔ بچپن میں بے جی کہا کرتی تھیں جو چوزہ اپنی ماں کے کنبے میں رہتا ہے ہمیشہ حفاظت میں رہتا ہے اور جو ماں کی آنکھ بچا کر ادھر ادھر چونچ مارتا ہے، دور نکلتا ہے۔ کسی نہ کسی چیل، کوے کا شکار ہو جاتا ہے۔ زمانہ بدل گیا۔ چیل کوؤں کی شکلیں اور جگہیں بھی بدل گئیں۔

اب وہ انٹرنیٹ میں بیٹھی اپنے شکار کا انتظار کرتی ہیں ادھر کوئی ماؤں کے پروں سے بندھی امید کو توڑتے ہوئے ادھر ادھر منہ مارنے نکلتا ہے۔ صاف ستھری خوراک کے ذخیروں کو چھوڑ کر گندے مندے کیڑے مکوڑوں کو ڈھونڈتا ہے ادھر وہ جھپٹ کر اس کو دبوچ لیتی ہیں۔ یہ نئی چیلیں جان تو نہیں لیتیں۔ ہاں آنکھوں کی حیا، خاندانی مان مریادا، روایات، شائستگی اور رشتوں کی آبرو دل کا اطمینان، جسم کا سکون، دین سے محبت، غرض ہر اچھا جذبہ یوں چاٹ لیتی ہیں کہ بندے کا بظاہر جسم تو سالم رہتا ہے مگر روح سے خالی ہو جاتا ہے۔ کچھ کو محسوس ہو جاتا ہے اور کچھ اس نقصان کا احساس بھی کھو بیٹھتے ہیں۔

وہ بچہ اپنے کچھ کھو دینے کے غم سے نڈھال تھا۔ نقصان کا احساس اسے بے حال کئے ہوئے تھا۔ اس نے پہلے سیکس سائٹس وزٹ کیں۔ پھر قدرت کی دی ہوئی عمر سے پہلے بڑا ہونے کا شوق اور جاننے کا اشتیاق ہوا۔ رشتے بے وقعت ہوئے اسے ہر وجود میں صرف عورت نظر آنے لگی۔ یہی وہ لمحات تھے جب وہ بظاہر بے دھیانی میں مگر سوچ کر اپنی ہی بہن کو یوں چھوتے ہوئے گزرا تھا جیسے بازاروں میں کھڑے بازاری لڑکے دوسروں کی بہو بیٹیوں کو چھونے کی کوشش کرتے ہیں، جیسے بسوں میں چڑھتے، اترتے، سکول کالج جاتی لڑکیوں کو کبھی کندھوں سے اور کبھی ہاتھوں سے بے دھیانی بھرے دھیان سے مس کرتے ہیں۔

وہ بتا رہا تھا۔ کمرے میں جا کر مجھے پہلا احساس یہ ہوا جیسے میں نے ان جلتے کوئلوں کو چھو لیا ہے جن کو چھونے سے مما بچپن میں روکا کرتی تھیں۔ ہمارے صحن کے کونے پہ چولہا ہوتا تھا...... اور لکڑی جلا کر روٹی پکتی تھی۔ سردیوں میں ہم آگ کے قریب...... اور قریب ہونا چاہتے۔ وہیں رکابیوں میں روٹی کھاتے۔ جونہی کوئلوں سے قریب ہوتے۔ مما پکارتیں نہ میرے بچے! پل بھر کی گرمی کا احساس تیری جلد جھلسا کے رکھ دے گا۔ چھالے الگ پڑیں گے۔ داغ الگ لگیں گے'' اچانک وہ روتے روتے چپ ہو گیا۔ آپ میری مما سے کیوں نہیں پوچھتے۔ بچہ ذرا بڑا ہو جائے اور وہ کھیلنے کو کوئلہ مانگے تو کیا اس کے ہاتھ میں پکڑا دیتے ہیں۔ پہلے تو بہت سمجھاتی تھیں لیٹ کے نہیں پڑھنا، خالی پیٹ نہیں سونا، مسواک نہیں بولنا دوسروں کی ہمیشہ عزت کرنا...... میں اب اپنی ہی عزت نہیں کر پا رہا، یہ احتیاط کیوں نہیں بتائی تھی۔ بڑوں کی وقت پہ بتائی محبت بھری باتیں اور احتیاطیں اکثر وہ دھند بن کر قلب و نظر کی کھڑکیوں پہ بیٹھ جاتی ہیں جہاں سے نہ دیکھنا موزوں ہوتا ہے۔ اس احتیاط کی غیر موجودگی میں بے احتیاطی ہمیشہ بے لحاظی کے منظر دکھاتی ہے۔ حادثے کرواتی ہے۔ رشتے گنواتی ہے۔ اپنی ہی نظروں سے گراتی ہے۔ بتانا دانش مندی ہے۔ نہ بتانا دانش کی کسی کتاب میں نہیں لکھا، اپنے ہی گھروں میں، اپنے ہی عزیز بچوں کے ساتھ دوستی کے نام پہ دشمنی کے جس کھیل کا ابھی آغاز ہے۔ مغرب اس کا عروج دیکھ چکا ہے اور اس کے دیکھنے، جاننے، پہچاننے کے لئے کسی ارسطو کی نگاہ اور بصیرت کی خاص ضرورت نہیں ہے۔

اس روز ہم کھانے پہ نہ جا سکے۔ ارشد صاحب کا مالی شکایت لیکر آ گیا تھا کہ ساتھ والوں کے بکرے آ کر ان کے سارے پودے کھا گئے ہیں جو اس نے مہینوں کی محنت سے اگائے تھے۔ ارشد صاحب اٹھ کر اس کے ساتھ باہر چلے گئے تو میں نے اس بچے سے صرف اتنا کہا...... ''بیٹا! رشتے ہوں یا پودے، عادتیں ہوں یا نگاہیں انہیں خود سنبھالنا پڑتا ہے۔ ورنہ دوسرے آ کر اجاڑنے میں کبھی دیر نہیں کرتے''۔

ہماری بے جی بچپن میں سنگ مرمر کے مینار ایسا مضبوط اور خوبصورت جملہ کہا کرتی تھیں کہ جس نے آنے والے بہت سے برسوں میں میری راہنمائی کرنا تھی کہ ہر عمر اور ہر درخت کا میوہ ہوتا ہے۔ اور جب جب کوئی اس کی قدر نہ کرے، اس کی حفاظت نہ کرے تو میوہ چھن جاتا ہے اور اس کے چھن جانے کا دکھ اکثر رونے سے کم نہیں ہوتا''۔

اختر عباس آپ کے ایڈیٹر بھیا۔۔۔ یکم فروری 2003ء

لاحاصل سے حاصل

1

ایک جھلی ماں کی کہانی۔۔وہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی ایک ناممکن کو ممکن بنانے پر تلی بیٹھی تھی سوچنے اور سنبھلنے والوں کیلئے نوشین ناز کی تازہ کہانی کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک منکر نسل کا کفارہ دوسری کو مان کر ادا کرنا پڑتا ہے۔

''اے باری تعالیٰ تو میرے بیٹے کو سیدھی راہ پر چلادے اس کو اپنے پیارے بندوں میں سے کردے۔ اے مالک میں جانتی ہوں کہ ہم خطا کار ہیں۔ سیاہ کار ہیں۔ ہمارے گناہ بہت زیادہ ہیں۔ لیکن مالک ...... لیکن مالک...... تیری رحمت سے بڑے نہیں تیری رحمت سے زیادہ کچھ نہیں ہوسکتا۔ مالک تو کرم دے۔ میرے زاہد کو تو اپنا زاہد کردے''۔

صابرہ بی بی کے آنسو کسی جھڑی کی طرح آنکھوں سے برس رہے تھے۔ وہ اس کی ڈوری تھامے حسب معمول اس سوہنے اللہ کے آگے جھکی ہوئی تھیں۔

ماسٹر عبدالکریم کتنی دیر سے اپنی بیوی کی گریہ زاری سن رہے تھے اور انکے چہرے پر بہت عجیب سی مسکراہٹ تھی۔

صابرہ بی بی نے چہرے پر آمین کہتے ہوئے ہاتھ پھیرے اور جائے نماز اٹھا کر پلٹیں تو ماسٹر عبدالکریم کو کچھ کہنے کیلئے الرٹ بیٹھے دیکھا۔ کیوں نیک بخت ''ناممکن'' کی دعا پوری ہوگی۔ تم آخر کس طرح ایک چور، شرابی زانی اور گندگی کے ڈھیر سے خیر کی خوشبو تلاش کرسکتی ہو۔

وہ شخص جس نے میری اور اپنے باپ دادا کی عزت نیلام کر کے رکھ دی۔ اس نے وہ کیا جو ہماری سات نسلوں میں سے کسی نے نہیں کیا تھا۔ فرشتوں کے خاندان میں کیسا شیطان پیدا ہوگیا۔ ماسٹر عبدالکریم کے غصے میں نتھنے پھول رہے تھے۔

صابرہ بی بی نے اک لمبی سانس کھینچی ''! ماسٹر صاحب آپ کیلئے کھانا گرم کردوں'' انہوں نے بہت صبر وضبط کے ساتھ ماسٹر صاحب کی بات کو پی کر پوچھا تھا۔ کوئی ان سے پوچھتا کہ وہ کیسے اپنے لخت جگر کے متعلق ایسی بات سن کر پیتی تھیں۔ ایسی بات کو پیتے ہوئے انکے خون میں چنگاریاں سی لگ جاتی تھیں۔ ''یہ آگ...... یہ آگ کب بجھے گی؟ مالک اس دوزخ سے نجات دلا دے'' وہ اپنے عاجزی کے آنسوؤں سے اس آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتی رہتیں تھیں''۔

''کھانا...... ہوں! اب لے آؤ'' ماسٹر عبدالکریم نے اپنی بات کے جواب میں یہ بات سنی تو دھیمے پڑگئے۔

''میں اس ٹھنڈی میٹھی بہتی ندی جیسی عورت کی جھولی میں کیسے جلتی بات پھینک کر کیسے بھڑکتے سلگتے رویہ کا انتظار کرتا ہوں۔ یہ تو ہر بات کو اپنے پرسکون وجود میں جذب کرلیتی ہے۔ ''خدایا تو نے ایسی فرشتہ صفت عورت کی جھولی میں کیسا کانٹا اگایا ہے۔ آخر یہ کانٹا' یہ پھانس کب نکلے گی؟''

انہوں نے کرب سے آنکھیں بند کرتے ہوئے سوچا تھا۔

ماسٹر عبدالکریم کا گھرانہ بہت زیادہ مذہبی تھا۔ انکے خاندان کی شرافت کی قسم کوئی بھی کھا سکتا تھا۔ بیوی ملی تو وہ بھی ایک نیک اور عاجز روح تھی۔ اللہ تعالیٰ نے شادی کے بارہ سال بعد انکو اولاد کی نعمت سے نوازا تھا۔ زاہد نام رکھا تھا اس میں صابرہ بی بی کی جان تھی۔ وہ ہنستا تو خود بھی ہنستی وہ روتا تو گھبرا جاتیں۔

جوں جوں وہ بڑا ہوتا گیا۔ ماسٹر عبدالکریم کی نکتہ چینیاں بڑھتی گئیں۔ وہ اسے اس چھوٹی سی عمر میں ایک Composed اور Discipined آدمی بنادینا چاہتے تھے۔ سیدھا صاف ستھرا اور پابند وہ اپنے خاندان کی ساری شرافت اور علم اسکے کردار اور دماغ میں ایک دم اکٹھا کردینا چاہتے تھے۔ نماز کیلئے وہ کبھی چوک کر جاتا تو انکی چھڑی اسکے جسم پر نشان چھوڑتی تھی۔ مگر ہوا یہ کہ نماز ہی نہیں اور بھی بہت سی اچھی عادتیں اس سے چھوٹ گئیں۔ زاہد کے جسم پر جگہ جگہ اسکے گناہوں کے نشان بڑھتے گئے اور پھر زاہد کہیں کھو گیا اک دن رسی ٹوٹی تھی اور محبت ماں اور ایمان کا ناطہ نہ رہا تھا۔

زاہد بری سوسائٹی میں اس باقاعدگی سے اٹھنے بیٹھنے لگا تو پھر

اس دلدل میں دھنستا ہی چلا گیا۔ برائی کی دنیا کو جانے والی ون وے روڈ ہوتی ہے جہاں کوئی نمایاں Divider نہیں ہوتا کہ جہاں یاد آ جانے پر مڑا جا سکتا ہو۔

یہ تو بس آگے آگے بھگاتی اور دور لے جاتی ہے۔ رکنا مڑنا اس سڑک پر اصول کہاں ہوتے ہیں۔

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی تھی۔ صابرہ بی بی ایک دم سے چارپائی سے اٹھ بیٹھی تھیں اور انہوں نے تقریباً بھاگتے ہوئے دروازہ کھولا تھا۔ حالانکہ دستک بالکل ہوا کے دوش پر آہٹ جیسی تھی۔ لیکن یہ ماں کا دل تھا جو بیٹے کے قدموں کی آہٹیں سنا کرتا تھا۔ جانے ماؤں کے دلوں میں یہ کیسے راڈار لگے ہوتے ہیں؟ زاہد! صابرہ بی بی کے ہونٹ کپکپائے تھے۔

اماں جان! زاہد نے آگے بڑھ کر ماں کے ہاتھ آنکھوں سے لگائے تھے۔ صابرہ بی بی نے جلدی سے مڑ کر اپنے کمرے کا دروازہ بند کیا پھر داخلی دروازہ بند کر کے وہ اسے تھامے کچن میں لے گئیں تھیں۔

ٹھٹھرتی ہوئی سردی میں جب وہ چولہا جلا کر اسکے کیلئے گرم گرم پراٹھا بنا کر کھلا رہی تھیں تو انکو لگ رہا تھا کہ کتنے عرصے سے وہ خود بھی بھوکی تھیں جو آج انکے پیٹ کو کچھ بھوک سے تسلی مل رہی تھی۔ ''زاہد اب بھی تو واپس آ سکتا ہے''۔ صابرہ بی بی نے حسب معمول ہمیشہ سے کہی بات کو پھر سے دوہرایا تھا۔

''اماں واپس تو آ جاؤں پر کیا کروں تیرے بیٹے کے پیر کاٹ دیئے گئے ہیں۔ بنا چلے رستہ کیسے کاٹوں؟ تو...... تو اماں اپنے دل کو صبر کیوں نہیں دے دیتی؟''

''ارے جیون جوگے! ماؤں کو تو مردہ بچے پر کم صبر آتا ہے اور تو میرے کلیجے کو کیوں ہاتھ ڈالتا ہے؟''

تجھے اللہ واپسی کا رستہ دے گا۔ وہ تجھے بلند مقام دے گا۔ اپنے پیاروں میں سے کرے گا''۔ صابرہ بی بی نے ہمیشہ کی طرح دعا دی تھی۔ ''اماں! تو بھی بس نا! جھلی ہو گئی ہے۔ یہ دیکھ یہ میرے ہاتھ اس پر تجھے دکھائی نہ دے تو ان سے خون کی بو ضرور تجھے آئے گی۔ اور اماں دیکھ میرا وجود کیسے برائی اور گندگی سے لتھڑا ہے کہ کوئی اسکو دھو کر صاف نہیں کر سکتا۔

جانے کب۔ کس طرح ان ہی اندھیروں میں بھاگتے دوڑتے یہ زندگی ختم ہو جائے۔ میں موت کا سفر شروع کر چکا ہوں اور تو زندگی کی باتیں کرتی ہے!

ماں ہوں نا!'' ''زندگی ہی کی دعا دوں گی'' صابرہ بی بی نے اپنی آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا تھا۔ اماں...... اماں...... میں تجھ کو کیسے سمجھاؤں؟ آج میں جس طرح سے چھپتا چھپاتا آیا ہوں۔ پولیس میرے پیچھے ہے اور مجھے بس آگے ہی بھاگنا ہے۔ جب تک آگے بھاگ لوں گا۔ زندہ رہ جاؤں گا۔ تو جانتی ہے کہ واپسی پر فوراً موت ہے اور تو جھلی میری ماں زندگی کے دیئے جلا کر کہاں روشنی کرنے کی کوشش پر لگی ہے۔ زاہد نے مایوسی سے کہا تھا۔ اماں کچھ چاہتے اور کچھ نا چاہتے میں نے بڑے گناہ کمائے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ برائی کی لذت نے نشہ طاری کر کے ایسا بہکایا کہ میں کبھی ان بھول بھلیوں سے نکل نہ پاؤں گا۔ اماں میں اپنی زندگی سے بہت خوش ہوں۔ بڑی دولت ہے میرے پاس گاڑی ہے بنگلہ ہے تیرا زاہد بڑے عیش میں ہے۔ بس ذرا کہ ذرا یہ حکومت جو بدلی پھر ہماری ہی حکومت ہو گی۔ میں بہت سارے دن مجھ کو مل نہیں پاؤں گا۔

کچھ عرصے کیلئے انڈر گراؤنڈ جا رہا ہوں۔ اپنا خیال رکھنا۔ میرے پاس اپنا آپ محسوس کرنے کیلئے صرف تیرا ہی وجود ہے۔ زاہد نے ایک بار پھر سے اپنی دنیا کی پکار پر بھاگتے ہوئے صابرہ بی بی کو کہا تھا۔ زاہد! صابرہ بی بی نے دکھ سے اسے دیکھا تھا۔ وہ جانتی تھیں کہ وہ بھی ان سے بہت پیار کرتا ہے۔ لیکن جانے کیوں انکی بات نہ سنتا تھا۔ ہر بار کی طرح وہ پھر اپنا دامن بچا کر نکل گیا۔ ماسٹر صاحب چائے کتنی دیر کی ٹھنڈی پڑی ہے آپ کہاں گم ہیں صابرہ بی بی کچھ دیر پہلے انکو اخبار اور چائے پکڑا کر گئیں تھیں۔ لیکن اب آئیں تو وہ انکو گم سم بیٹھے دیکھ کر گھبرا کر آگے بڑھیں تھیں۔

لیکن ماسٹر صاحب انکے ہاتھ لگاتے آگے کو جھکتے ہوئے گرتے ہی چلے گئے تھے۔ صابرہ بی بی کی گھٹی گھٹی چیخیں نکل گئیں تھیں۔ ماسٹر عبدالکریم کو بہت سویئر ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ وہ تو بر وقت محلے میں موجود انکے ایک طالب علم قاسم علی نے مدد کی اور انکو ہسپتال لے آئے۔ صابرہ بی بی کی اپنی حالت بھی بہت خراب تھی۔ ہمیشہ سے اللہ پر توکل اور صبر کرنے والی کے ضبط کا دامن چھٹ رہا تھا۔ پولیس مقابلے میں پکڑے اخبار میں مارے جانے والے چار جوانوں کا ذکر تھا۔ رات پولیس نے گلبرگ کی ایک کوٹھی کے گرد محاصرہ کر کے ملزموں پر فائرنگ کی تھی۔ جس میں سید مراد احمد' مبشر علی' نیاز احمد' اور زاہد عبدالکریم اور مقابلے جرم کی دنیا کے جانے مانے نام جو تھے۔ وہ پولیس فائرنگ میں مارے گئے تھے۔

ماسٹر عبدالکریم کتنے ہی سخت قسم کے اصول پرست اور مذہبی انسان تھے لیکن وہ تھے تو باپ ہی نا!

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انکے وجود کے کسی حصے پر تکلیف آئے تو وہ بے نیاز رہ سکیں۔ بیٹے کی مرنے کی خبر انکے دل کی دنیا میں زلزلہ لے آئی تھے۔ وہ دنیا جو انہوں نے سب سے چھپا کر رکھی تھی۔ آج وہاں شام غریباں تھی۔

ہر جانب سرخ غروب ہوتے سورج کا دکھ اور سسکیاں تھیں اور سب سے اونچی سسکیاں تو انکی خود انکی اپنی تھیں۔ ہوش میں آتے ہی وہ اس کرب سے دوبارہ گزر رہے تھے۔ آخر جہاں اور جیسا بھی تھا۔ وہ انکا اپنا خون تھا۔ اسکے زندہ ہونے کی تسلی تو تھی نا!

پولیس نے لاشوں کو وارثوں کے حوالے نہ کیا تھا۔ دو دن تو وہ انکے تھانوں میں رہیں تھیں پھر دس دن مردہ خانوں میں اور بعد میں انکی حالت ایسی نہ تھی کہ انکا جنازہ بنایا جاتا۔ اس لئے انہوں نے کاغذی کارروائی کر کے انکو دفنا دیا تھا۔ ایسے گھبرو جوانوں کی ایسی تذلیل بھری موت اور تدفین بہت عبرت ناک تھی۔ اور پیچھے وارثین کے دکھ اور بدنامی کا مداوا کرنے والا کوئی نہ تھا کوئی بہن تھی تو وہ قاتل کی بہن بھائی تو قاتل کا بھائی اور قاتل کے ماں باپ! معاشرے نے ان سے انکی اپنی پہچان اور عزت تو چھین ہی لی تھی اور اس سب کی وجہ انکا اپنا ہی تو بھائی بیٹا تھا۔ لیکن اس سب کا اصل قصوروار کون تھا؟

ماسٹر عبدالکریم اور صابرہ بی بی اپنی عمر سے زیادہ بوڑھے دکھائی دینے لگے تھے۔ ماسٹر عبدالکریم کے صابرہ بی بی کو طعنے بالکل بند ہو گئے تھے۔ لیکن جانے صابرہ بی بی کس مٹی کی بنی تھیں وہ آس کا دامن نہ چھوڑتیں تھیں۔

آج بھی انکی ایک ہی دعا تھی کہ میرے زاہد کو اپنے پیارے بندوں میں سے کر دے اسے بلند مقام عطا فرما دے۔ اسکو معاف کر دے۔ اب ماسٹر عبدالکریم زیادہ تر چپ رہتے تھے۔ اب انکو صابرہ بی بی کی دعاؤں پر اعتراض بھی نہ ہوتا تھا کہ وہ ناممکن کو ممکن بنانے اور لاحاصل میں سے کیا حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔ اب وہ اکثر ٹکر ٹکر انکے اٹھے ہاتھوں اور ہونٹوں سے نکلے لفظوں کو سنتے رہتے تھے۔

اور انکے دل کی دنیا میں تو مستقل شام غریباں کا سماں تھا۔

ہٹو ہٹو پیچھے ہٹو...... ہٹو...... چلو بھاگو یہاں سے۔ قاسم علی نے گلی کے کچھ شرارتی بچوں کو پیچھے ہٹایا تھا۔ جو جگہ جگہ کچرے کے لفافے پھینک کر باباجی کو ستا رہے تھے۔ یہ فیصل آباد کی پیپلز کالونی کی دوسری گلی تھی۔

قاسم علی کا دل کٹ کر رہ جاتا تھا کہ ڈبل ایم اے۔ ایم ایڈ انسان...... جس نے جانے کتنے لڑکوں کو علم کی روشنی سے روشناس کروایا تھا۔ کس حال کو آ گیا تھا۔

وہ سارا سارا دن گلیوں میں پھرتا جھاڑو لگاتا تھا۔ کوئی اس پر آوازیں کستا ہے۔ کوئی کیا سوچتا ہے مگر اسکو کوئی پروا نہ تھی۔ وہ تو جانے کس صفائی پر معمور ہو گیا تھا۔

ماسٹر جی...... آیئے میں آپکو گھر چھوڑ دوں۔ قاسم علی نے تاسف سے اپنے لائق استاد کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ قاسم علی آجکل واپڈا میں ایس ڈی او تھے اور یہ وہ ہی جانتے تھے کہ ان جیسے غریب اور کند ذہن طالب کو مالی اور تعلیمی میدان میں آگے بڑھانے والے یہی وہ ہاتھ تھے جن میں آج جھاڑو تھا۔

نہیں بیٹا ابھی بہت کام ہے تم کو دیر ہو جائے گی۔ ماسٹر عبدالکریم نے اپنے کام کی مصروفیت میں لگے لگے کہا۔

ماسٹر جی میں موٹر سائیکل روک کر یہاں بیٹھتا ہوں۔ آپ اپنا کام کر لیں۔ شام اور سردی دونوں اتر رہی ہیں۔ بی بی گھر پر آپکے لئے پریشان ہو رہی ہونگی۔ قاسم علی جو انکے محلے میں ہی رہتے تھے۔ صابرہ بی بی کا ذکر کر کے وہاں ہی بیٹھ گئے تھے۔

جواب میں ماسٹر عبدالکریم نے کچھ نہ کہا اور اپنے کام میں مصروف رہے تھے۔ انکے گھر پہنچتے ہی صابرہ بی بی نے لپک کر ماسٹر عبدالکریم کے ہاتھوں سے احتیاط سے جھاڑو لیا اور گرم پانی باتھ روم میں رکھا اور صاف ستھرے کپڑے باتھ روم میں لٹکا کر انکے لئے کچن میں کھانا گرم کرنے چلی گئیں تو قاسم علی نے حیرت سے دونوں میاں بیوی کو دیکھا تھا۔ ماسٹر صاحب باتھ روم میں نہا رہے تھے اور صابرہ بی بی نے ماسٹر صاحب کا جھاڑو بالکل ویسے لیا تھا جیسے وہ سکول سے واپسی پر انکی کتابیں اور

YES ITS ME

پھول سے رشتہ

میرا نام نعمان جیکب ہے اور مجھے پڑھنے کا بے حد شوق ہے۔ اداکاری میں ہرفن مولا ہوں۔ پھول تو ابھی نہیں پڑھ سکتا۔ لیکن گھر میں امی ابو، بہن، بھائی بڑے شوق اور باقاعدگی سے پڑھتے ہیں اگر میری تصویر YES ITS ME کے کالم میں شائع ہوئی تو ضرور پھول سے گہرا رشتہ استوار کروں گا۔

(نعمان جیکب، نارنگ منڈی)

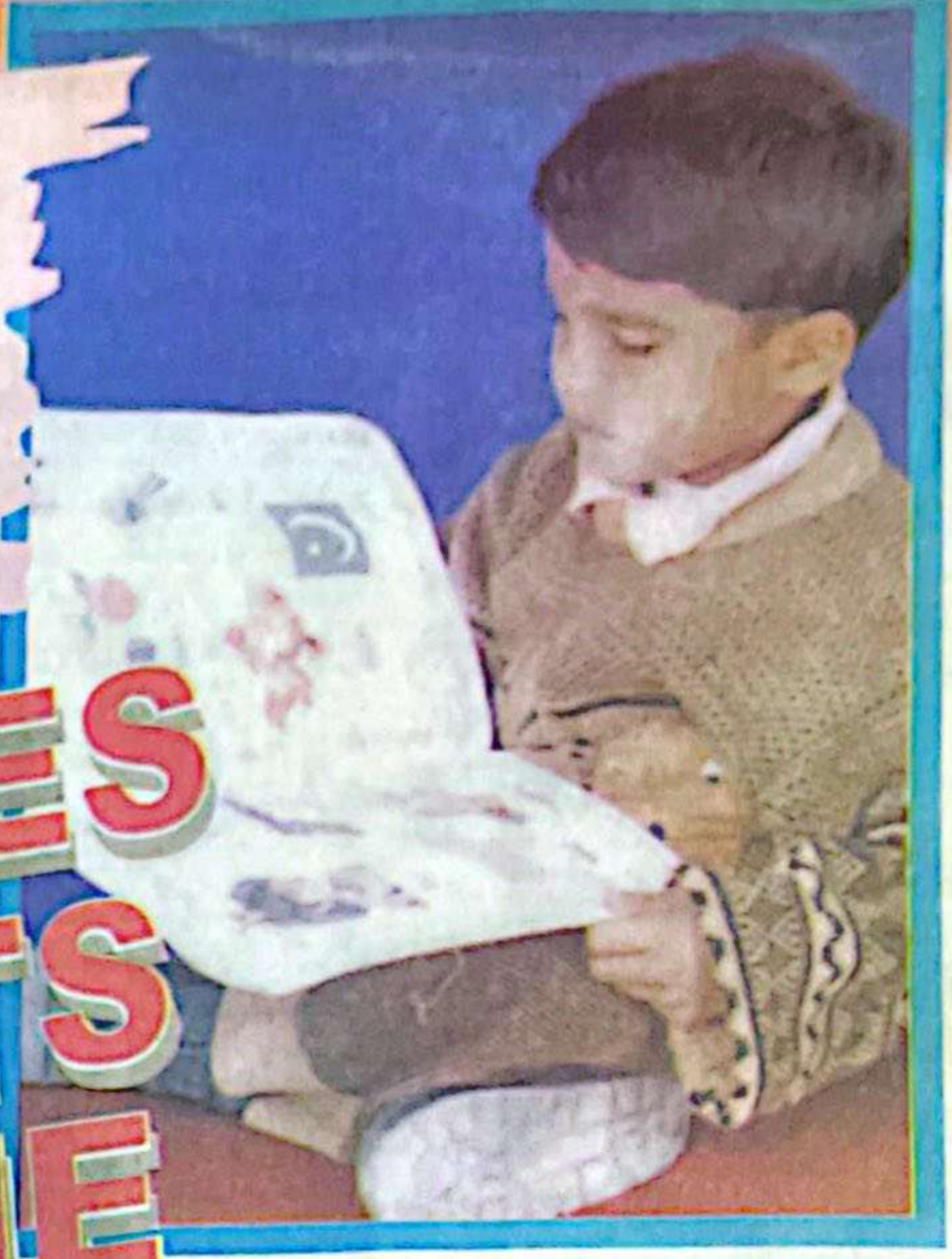

کرسی کے مزے

میں تو بس کرسی پر بیٹھا مزے لے رہا تھا جانے کرسی میں کیا چیز ہے۔ سبھی اس پر بیٹھ کر خوش ہوتے ہیں اب عادل ناز بھائی نے تصویر بھی بنادی بتائیں تو سہی کیسا لگ رہا ہوں۔ (مخدوم حسین......ننکانہ صاحب)

امریکہ میں اللہ اللہ

ہم دونوں بہنیں امریکہ میں ہیں یہاں آ کر لوگ کہتے ہیں کہ اپنے مذہب پر قائم نہیں رہتے مگر میں دیکھ لیں اللہ اللہ کررہی ہوں اور مومنہ مجھے دیکھ کر خوش ہورہی ہے۔ اب لوگ امریکہ سے ڈرتے ہیں مگر جو اللہ سے ڈریں وہ تو کسی اور سے نہیں ڈرتے۔

میں طیب ولید ہوں تصویر میں کچھ پریشان حیران لگ رہا ہوں مگر ایسا نہیں ہوں بہت خوش رہتا ہوں اور اللہ جی کا شکر ادا کرتا ہوں۔ آپ بھی ایسا ہی کیا کریں۔

(طیب ولید......لاہور)

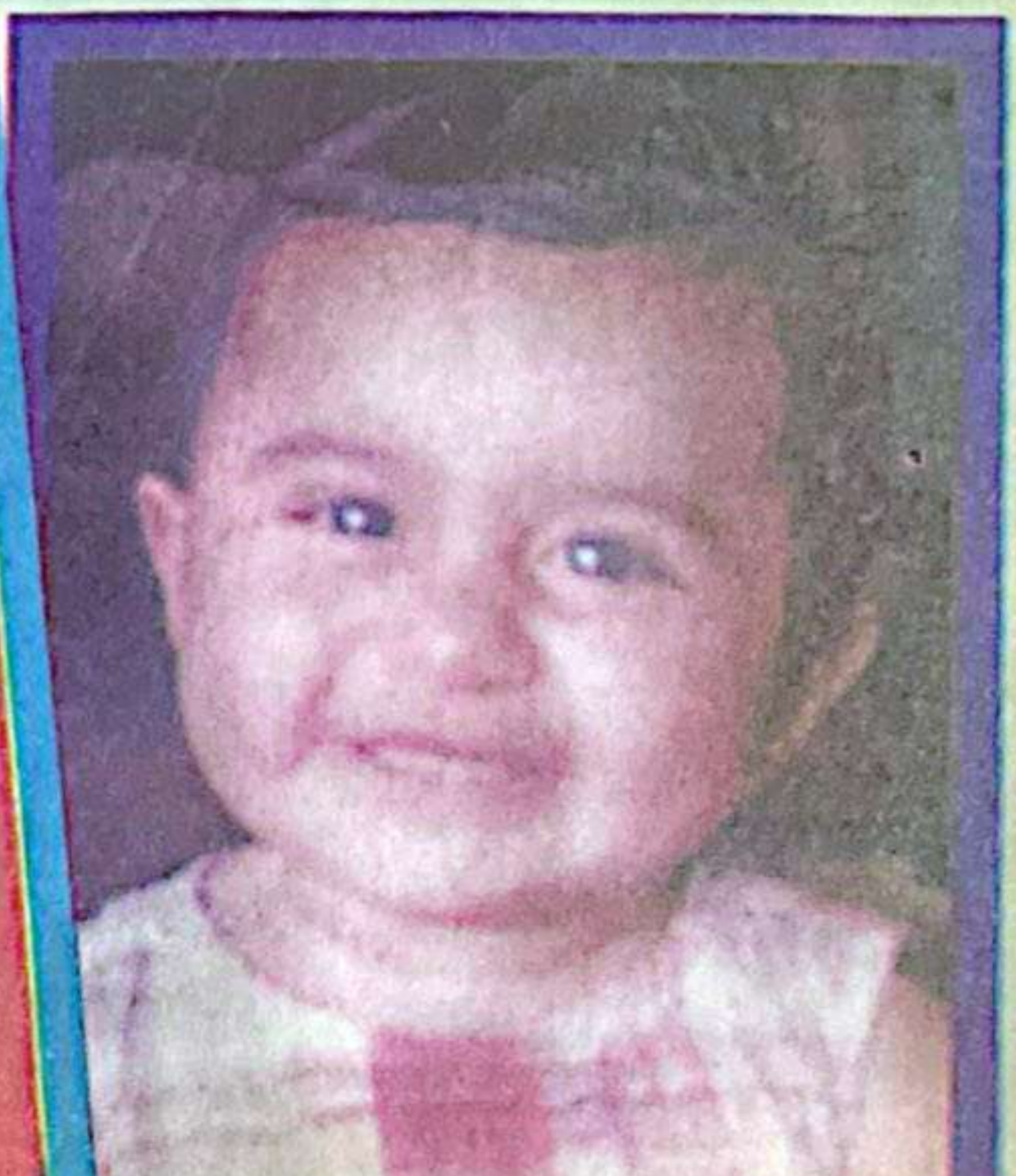

ایک تصویر ایسی

بائیں طرف میرا بڑا بھائی تفسیر الحسن اور دائیں طرف میرا کزن انیس الحسن اور درمیان میں یعنی ظہیر زمان ہو۔ یہ تصویر میرے بڑے بھائی نومی نے بنائی ہے جو کہ پھول کلب نارنگ کے رکن ہیں۔

(ظہیر زمان، شیخوپورہ)

ان دنوں کی یاد

یہ ان دنوں کی یادگار تصویر ہے جب ہم سکاؤٹنگ کی تربیت کیلئے مری گئے تربیت کے دوران بہت کچھ سیکھا بھی اور مری کے نظارے بھی انجوائے کئے۔ (غلام مرتضٰی حسین......کالکی منڈی)

بکرے کی قربانی پر

یہ تصویر ہماری عیدالاضحی کے موقع پر کھینچی گئی تھی۔ ہم سب یعنی کہ لاریب، شہروز، فاطمہ، نمیرا اور علی بکرے کے قربان ہو جانے پر رو رہے تھے تو ہمارے ماموں نے ہماری تصویر بنا دی، تو ہم مسکرانے لگے۔

(آفرین گل، ڈیرہ غازیخان)

لڑکی ہوں میں

یقیناً آپ مجھے لڑکا سمجھ رہے ہونگے لیکن میں لڑکی ہوں البتہ میری شکل لڑکوں سے ملتی ہے میرے ابو مجھے لڑکا ہی سمجھتے ہیں۔ میرے چاچوؤں کی شادی پر مجھے پینٹ کوٹ لا کر دیا تھا جسے پہن کر میں لڑکوں کی طرح لگ رہا ہوں۔ اس یادگار موقع پر میری تصویر بن گئی۔

(مبشرہ اعظم اعوان بھاگٹانوالہ سرگودھا)

چار پکی سہلیاں

ہم چاروں پکی سہیلیاں ہیں کرسمس کے موقع پر لی گئی اس تصویر میں مائیک پکڑے ہوئے میں پونم ہوں ساتھ گڑیا نائلہ مسرت اور مالا ہیں پروگرام چل ہی رہا تھا کہ عادل بھائی نے ہمیں کیمرے کی آنکھ میں بند کر دیا۔

چودھری صاحب

ارے بھئی یہ کوئی چودھری صاحب نہیں ہے یہ تو پھول کے پروگرام میں بن گئے اور مزے کی بات میں تو لڑکی وں۔ اب پھول والوں پر ہے میری تصویر میں مجھے کیا بناتے ہیں۔

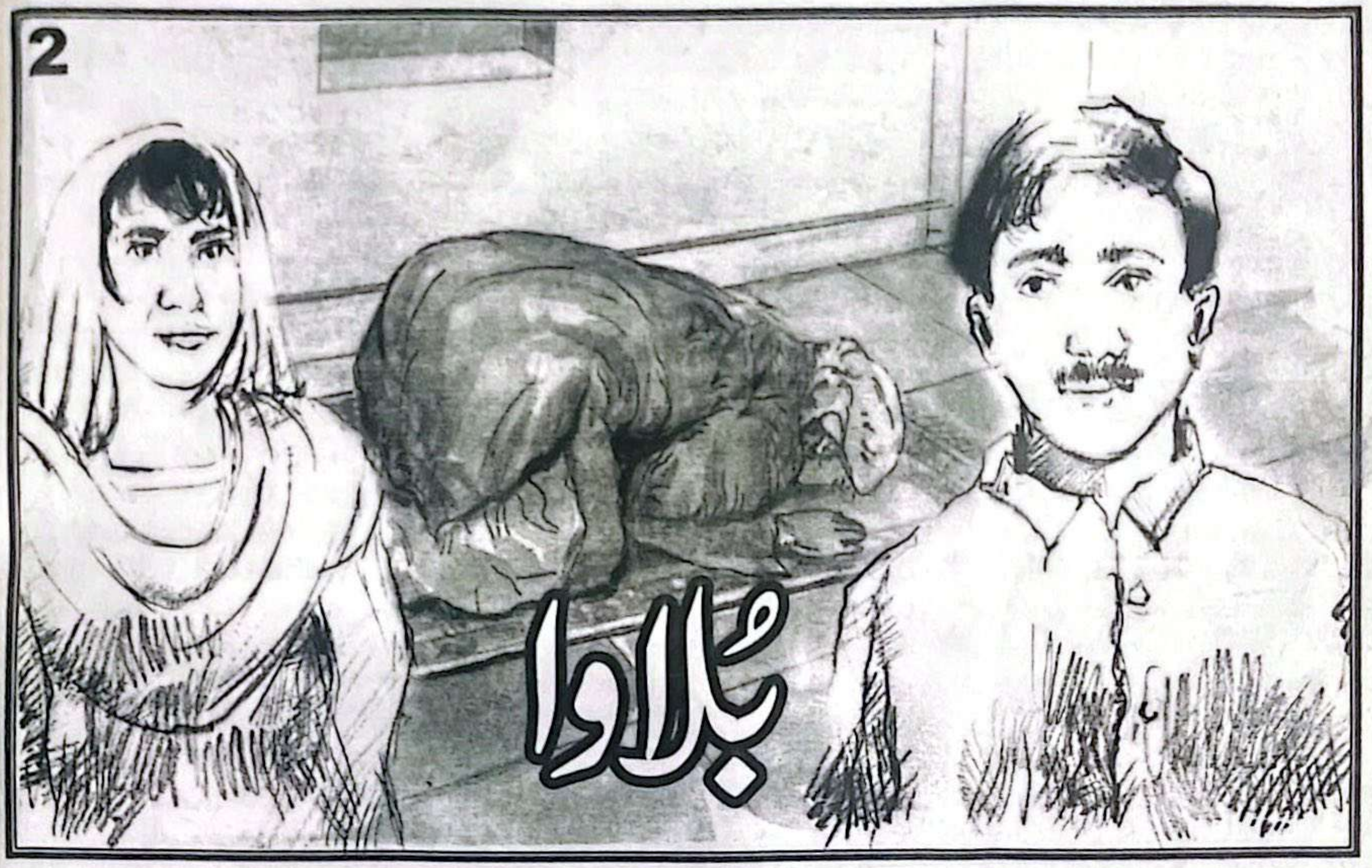

بُلاوا

مہمانوں اور مایوسی میں گھری ایک معصوم سی لڑکی کا ماجرا۔۔اسے اپنی ایک آرزو پر بہت اصرار تھا

سائرہ نذیر

میں نے آج جانا کے دل کے بھی موسم ہوتے ہیں کبھی تو دل کی وادی پر خوشیوں اور بہاروں کا موسم اترتا ہے اور کبھی یونہی بے چینی وبیقراری اور اداسی دل کی بستی میں آکر جیسے ٹھہری سی جاتی ہے میں اس وقت جائے نماز پر بیٹھی ہوں چاہتی ہوں کے دل سکون وشانتی سے لبالب بھرا ہو پر دل میں اک بات ایسی سمائی ہے کہ دھیان کہیں اور بٹنے ہی نہیں دیتی میرے سامنے مقدس ''خانہ کعبہ'' کی فل سائز تصویر آویزاں ہے اور جب جب نظر اس پر پڑ رہی ہے آنکھوں سے جھر جھر آنسو بہہ رہے ہیں کبھی تو بے ربط دعائیں گڑگڑا گڑگڑا کے مانگنے لگتی ہوں کبھی اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو کھوجتی ہوں شائد میں دیکھ پاؤں کے کوئی ایسی لکیر ہو جس سے میں جان پاؤں کے میں وہاں دیدار کر سکوں گی یا نہیں اور کبھی اپنی پیشانی پر ہاتھ لگا کر دیکھتی ہوں تقدیر کی کچھ باتیں پیشانی پر بھی تو لکھی ہوتی ہیں پر ان تمام کوششوں کے باوجود بھی جاننے سے قاصر ہوں گے میرا بلاوا کب آئے گا آہ مجھے وہ دن اچھی طرح یاد ہے جب میں چار سال کی تھی ہم نانا کے گھر گئے تھے جہاں پر سب بڑے ماموں کو مبارکبادیں دے رہے تھے اور گلے میں ہار ڈال رہے تھے میں بہت حیران ہو رہی تھی۔

آخر کو بات کیا ہے نہایت سوچ بچار کے بعد بھی جب کچھ سمجھ نہ آیا تو اماں سے اس خوشی کا اور مبارکبادوں کا سبب جانا تو اماں آنکھوں میں آنسو سجاتے ہوئے بولیں ایمان قسمت والے ہیں تیرے ماموں جنہیں اسکے در سے بلاوا آیا ہے اب اپنے من آنکھوں کو دیدار کی روشنی سے بھر بھر کر آئیں گے بھلا ہر کسی کو ایسا موقع تھوڑی ملتا ہے بس یہ خوشی تو اسکے حصے میں ہی آتی ہے جو نصیب والا ہوتا ہے وہاں پر...... جسکو بلاوا آتا ہے بس اسی وقت میں نے اماں سے پوچھا اماں میں قسمت والی کب بنوں گی مجھے بلاوا کب آئے گا تب اماں نے مجھے بچی جان کر خوش ہو ہو کر پورے خاندان والوں کو یہ بات بتائی سب نے مجھے خوب پیار کی بلائیں لیں چوما چکارا اور دعائیں دیں پر میں تو تب سے اب تک اسی انتظار میں ہوں کے مجھے بلاوا کب آئے گا پر ابھی تک...... اور ایک بار پھر آنکھوں میں ساون کی جھڑی لگ گئی۔

میں اپنی ہی سوچوں میں ڈوبی ہوئی تھی جب ننھی سارہ مجھے ڈھونڈتی ہوئی ٹی وی لاؤنج میں آ گئی اپیا اپیا...... ارے اپیا آپ یہاں ہیں اور میں پورے گھر میں آپ کو ڈھونڈ رہی تھی چلیں...... اماں بلا رہی ہیں آپ کو اچھا سارہ تم چلو میں آتی ہوں بس میرے جواب دینے کی دیر تھی جب میری بھرائی ہوئی آواز سنی تو سارہ جھٹ سے لیکچر دینے لگی پتہ نہیں اپیا جب دیکھو آپ روتی رہتی ہیں آنکھیں آنسوؤں سے تر رہتی ہیں بس ایک ہی تمنا لگی ہوئی ہے دل میں لیکن ایسا ضروری تو نہیں ہم جیسا چاہیں جیسا سوچیں ویسا ہی ہو بھلا...... اس سے پہلے کے سارہ آگے کچھ بولتی میں نے اسے روک دیا خاموش ہو جاؤ...... چھوٹا جان کر میں تمہیں کچھ کہتی نہیں ہوں اسکا مطلب یہ نہیں کہ میں تمہاری ہر غلط بات کو صحیح سمجھتی ہوں تم جاؤ میں خود ہی اماں سے بات کر لوں گی...... سارہ کو تو میں نے ڈانٹ کر بھگا دیا تھا پر دل مٹھی میں آ گیا تھا دیکھا اللہ میاں سب جانتے ہیں میری آرزو اب تو کرم نوازی کر دیجئے

-

میرے کالج فرینڈز کو پورے خاندان والوں کو گلی محلے میں غرض ہر کوئی جانتا تھا کہ کچھ عرصہ نارمل رہنے کے بعد میرا ہر کسی سے ایک ہی سوال ہوتا مجھے بلاوا کب آئے گا؟ جانتی ہوں ایک ہی بات کی تکرار کی جائے تو سب ناراض بھی ہو جاتے ہیں ناحق خفا رہنے لگتے ہیں پر میں دل کی بے چینی اور بے قراری کے ہاتھوں مجبور ہوں ہر گزرتا دن میرے لئے ایک سوال ہی تو ہے کہ ابھی تک مجھے وہاں سے...... اسکے ہاں سے بلاوا! کیوں نہیں آیا اب میں سیکنڈ ائیر میں ہوں جب کے میں نے ششم جماعت میں ہی اماں سے اور بابا سے اصرار کر کے عمرے کیلئے اپنی درخواست جمع کروائی تھی اور پھر وقتاً فوقتاً کرواتی رہی پر ابھی تک باری نہیں آئی کبھی کبھی سوچتی ہوں پتہ نہیں میں اس قابل بھی ہوں کے وہاں اس مقدس مقام پر جانے کی تمنا ہی کر سکوں پر میں جوں جوں سوچ رہی تھی میری باتوں کا جواب خود مجھ سے ڈھونڈنا مشکل ہو رہا تھا دوسرا سارہ مجھے بھرائی آواز اور لال آنکھوں کے ساتھ دیکھ کر گئی تھی اور اسکی عادت سے خوب واقف بھی کے گھر بھر کو مزے لے لے کر یہ داستان سنائے گی سو جھٹ سے جائے نماز تہہ کر کے اماں کے پاس گئی اماں بھی سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھیں اماں کچھ دیر مجھے دیکھتی رہیں پھر بولیں ایمان بس

میں تم سے اتنا کہوں گی کے وہ ہمارا پروردگار ہے وہ کارساز ہے اسکے ہر کام میں بہتری ہے ہم اسکے فیصلوں کے محتاج ہیں ہم اپنا کوئی بھی کام اپنی مرضی سے نہیں کر سکتے اس لئے وہ جو عطا کرے اس پر اسکے شکر گزار رہو جو عطا نہ کرے بے شک دل میں اسکی آرزو کرو پر سب اس پر چھوڑ دو وہ یقیناً بہتری فرمائے گا......

بس بیٹا آگے تم سمجھ دار ہو مجھے کم جملوں میں بہت کچھ واضح کر کے اماں نے خبر دی کے کل خانیوال سے روبینہ پھپھو آ رہی ہیں اس لئے مہمانوں کیلئے کھانے سے لے کر رہنے تک کے تمام انتظامات کر لینا اماں سے مہمانوں کی آمد کا سن کر میں کام میں جت گئی سب انتظامات ہو چکے تھے دوپہر تک پھپھو کی فیملی اور سرپرائز کے طور پر چاچو بھی اپنی فیملی کے ساتھ آ گئے تھے گھر میں خوب رونق لگ گئی تھی ہر طرف قہقہوں کی آوازیں گونج رہی تھی سب خوش تھے بڑے اپنی باتوں میں لگے ہوئے بچوں نے اپنی الگ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائی ہوئی تھی اور میں سب سے الگ کھڑی اپنے دل میں ہونے والے ایک ہی سوال کو سن رہی تھی...... مجھے بلاوا کب آئے گا...... سوچ رہی تھی پتہ نہیں میرا یہ انتظار کب ختم ہوگا...... مہمانوں کیلئے کھانے پینے کے بعد آخری آئٹم کے طور پر چائے بنا رہی تھی جب بابا میرے پاس کچن میں آئے ایمان...... جی بابا...... کیا چاہیے بابا نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور پھر گویا ہوئے...... مجھے تو کچھ نہیں چاہیے پر جو تمہیں چاہیے وہ تمہیں مل سکتا ہے میں بابا کی پہیلی کچھ سمجھ نہیں پائی میں نے بابا کو غصہ دکھاتے ہوئے کہا ٹھیک طرح بتائیں نا کیا بات ہے ایمان...... بابا بولے میں نے اپنے اور تمہارے لئے عمرے کی درخواستیں جمع کروائی تھیں کل پتہ چلے گا کے ہم جا رہے ہیں یا...... بس دعا کرنا بابا ادھوری سی بات کر کے چل دیئے۔

اور میری یہ حالت تھی کہ اتنی بڑی خوشی کو کیسے برداشت کروں...... دل زور زور سے دھڑک رہا تھا...... اللہ جی آپکا شکر لاکھ لاکھ کروڑ کروڑ بار شکر آپ نے میری سن لی بس مجھے تو ایسا لگ رہا تھا کے عرصے بعد میں زمین پر اتری ہوں ورنہ تو شائد ہوا میں ہی معلق تھی میں خوشی خوشی سب کو چائے سرو کر رہی تھی بابا نے باقی سب کو بھی یہ خوشخبری سنا دی تھی اور میں سب سے مبارکبادیں وصول کر رہی تھی جب ٹیلی فون کی بیل بجی...... سب بچے دوڑے دوڑے فون کی طرف لپکے پر آج میرے ماتھے پر ایک شکن بھی نہ آئی میں خوب خوش تھی بس مجھے تو میری مراد مل رہی تھی کہ پھپھو کے چھوٹے بیٹے قاسم نے کہا ایمان اپیا کی فرینڈ کا فون ہے میں خوشی خوشی دوڑی یقیناً ندا کا فون ہوگا میری سب سے اچھی دوست ندا ہی تو تھی اب سب سے پہلے اسے ہی بتاؤں گی ابتدائی سلام دعا کے بعد بات کا آغاز ہوا ندا کو بتایا تو بہت خوش ہوئی خوب مبارک دی...... اور بولی...... واہ ایمان یونہی پریشان تھی دیکھا آ گیا نا بلاوا...... بس ندا خدا کی مہربانی ہے مبارکبادیں وصول کر کے میں نے پوچھا ندا کیوں فون کیا تھا...... ایمان کالج میں نعت خوانی کا مقابلہ ہے کافی بڑے پیمانے پر کروایا جا رہا ہے بڑے بڑے پرائز بھی ہیں میڈم کہہ رہی تھیں کے ایمان کو کہنا کہ ضرور Participate کرے اسکی آواز بہت اچھی ہے اور ہاں پہلے نمبر پر آنے والی طالبہ کو بمپر پرائز دیا جائے گا...... وہ پرائز پتہ نہیں کیا ہوگا پر تمہیں تو مل ہی گیا ہے نا...... ندا نے مسکراتے ہوئے کہا...... ہاں ٹھیک ہے ندا میں ضرور آؤں گی اگلے دن صبح صبح ہی سب مہمان چلے گئے میں خوشی خوشی کام کر رہی تھی آج پتہ چلے گا...... اور مجھے پورا یقین تھا کہ میری درخواست ضرور پاس ہوگی پورا دن میں نے انتظار میں گزارہ بار بار ٹیلی فون کو دیکھ رہی تھی کے کہیں خراب نہ ہو بابا نے ابھی تک کچھ نہیں بتایا تھا پر مجھے پتہ ہے بابا کو سرپرائز دینے کی عادت ہے سب خوش تھے اماں بھی بار بار مجھے پیار کر رہی تھیں شام کو بابا آئے پر نہایت خاموش تھے میں نے سوچا کام تو ہو گیا ہوگا یقیناً سر میں درد ہے بابا نے میری طرف دیکھا بھی نہیں اور اپنے کمرے میں چلے گئے میں کچھ پریشان سی ہو گئی۔

پر سوچا کوئی بات نہیں جہاں اتنا انتظار کیا ہے وہاں تھوڑا اور سہی میں اوپر اپنے کمرے میں چلی گئی...... اپنی الماری کو خوب اچھی طرح صاف کیا تو اماں کی گولڈ کی رنگ نظر آئی جو انہوں نے میرے پاس رکھوائی تھی سوچا یہ دے آؤں پھر کہیں کھو گئی تو ناحق مجھ پر برسیں گی میں اماں کے کمرے کا دروازہ کھولنے ہی والی تھی جب میں نے سنا بابا اماں کو کہہ رہے تھے...... صرف میری درخواست منظور ہوئی ہے ایمان اس بار بھی حاضری نہ دے سکے گی...... اوہ خدایا اب کیا کریں گے...... اماں دکھ بھری آواز میں بولیں...... مجھ میں تو اتنی ہمت نہیں کے میں اسے بتا سکوں بابا بولے...... اور کیا میں بتاؤں گی...... اماں نے بابا سے استفسار کیا...... اب تو کچھ کرنا ہی پڑے گا 20 تاریخ کو میری فلائیٹ ہے یہ سب سننا تھا کہ میں تو ڈھے گئی دل بہت خراب ہوا پر...... نہیں...... میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اماں کی باتیں یاد آ رہی تھیں...... ہم اسکے فیصلوں کے محتاج ہیں...... بالکل صبح میں نے اپنے دل کو سمجھایا اب ہم اللہ میاں سے ضد تو نہیں کر سکتے نا...... عرض کیا ہے اب یہ اسکی مرضی مانیں یا نہ مانیں...... میں یوں بھی عشاء کی نماز ثواب کی نیت سے لیٹ ہی پڑھتی ہوں بابا کی زبانی یہ خبر سنی تو فوراً وضو کیا اور جھٹ سے جائے نماز لے کر کھڑی ہو گئی ہے کہ پھر بھی دل میں کوئی ایسا ویسا خیال نہ آ جائے پوری نماز میں دل پہ قابو کیئے رکھا آنکھ سے ایک آنسو بھی نہ نکلنے دیا۔

اب دعا کی باری آئی تو بھی اپنی طرف سے خوب قرینے سے دعا مانگنا شروع کی الٰہی تیرا لاکھ لاکھ شکر تیری عنایتوں کا رحمتوں کا نوازشوں کا...... اللہ پاک کوئی بات نہیں جو میرا بلاوا ابھی نہیں آیا تو ہمارا پروردگار ہے جو چاہتا ہے ویسا ہی ہوتا ہے ہم تو تیری رضا پر راضی اور تیری خوشی میں خوش ہیں جو عطا کرے اس پر بھی راضی اور جو عطا نہ کرے اس پر بھی راضی لیکن...... آہ لاکھ بار چاہا کے شکوے کا کوئی لفظ بھی زبان پر نہ لاؤں پر بندہ بشر ہیں نا پھر بھی ناچار لیکن کا لفظ زبان پر آ ہی گیا تھا اس لیکن پر آ کر میری بس ہو گئی اور میں نے زار و زار...... رونا شروع کر دیا دل آنکھیں شفاف ہوئیں تو میں سو گئی صبح ایک نئے ولولے کے ساتھ بیدار ہوئی اماں کو میں نے بتا دیا کے میں نے سب سن لیا ہے آپ بابا کو بتا دیں کوئی مسئلہ نہیں پریشانی کی کوئی بات نہیں میں بابا کی تیاری خود کروں گی میں اب نہیں تو پھر کبھی سہی اماں نے بھی آنسوؤں سے تر آنکھوں سے مجھے پیار کیا شام کو ندا کا پھر فون آیا 19 کو نعت خوانی کا مقابلہ ہے صبح 10 بجے پہنچ جانا میرا دل کچھ بجھا بجھا سا تھا اگرچہ میں نے اپنے دل کو خوب تھپتھپایا تھا سمجھایا تھا پر پھر بھی......

اس لئے ندا کو میں نے کہا کہ اگر طبیعت بہتر ہوئی تو آ جاؤں گی...... صبح مجھے نعت پڑھنے کیلئے جانا تھا دل کچھ مطمئن نہیں تھا اماں نے سمجھایا نہیں ایمان تمہیں جانا چاہئے اور پھر میں نے دل سے فیصلہ کیا واقعی ایسے موقعے تو قسمت والوں کو ہی ملتے ہیں میں اس محفل میں جا کر اپنے آپ کو وہاں محسوس کروں گی میں نے خوب دلجمعی اور اطمینان و سکون کے ساتھ تیاری کی اور چل دی نعت خوانی کا آغاز ہوا چوتھا نمبر میرا تھا میں اپنی نعت پڑھ کر فیصلے کا انتظار کیے بغیر ہی آ گئی گھر پہنچی تو اماں نے کہا کہ صبح تمہارے بابا کی فلائیٹ ہے کچھ پیکنگ کر رہی تھی اور دل ہی دل میں سوچ رہی تھی کہ اب کی بار بابا سے کہوں گی کے وہاں پر کھڑے ہو کر میرے لئے دعا کریں کہ میرا بلاوا بھی آ جائے کچھ دیر بعد بابا اپنی پیکنگ دیکھنے آئے تو میں نے بابا کو اپنے بارے میں خوب اچھی طرح سے دعائیں سمجھا دیں اب میں اپنے آپ کو کچھ بہتر اور پرسکون محسوس کر رہی تھی میں نے سوچا یقیناً یہ خدا ہی کی رضا ہے سو میں راضی ہو گئی خوشی خوشی سب کام کیے شام کو باہر دروازے کی بیل ہوئی اماں نے دیکھا جانے کون آیا تھا ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور باہر آ گئیں۔

ایمان تمہاری دوست ندا تمہاری کالج کی پرنسپل اور ٹیچرز تم سے ملنے آئی ہیں میں بہت حیران ہوئی کے پرنسپل اور گھر میں جلدی جلدی منہ دھو کر میں ڈرائنگ روم میں اماں کے ساتھ گئی میم السلام علیکم...... وعلیکم السلام...... بھئی ایمان آپ نے تو نعت پوری کی اور بھاگ گئیں جج کے فیصلے کا بھی انتظار نہیں کیا وہ...... وہ میم دراصل بابا کل جا رہے ہیں عمرہ کیلئے اس لئے میں جلدی آ گئی تھی...... تو اب آپ اپنی بھی تیاری کر لیں...... میں نے بھی پرنسپل کو ندا نے بتایا ہوگا...... وہ میم صرف بابا کی درخواست منظور ہوئی ہے ابھی مجھے بلاوا نہیں آیا...... بھئی آپکا بلاوا بھی آ گیا ہے آپ نے نعت خوانی میں فرسٹ پرائز WIN کیا ہے جو کے بمپر پرائز تھا اور وہ پرائز ہے عمرے کا ٹکٹ فلائیٹ بھی کل کی ہے اوہ خدایا...... ندا بھی مجھے دیکھ کر مسکرا رہی تھی اس لئے تو سب ٹیچرز اور خود پرنسپل مجھے یہ خوشخبری سنانے آئی تھیں...... مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہی......

بس مولا تیرے رنگ ہی نرالے ہیں انکے جانے کے بعد گھر میں سب کو پتہ چلا اماں نے سب خاندان والوں کو فون کر دیا عرصہ دراز بعد آج گھر میں ویسی ہی رونق تھی سب مجھے پیار کر رہے تھے پھولوں کے ہار میرے گلے میں ڈالے جا رہے تھے اور میں مبارکبادیں وصول کر رہی تھی...... جب اماں میرے پاس آئیں دیکھا ایمان بن گئی نا قسمت والی تمہارا بلاوا آ گیا ہے اب اپنے من آنکھوں کو دیدار کی روشنی سے بھر بھر کر آنا اور میں نے آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے ایک تشکر بھری نگاہ آسمان پر ڈالی میں سوچ رہی تھی اسے نوازنے کے عطا کرنے کے کتنے ڈھنگ آتے ہیں اور ایک ہم ہیں کے مانگنے اور سوال کرنے کا قرینہ ہی نہیں سلیقہ ہی نہیں اور جب بھی شدت سے طلب کریں اور مراد بر نہ آئے تو کتنی جلدی دل چھوٹا کر لیتے ہیں...... پر وہ نوازتا ہی رہتا ہے۔

باقی صفحہ 64 پر

خوبانیاں پک گئیں

ساجد محمود ساجد

(زرعی یونیورسٹی فیصل آباد)

پچھلے تیس چالیس منٹوں سے میں دھوپ میں کھڑا تھا اور اس قدر گرمی کے موسم میں بھی دھوپ کو انجوائے کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ چونکہ میرے پاس سوائے دھوپ میں کھڑے رہنے کے کوئی چارہ نہ تھا۔ بیٹھنے کی جگہ جہاں چھاؤں بھی موجود تھی وہاں عورتوں اور بچوں نے قبضہ جمایا ہوا تھا۔ صرف میں ہی نہیں میری طرح کے اور بھی بہت سے لوگ دھوپ میں ادھر ادھر ٹہل رہے تھے۔ میں بھی وقت گزارنے کیلئے کبھی اس جنگلے کے پاس اور کبھی اس جنگلے کے پاس چلا جاتا۔ یہ جنگلا تو انتظامیہ نے پتہ نہیں کس مقصد کیلئے لگوایا ہوگا لیکن اب اس کا مصرف یہی تھا کہ اکا دکا اس پر بیٹھ جاتے یا پھر ٹیک لگا کر منتظر نظروں سے ادھر ادھر یا فضا میں گھورتے رہتے۔

ہسپتال میں مریضوں سے ملاقات میں ابھی آدھا گھنٹہ باقی تھا۔ میرا ایک دوست جو کالج میں میرے ساتھ پڑھتا تھا کو شدید بخار کی وجہ سے ہسپتال داخل ہونا پڑا۔ چنانچہ میں اس کی عیادت کو یہاں آیا تھا۔ لیکن ملاقات کا درست وقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ایک گھنٹہ قبل یہاں پہنچ گیا۔

میں کچھ سوچتا ہوا آگے کی طرف جا رہا تھا کہ ایک درمیانی عمر کا شخص جس کے بال الجھے الجھے' شیو بڑھی ہوئی' لباس بغیر استری کے اور چہرہ پریشان سا تھا' ہاتھ میں ایک کاغذ پکڑے میرے پاس سے تیزی سے گزر گیا۔ یوں تو گزرنے کو بہت سے لوگ میرے قریب سے گزرے اور گزر رہے تھے مگر تھوڑی دیر کیلئے میری توجہ اس شخص پر مرکوز ہوگئی۔ مجھے یہ شخص کہیں دیکھا دیکھا سا لگا' کہاں؟ یہ یاد نہیں آ رہا تھا اور اس طرح کی کیفیت میرے لئے کسی چھوٹی موٹی اذیت سے کم نہیں ہوتی۔ تاوقتیکہ یہ یاد آ جائے کہ اس شخص کو میں نے کب اور کہاں دیکھا تھا؟

اچانک ہی مجھے یاد آیا...... آج صبح میں جب کالج آ رہا تھا تو بس میں کافی رش تھا۔ صبح کے وقت ہر روز اتنا یا اس سے بھی زیادہ رش ہوتا ہے اور اکثر اوقات ہمیں بس کے اندر کھڑے ہو کر سفر کرنا پڑتا ہے۔ آج بھی میں کھڑا تھا لیکن اتفاقاً ایک سواری راستے میں اتر گئی چنانچہ مجھے بیٹھنے کا موقع مل گیا۔ ابھی چند لمحات گزرنے پائے تھے کہ میری نظر ایک ''قدرے بزرگ'' شخص پر پڑی۔ وہ بس کا ڈنڈا پکڑے کبھی ادھر جھولتا' کبھی ادھر۔ مجھ سے رہا نہیں گیا۔ میں نے اپنی سیٹ ان کو پیش کر دی۔ کالج بھی زیادہ دور نہیں تھا بس دس پندرہ منٹ ہی کی تو بات تھی۔ بزرگ شخص نے مجھے پرتشکر نظروں سے دیکھا لیکن زبان سے شکریہ ادا نہیں کیا اور سیٹ پر بیٹھ گیا۔

مجھے یاد آ گیا تھا۔ یہ شخص جو ابھی میرے قریب سے گزرا تھا وہی بس والا ''قدرے بزرگ'' شخص تھا۔

''قدرے بزرگ'' اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اس کی عمر ابھی بہت زیادہ نہیں تھی مگر وہ اپنے حلیے اور سر پر سفید بالوں کی آمد میں اضافے کی وجہ سے بزرگ بزرگ سا لگ رہا تھا۔

مریضوں سے ملاقات کا وقت ہو چکا تھا چنانچہ میں دوست کی عیادت کیلئے اوپر چلا گیا۔ میں دوست کی عیادت کر کے واپس آ رہا تھا کہ سیڑھیوں سے اترتے ہوئے میرا پاؤں پھسل گیا اور میں گرنے ہی والا تھا کہ دو ہاتھوں نے مجھے سہارا دے دیا۔ میں نے سنبھل کر پیچھے دیکھا تو اتفاقاً یہ وہی آدمی تھی جسے میں نے بس میں سیٹ دی تھی اور تھوڑی دیر پہلے میرے قریب سے گزرا تھا!!! اس نے مجھے اٹھایا ''بیٹا! کہیں چوٹ تو نہیں آئی؟''

''نہیں انکل! آپ کی وجہ سے بال بال بچ گیا ہوں۔ آپ کا شکریہ!'' اس نے مجھے بیٹا کہا تو میں نے بھی انکل کہہ دیا۔

وہ شخص تھوڑا سا مسکرایا۔ اور سیڑھیوں پر پڑا کاغذ جو غالباً اس کے ہاتھ میں تھا اور مجھے اٹھانے کی کوشش میں ہاتھ سے چھوٹ پڑا تھا' اٹھانے کیلئے جھکا۔

میں نے جلدی سے بڑھ کر وہ کاغذ اٹھایا اور اس کے ہاتھ میں تھما

دیا۔ ساتھ ہی رسماً پوچھا ''آپ کا یہاں کوئی مریض وغیرہ ہے؟'' ''مریض؟'' اس شخص کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمودار ہوئے۔ ''میری بیٹی ہے...... نو سال کی...... فریحہ''

''کیا ہوا اسے؟'' میرا اگلا سوال تھا

''اسے کسی کی نظر لگ گئی ہے!''

میں نے دل میں سوچا یہ کوئی اناڑی شخص ہے بھلا نظر لگنا بھی کوئی بیماری ہوتی ہے۔ تھوڑے سے وقفے کے بعد وہ گویا ہوا مجھے لگ رہا تھا کہ اس کا گلا بولنے میں اس کا ساتھ نہیں دے رہا۔ ''پھول سی پیاری بیٹی ہے میری۔ لیکن اچانک ہی پتہ نہیں...... کیسے...... بلڈ کینسر...... ہو گیا''

بلڈ کینسر کا نام سنتے ہی میرے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ اور چند ثانئے کیلئے میں سکتے کی حالت میں چلا گیا۔ مخاطب شخص چاہے میرا کچھ بھی نہیں لگتا تھا مگر اتنی خطرناک بیماری کا سن کر اس سے ہمدردی ہو جانا کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔

''اسے خون کی اشد ضرورت ہے۔ صبح سے دوڑ دھوپ کر رہا ہوں لیکن ہر طرف سے مایوسی ہی ہوئی ہے''۔

''کیا گروپ ہے خون کا......؟'' میری جگہ کوئی اور بھی ہوتا تو یقیناً اس کا بھی یہی سوال ہوتا

''اے بی پازیٹو......''

''اے بی پازیٹو'' میرے منہ سے تیزی سے یہ لفظ دوبارہ نکلا۔ آیئے میرے ساتھ...... میرے خون کا گروپ یہی ہے'' وہ شخص حیران سا میری طرف دیکھنے لگا۔ شاید اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس طرح اس کی پریشانی کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔

وہ مجھے اپنی بیٹی فریحہ کے پاس لے گیا۔ وہ بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی اور قریب ہی ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی جو یقیناً اس کی ماں تھی۔

میں نے عورت کو سلام کیا اس نے سر کے اشارے سے جواب دیا اور میں بچی کی طرف متوجہ ہو گیا

''السلام علیکم فریحہ بیٹی!''

انکل...... آپ کو میرا نام کیسے آتا ہے۔ میں تو آپ کو نہیں جانتی۔ اس نے جواب کے بجائے سوال کر دیا۔ مجھے اندازہ ہوا کہ فریحہ نہ صرف پیاری بچی ہے بلکہ انتہائی ذہین بھی ہے۔

''آپ کے ابو نے بتایا تھا۔ بہت اچھا نام ہے آپکا''

میں نے قدرے وقفے سے پھر کہا ''اچھا تو فریحہ بیٹی آپ کب ٹھیک ہو رہی ہیں؟''

''بہت جلد...... ڈاکٹر انکل کہہ رہے تھے کہ میں بہت جلد ہی ٹھیک ہو جاؤں گی اور گھر جاؤں گی''

میں تھوڑی دیر تک فریحہ کے پاس بیٹھا رہا۔ وہ اور بھی پیاری پیاری باتیں کرتی رہی۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ وہ سکول میں ہر سال اول آتی ہے اور یہ کہ اس کی مس اسے بہت پیار کرتی ہیں۔ میں فضل خان (اس شخص کا نام یہی تھا) کے ساتھ باہر آ گیا۔ وہ مجھے ساتھ لے کر بلڈ بنک آیا۔ رسمی کارروائی کے بعد میں بلڈ دینے کیلئے بستر پر دراز ہو گیا۔

خون دینے کے بعد فضل خان نے مجھے جوس اور پھل پیش کئے میں نے صرف جوس لیتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا۔ وہ مجھے چھوڑنے کافی دور تک میرے ساتھ آیا۔ وہ بار بار میرا شکریہ ادا کرتا رہا اور میں اسے تسلی دیتا کہ اس کی بیٹی انشاء اللہ جلد ٹھیک ہو جائے گی۔

میری فضل خان سے ملاقات اور فریحہ کیلئے خون دینے کے واقعہ کا ذکر میں نے کسی سے بھی نہیں کیا البتہ زیادہ تر میرے ذہن و دل و دماغ میں فریحہ کا پیارا پیارا اور معصوم چہرہ گھومتا رہتا۔ نبی مہربان نے کتنا سچ فرمایا کہ ''بچے جنت کے پھول ہیں'' اور پھول کسی باغ کے ہوں اچھے لگتے اور دل کو بھاتے ہیں۔ چند روز بعد میں کالج کے گیٹ سے باہر آ رہا تھا کہ میرا آمنا سامنا ایک دفعہ اور فضل خان سے ہو گیا۔ اس کا مسئلہ وہی تھا خون کا۔ میں نے رابطے کیلئے اسے ہاسٹل کے ایک لڑکے کا نام اور کمرہ نمبر دیا مگر وہ بضد رہا کہ میں خود چل کر خون کا بندوبست کر دوں۔ مجھے بھی باہر کوئی خاص کام نہیں تھا لہٰذا میں اس کو ساتھ لے کر ہاسٹل آ گیا خون کے گروپس کی فہرست میرے ایک کلاس فیلو کے کمرے میں پڑی ہوئی تھی۔ میں نے ملاحظہ کی تو ''اے بی پازیٹو'' کے تین چار لڑکے میرے جاننے والے تھے۔ جن میں سے دو ہاسٹل کے رہنے والے تھے۔ چنانچہ ہم ان کے کمروں کی طرف چل پڑے وہاں پہنچے تو کمروں کو بند پایا۔ فضل خان کو ذرا ٹھہر کر آنے کو کہا۔

اس کے جانے کے بعد آدھا گھنٹہ گزرا کہ مطلوبہ خون کے گروپ کا ایک لڑکا مجھے مل گیا۔ میری دردمندانہ گزارش پر وہ خون دینے کو تیار ہو گیا۔ میں فضل خان کا انتظار کئے بغیر ہسپتال چلا گیا۔ فریحہ اس وقت بستر پر بیٹھی کچھ کھا پی رہی تھی۔ میں اس کے قریب ہی پہنچا تھا کہ اس نے پکار کر کہا ''انکل جمال! کیسے ہیں؟'' میں اس کی ذہانت کا مزید قائل ہو گیا اس نے میرا نام صرف ایک ملاقات میں ہی یاد رکھ لیا تھا۔

''میں ٹھیک ہوں فریحہ بیٹی۔ آپ کیسی ہیں؟'' میں نے مسکرا کر کہا ''میں بھی ٹھیک ہوں لیکن ابو مجھے گھر نہیں لے جا رہے۔ میں روزانہ انہیں کہتی ہوں کہ میں بالکل ٹھیک ہوں مگر وہ میری سنتے ہی نہیں''

''اچھا......'' میں مزید کچھ کہتا مگر فریحہ پھر بول پڑی ''میری مس سوچ رہی ہوں گی کہ میں کہاں چلی گئی'' پھر ذرا ٹھہر کر بولی

''اب تو خوبانیاں بھی پک گئی ہوں گی''

''خوبانیاں......'' میں نے پوچھا

اس نے بتایا ''مجھے خوبانیاں بہت پسند ہیں''

فضل خان جو کافی دیر سے خاموش کھڑا تھا' گفتگو میں حصہ لیا اور مخاطب کرتے ہوئے بولا ''جمال! فریحہ بیٹی کو خوبانیاں بہت ہی زیادہ پسند ہیں ان کے پکنے کے موسم میں یہ زیادہ تر باغ میں ہی رہتی ہے اور اکثر اتنا کھا لیتی ہے کہ ڈاکٹر کے پاس لے جانا پڑا'' اس پر سب ہنسے' خود فریحہ بھی میں فریحہ کی طرف مڑا ''فریحہ! ابھی تک خوبانیاں اچھی طرح نہیں پکی ہیں اور ہاں آپ فکر نہ کریں ہم آپ کیلئے ڈھیر ساری خوبانیاں لائیں گے''

''سچ! میں تو خوب کھاؤں گی......'' فریحہ نے خوش اور مسکراتے ہوئے کہا

میں مزید وہاں ٹھہرتا لیکن مجھے ایک کام یاد آ گیا تھا لہٰذا میں فضل خان سے اجازت لے کر وہاں سے چلا آیا۔

کام سے فارغ ہو کر میں سیدھا گھر چلا آیا اور حسب معمول آرام کرنے کے بعد پڑھائی کیلئے باغ میں چلا گیا۔ میری نظر خوبانیوں کے درخت پر آ کر ٹھہر گئی۔ اور دماغ کے کسی کونے سے فریحہ کی یاد سامنے آ گئی۔

''خوبانیاں پکنے میں ابھی شاید ایک آدھ ہفتہ مزید لگ جائے گا'' میں نے سوچا۔ باغ کے دوسرے کونے میں مالی پودوں کو پانی دے رہا تھا۔ میں ٹہلتا ہوا وہاں چلا گیا۔ دیکھا ایک پھولدار پودا مرجھا رہا ہے مگر مالی بدستور اس کو پانی سے نہلا رہا ہے۔ میں نے مالی سے پوچھا ''انکل! یہ پودا مجھے تو نہیں لگتا کہ ہرا ہو یہ تو مرجھا رہا ہے۔ اس پر پانی ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟''

مالی پودے پر جھکا ہوا تھا' کمر میں ہاتھ دے کر سیدھا کھڑا ہوا اور بولا:۔ ''بیٹا! پودا چاہے مرجھائے یا ہرا بھرا ہو مالی کا کام پانی دینا ہے اور میں وہی کر رہا ہوں''

میں اس کی ہی طرف متوجہ تھا وہ مزید بولا:

''اس پودے کے ہرا ہونے کے امکان ہیں' میں تو ان پودوں کو بھی پانی دیتا ہوں جن کے مرجھانے کے امکان زیادہ ہوتے ہیں''

میں کچھ سوچنے لگا۔ اسی اثناء میں مالی نے مجھے آواز دی۔

''بیٹا! کیا سوچ رہے ہو۔ کوئی پریشانی ہے؟''

''اس سے بڑی پریشانی کیا ہوگی؟''

میں نے اپنی نصاب کی کتاب اس کو دکھاتے ہوئے کہا

اس پر وہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔

ایک ہفتہ گزر گیا۔ میں صبح صبح باغ میں گیا۔ اور بہترین قسم کی پکی ہوئی موٹی تازی خوبانیوں کا بیگ بھر کر ساتھ لے آیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ جاتے ہوئے ہسپتال میں فریحہ کو دے دوں گا۔ چنانچہ میں سیدھا اس وارڈ میں پہنچا جہاں فریحہ کا بیڈ تھا۔ مگر وہاں فریحہ کو نہ پا کر میں باہر نکل کر کاریڈور میں چلنے لگا۔ راستے میں فریحہ کے انکل ملے۔ میں دوڑ کر ان کے پاس پہنچا اور فریحہ کے متعلق پوچھا ''فریحہ کہاں ہے اور کیسی ہے میں اس کی پسندیدہ چیز لایا ہوں۔ خوبانیاں''

میرے سوال پر اس کی آنکھوں میں واضح نمی تیرنے لگی وہ کبھی مجھے اور کبھی میرے ہاتھ میں بیگ کی طرف دیکھتا۔ قبل اس کے کہ میں کچھ بولتا وہ خود ہی بول پڑا:

''وہ...... تو...... وہ...... آج صبح...... چلی گئی''

میں سمجھا شاید رو بصحت ہونے کی وجہ سے گھر چلی گئی ہو۔

''اب کیسی ہے۔ آپ گھر جا رہے ہیں تو یہ بھی لیتے جایئے۔ بتایئے گا کہ انکل جمال نے بھیجی ہیں بہت خوش ہوگی''۔

''جمال! اب وہ یہ نہیں لے سکتی۔ وہ تو اللہ کے پاس چلی گئی ہے''۔ جیسے ہی اس نے یہ بات کہی مجھے ایسا لگا کہ میں گلیشیئر میں کھڑا ہوں اور میرا جسم بالکل سن ہو گیا ہو۔ میں مزید کچھ کہہ نہیں سکا۔ مجھے رونا بھی آ رہا تھا لیکن حلق سے آواز بھی نہیں نکل رہی تھی۔ میں اسی کیفیت میں واپس ہو لیا۔

دو تین روز بعد میں صبح صبح کالج آ رہا تھا۔ بس میں حسب معمول رش تھا۔ کوئی کھڑا تھا اور کوئی بیٹھا۔ اور کوئی سیٹ خالی ہونے کے انتظار میں تھا۔ میرے ساتھ میرا دوست بھی تھا۔ ہم دونوں خوش قسمتی سے بیٹھے تھے کہ ایک بزرگ ہماری سیٹ کے ساتھ لگ کر کھڑے ہو گئے۔ میں اٹھنے ہی والا تھا کہ دوسرے لمحے میں یکدم سیٹ پر بیٹھ گیا۔

میرا دوست مجھے ٹھوکا دے کر بولا ''اٹھو! دیکھ نہیں رہے بزرگ کھڑے ہیں''

''میں ہرگز نہیں اٹھوں گا...... تم نے اٹھنا ہے تو سیٹ چھوڑ دو'' میرے اس جواب پر دوست نے خفگی کا اظہار کیا اور خود ہی سیٹ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور

میرے ذہن میں فضل خان سے پہلا آمنا سامنا اور فریحہ سے واقفیت اور آخری ملاقات کی فلم گردش کرنے لگی۔

میں خولہ ہوں

سید شہباز بخاری ایف سی کالج - لاہور

اسلامی تاریخ کے سنہری صفحات میں جو سچے واقعات سچے موتیوں کی طرح جگمگا رہے ہیں۔ان میں ایک انمول موتی کا نام حضرت ضرارؓ لازور ہے۔آپ بڑے بہادر اور مانے ہوئے شہ سوار تھے۔ جنگ کے دوران اس شان اور بے جگری سے لڑتے کہ جو دیکھتا بے اختیار واہ واہ پکار اٹھتا۔

حضرت ضرارؓ کی عادت تھی کہ میدان جنگ میں جب جوش میں آجاتے تو اپنی زرہ بکر اتار پھینکتے اور ننگے پنڈے دادشجاعت دیتے دشمن کی صفوں میں گھس جاتے۔

ایک لڑائی کے دوران حضرت ضرارؓ رومیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے جوش میں تلوار چلاتے ان کے لشکر میں بہت آگے چلے گئے۔رومیوں نے آپ کو نرغے میں لے لیا۔ایک تیر حضرت ضرارؓ کے بازو میں لگا۔آپ نے پروا نہ کی اور تیر بازو سے کھینچ کر یوں نکال دیا۔جیسے معمولی کانٹا ہو۔ تیر کو یوں نکالنا کوئی معمولی بات نہ ہے۔کیونکہ جہاں سے تیر نکالا جاتا ہے وہاں سے گوشت باہر نکل آتا ہے۔

لیکن حضرت ضرارؓ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی جرأت عطا فرمائی ہوئی تھی کہ ایک جھٹکے سے تیر بازو سے باہر نکال پھینکا۔اور دائیں ہاتھ سے تلوار چلاتے گئے۔رومی لشکر کٹ کٹ کر گرنے لگا۔رومی حضرت ضرارؓ کو زندہ گرفتار کر کے اپنے شہنشاہ ہرقل کے سامنے پیش کر کے انعام حاصل کرنا چاہتے تھے۔

حضرت خالد بن ولید نے آپ کو اسلامی لشکر کا سالار مقرر فرما کر بھیجا تھا۔ جب حضرت خالد بن ولیدؓ کو آپ کی گرفتاری کا علم ہوا۔تو خود ان کی رہائی کے لئے رومی لشکر کے پیچھے روانہ ہوئے۔ابھی لڑائی شروع نہیں ہوئی تھی کہ ناگاہ اسلامی لشکر سے ایک گھوڑا برق رفتاری سے نکلا۔اور اس پر ایک سیاہ نقاب پوش سوار تھا۔اس کے ایک ہاتھ میں چمکتی ہوئی تلوار تھی۔ وہ رومیوں پر یوں جھپٹا جیسے چڑیوں کے غول پر عقاب جھپٹتا ہے......وہ سیاہ پوش اتنا پھرتیلا اور پر جوش تھا کہ جو اس کے سامنے آیا وہ اس کا نشانہ بنتا چلا گیا ......دوست تو دوست دشمن بھی اس کی بہادری کی داد دے رہے تھے۔ حضرت خالد بن ولید بھی اس کی بہادری اور جنگی مہارت پر عش عش کر اٹھے......"

مرحبا...... یہ جوان کس بہادری سے دشمن پر جھپٹتا ہے ......کس خوبی سے انہیں کاٹتا اور ان کے نرغے سے نکل آتا ہے...... مگر یہ جوان ہے کون؟ اور یہ بات اسلامی سپہ سالار کے ذہن میں ہی نہیں تھی۔ بلکہ ہر مجاہد حیران تھا۔وہ اپنے ہر ساتھی کے لڑنے کا انداز جانتے تھے۔لیکن اس جوان کو انہوں نے کبھی نہ دیکھا تھا۔حضرت خالد نے مسلمانوں کو رومیوں پر حملے کا حکم دیا......اور پھر کفر و باطل کا چونکا دینے والا معرکہ شروع ہو گیا......"

حضرت خالد بن ولید نے دیکھا کہ کچھ ہی دیر بعد وہ نقاب پوش ایک رومی سردار کا سر تن سے جدا کرتا ہوا آپ کے پاس سے گزرا...... حضرت خالد بن ولید نے اسے رکنے کا اشارہ کیا اور فرمایا......اے بہادر۔تو کون ہے؟ مرحبا......تو نے مسلمان ہونے کا حق ادا کر دیا......سیاہ پوش کے نقاب سے دو چمکتی ہوئی آنکھیں نظر آ رہی تھیں ......اس نے آپ کی طرف دیکھا...... اپنی خون سے لتھڑی ہوئی تلوار لہرائی......اور جب دیکھا کہ رومی دستہ ان کی طرف بڑھ رہا ہے تو پھر اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی

......اور رومی لشکر میں جا گھسا...... رومی لشکر بدحواس ہو چکا تھا...... حضرت خالد نے اپنے مجاہدوں کو حکم دیا کہ اس دلیر مجاہد کو ان کے پاس لے کر آئیں...... مجاہد اس سیاہ پوش مجاہد کو آپ کے پاس لے کر آئے۔ تو اس سیاہ پوش مجاہد کے کپڑے خون سے تر ہو رہے تھے۔ شمشیر سے ابھی تک خون ٹپک رہا تھا......

حضرت خالد بن ولید نے فرمایا...... اے مجاہد تو جس جوانمردی اور شجاعت سے دشمنوں کے ساتھ لڑتا رہا ہے اس نے میرے علاوہ تمام لشکر اسلام میں تیری عزت پیدا کر دی ہے۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ تو کون ہے......؟

سیاہ پوش مجاہد نے کہا۔

اے سپہ سالار...... میں خولہؓ ہوں۔ ضرارؓ کی بہن...... خدائے واحدہ لا شریک کی قسم...... میں اپنے بھائی کو رومیوں کے قبضہ سے چھڑا کر رہوں گی......"

حضرت خالد بولے...... مرحبا...... خوش نصیب ہے الازور جس کے گھر میں تیرے جیسی بیٹی...... اور ضرارؓ جیسا بیٹا پیدا ہوا...... لیکن ابھی اللہ کے مجاہدوں پر ایسا وقت نہیں پڑا کہ عورتوں کو میدان جنگ میں آنا پڑے...... انشاءاللہ ہم ضرارؓ کو ضرور رہا کرائیں گے...... حضرت خالد بن ولید نے حضرت ضرارؓ کی تلاش میں ایک دستہ روانہ کیا...... مجاہدین چاروں طرف بکھر کر آپ کو تلاش کرتے رہے...... تین چار مجاہد ایک بستی کے پاس پانی پینے کے لئے رکے...... تو وہاں کے لوگوں سے معلوم ہوا کہ آج رومیوں کا ایک دستہ ادھر سے گزرا تھا...... اور ان کے ساتھ ایک آدمی تھا...... اور اسے ان لوگوں نے گھوڑے پر باندھ رکھا تھا...... وہ شاید زخمی تھا اس کے بازو پر پٹی بندھی ہوئی تھی...... فوری طور پر یہ اطلاع حضرت خالد بن ولید کو پہنچائی گئی...... تو آپ نے اسی لمحے حضرت رافع بن عمرہ کو ایک سو مجاہدین کا دستہ دے کر حضرت ضرارؓ کو چھڑانے کے لئے روانہ فرمایا...... اسلامی دستے کو ہدایت فرمائی کہ رومی دستے کو اپنے اڈے پر پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں گھیر لو...... ناگاہ...... کیا دیکھتے ہیں کہ پیچھے سے ایک سوار گرد اڑاتا ہوا تیز رفتاری سے اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑاتے ہوئے آ رہا ہے۔ حضرت رافع بن عمرہ سمجھے شاید حضرت خالد نے کوئی قاصد بھیجا ہے...... اور کوئی نیا حکم لایا ہے...... گھڑ سوار قریب آیا تو آپ نے دیکھا تو اس پر وہی سیاہ پوش یعنی خولہؓ سوار ہیں...... وہ بھی اپنے بھائی کو چھڑانے کے لئے مجاہدین کے ساتھ جانا چاہتی ہیں......"

ادھر رومی فوجی جن کی تعداد ایک سو سے زیادہ تھی...... ضرارؓ کو باندھے لے جا رہے تھے کہ مسلمانوں کا ایک سالار قابو میں آیا ہے...... وہ اسے اپنے شہنشاہ ہرقل کے سامنے پیش کر کے انعام کی امید رکھتے تھے...... وہ بڑے مطمئن اور خوش وخرم تھے...... ان کے خواب وخیال میں بھی نہ تھا کہ اسلامی دستہ ان کے پیچھے چکر کاٹ کر آگے پہنچ چکا ہے...... اور قضا ان کے سروں پر منڈلا رہی ہے...... اور ان کی تلواریں رومیوں کو کاٹنے کے لئے بے نیام ہیں۔

جونہی رومی سپاہی۔ اس جگہ سے گزرے جہاں مجاہدین گھات لگائے بیٹھے تھے۔ اچانک اللہ اکبر کا فلک شگاف نعرہ بلند ہوا...... مجاہدین ان پر ٹوٹ پڑے خولہؓ نے جب دیکھا کہ ان کا بھائی بندھا ہوا ہے۔

وہ جوش میں آ گئیں...... اور ایسی تلوار چلائی کہ بس رہے اللہ کا نام...... جو سامنے آ گیا خاک اس کا مقدر بنی...... وہ تلوار چلاتیں...... برچھی سے دشمنوں کے سینے چھلنی کرتیں ضرار تک پہنچ گئیں...... اور انہیں رہا کروالیا......"

رومی پسپا ہوئے اور حضرت خولہؓ نے اپنی لاجواب شجاعت سے دشمن پر واضح کر دیا...... کہ جس قوم میں ایسی بہادر خواتین ہوں اسے کون شکست دے سکتا ہے......"

بقیہ سکول شو

بہت پسند کیا گیا۔

ڈرامے کے بعد 10th کلاس کی رابعہ نصیر نے "پھول" میگزین پر اپنی لکھی ہوئی ایک خوبصورت نظم پیش کی، جس سے یہ اندازہ ہوا کہ بچے کتنے ذوق وشوق سے اپنے پسندیدہ میگزین کو پڑھتے ہیں۔ اس نظم کے بعد ٹیچر اقصیٰ نے پھول پر ایک تجزیاتی تقریر کی۔

یہاں پر سٹیج کا سلسلہ کچھ دیر کے لئے روک دیا گیا اور ایڈیٹر بھیا بچوں کے بنائے ہوئے ماڈلز باری باری دیکھنے لگے۔ ہر کلاس کے ایک بچے نے اپنے ماڈل کے بارے میں مختصر وضاحت کی۔ تمام ماڈلز بچوں کی محنت لگن اور شوق کا منہ بولتا ثبوت تھے۔ 10th کلاس نے سوڈیم کلورائیڈ کے مالیکیولز کا ماڈل، B52 کا ماڈل اور نقشہ پاکستان پیش کیا۔ 9th کلاس نے شیشے کا ورلڈ گلوب پیش کیا جس پر آئل پینٹنگ کی گئی تھی۔ نیز اس میں بلب کی روشنی سے خوبصورتی پیدا کی گئی تھی۔ گلوب کے گرد مدار پر چاند بھی دکھایا گیا تھا اسی طرح 8th کلاس نے "دل" کا خوبصورت ماڈل پیش کیا جس میں چھوٹے چھوٹے بلب لگائے گئے تھے۔ اس ماڈل کی وضاحت کرتے ہوئے 8th کلاس کا بچہ جس نے ڈرامے میں ڈاکٹر کا کردار ادا کیا تھا کچھ گڑبڑا گیا تو ایڈیٹر بھیا نے ہنستے ہوئے کہا کہ "آپ تو ڈاکٹر ہو کے پریشان ہو رہے ہیں" اس جملے پر سب بہت محظوظ ہوئے۔ 7th کلاس نے دو ماڈلز فیصل مسجد اور Wind wame کا ماڈل پیش کیا۔ فیصل مسجد اس قدر نفاست سے بنی ہوئی تھی کہ ایڈیٹر بھیا کو شک ہو گیا کہ یہ بچوں نے نہیں بنائی ان کے پوچھنے پر 7th کلاس کی بچی مدیحہ ذوالفقار نے اعتراف کر لیا کہ اس نے اپنی مما کے ساتھ مل کر یہ مسجد بنائی ہے۔ ایڈیٹر بھیا نے بچی کے سچ کو بہت سراہا۔ 6th کلاس نے دو ماڈلز پیش کئے۔ ایک آتش فشاں پہاڑ کا ماڈل تھا جس میں سرخ لاوا نکلتے ہوئے بھی دکھایا گیا تھا۔ دوسرا ماڈل مختلف بائیولوجیکل سیلز کی Sea-Foam سے بنائی ہوئی اشکال تھیں سب بچوں نے بہت اعتماد اور خوبصورتی سے اپنے اپنے ماڈلز کی وضاحت کی۔

اس کے بعد سٹیج کا سلسلہ پھر سے شروع ہو گیا۔ مختلف کلاسز کے بچوں نے علامہ اقبالؒ کی نظم "بلبل اور جگنو" رات کی روشنی کی طرح کے بہروپ دھارے اس کے بعد 5th اور 6th کلاس نے پھلوں کے بارے میں ایک ٹیبلو پیش کیا جس میں آم، کیلا اور انگور باری باری اپنے اپنے بارے میں خوبصورت نظمیں گا کر سناتے ہیں۔

اس ٹیبلو کے بعد ٹیچر غزالہ نے "پھول" میگزین کے بارے میں بہت بے ساختہ انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

ٹیچرز کے علاوہ سکول کی دو بچیوں نے بھی پھول "میگزین" پر تقاریر پیش کیں۔ 9th کلاس کی سنیعہ رحمان اور 10th کلاس کے مابین علامہ اقبالؒ کے موضوع پر ایک کوئز کی صورت میں پیش کیا گیا۔ بچوں نے اپنی اپنی کلاس کی حوصلہ افزائی کیلئے ہاتھوں میں Ribben Ruffs پکڑے ہوئے تھے۔ کسی سوال کے درست ہونے پر جب وہ انہیں زور زور سے ہلاتے تو ہال میں رنگ اور جوش بکھر جاتا۔ 10th کلاس کا رنگ "زرد" تھا اور 9th کلاس کا "سرخ"۔ یہ دلچسپ مقابلہ 10th کلاس نے جیت لیا۔

اسکے بعد بھیا جی کو سٹیج پر بلایا گیا کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ بھیا جی کے بے حد بے ساختہ اور دلچسپ انداز کو بہت پسند کیا گیا۔ ایک لمحے کے لئے بھی ہال میں موجود کسی شخص کی توجہ تقریر سے نہ ہٹی۔ بھیا جی نے بچوں کی پرفارمنس اور جوش کو بہت سراہا اور تقریب کے انتظام کی بہت تعریف کی۔ بھیا جی نے اپنی زندگی کے بہت دلچسپ واقعات بھی بتائے۔ جن سے سب بہت محظوظ ہوئے۔ ان واقعات میں بھی بچوں کیلئے کوئی نہ کوئی درس تھا۔ مثلاً بچے اپنے بزرگوں، نانا، دادی وغیرہ سے بہت محبت کریں اور ان کے ساتھ کچھ وقت روزانہ ضرور گزاریں۔ ان سے باتیں کریں اور ان کے ساتھ کھیلیں۔ اسی طرح بچے اپنے والدین کا بھی خیال رکھیں اور کبھی ان کے پاس بیٹھ کر دل سے، بہت محبت سے ان کی محبتوں کے لئے ان کا شکریہ ادا کریں۔ صرف اپنے والدین کا ہی نہیں بلکہ اپنے اساتذہ کرام کا بھی دل سے احترام کریں۔ بھیا جی کی سب باتیں حقیقتاً دل کو چھو لینے والی تھیں۔ مزے کی بات یہ تھی کہ انکی تقریر سنتے ہوئے یہ محسوس ہی نہ ہوا کہ وہ کوئی نصیحت کر رہے ہیں۔

اس کے بعد سکول کے سرپرست جناب محمد جاوید صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار کیا جس میں انہوں نے بھیا جی کا شکریہ بھی ادا کیا۔ اور بچوں کی کارکردگی کی بھی تعریف کی۔

آخر میں بچوں میں انعامات تقسیم کئے گئے۔ ٹیبلوز میں باربی ڈول او نغمے والے ٹیبلو نے انعام حاصل کیا۔ ڈراموں میں "جراثیم اور صفائی" نے انعام حاصل کیا۔ ایڈیٹر بھیا نے ماں کا کردار ادا کرنے والی بچی انجم عارف کی خاص طور پر تعریف کی۔ ماڈلز میں 6th کلاس کو آتش فشاں پہاڑ بنانے پر انعام ملا۔ یہاں پر ایڈیٹر بھیا 7th کلاس کی مدیحہ ذوالفقار کی ایک بار پھر سچ بولنے پر خاص طور پر تعریف کی۔ تقاریر میں 10th کلاس کی صدیقہ نے انعام حاصل کیا۔ ٹیچرز کی تقاریر میں بھیا جی نے ٹیچر غز[illegible] بہت تعریف کی۔ انہوں نے ان کے انداز فکر کو سراہا اور "پھول" میں کڈز سپیشل میں دو صفحات لکھنے کے لئے ان کے نام کا اعلان کیا۔ اسی طرح 7th کلاس کی مدیحہ ذوالفقار اور 10th کلاس کی عائشہ صدیقہ اور اقراء شاہد کی ایک دن کی ایڈیٹری کا بھی اعلان کیا گیا۔ 10th کلاس نے کوئز میں جیتنے پر انعام دیا گیا۔

سکول کی بہترین ٹیچر کی شیلڈ ٹیچر عاصمہ نے حاصل کی۔ ان کی جاندار کمپیئرنگ اور منتظمانہ صلاحیتوں کو بھیا جی نے بہت سراہا۔ سکول کے بہترین طالب علم کی شیلڈ 7th کلاس کے راحیل اقبال کو دی گئی۔

آخر میں جاوید صاحب نے ایڈیٹر بھیا کو شیلڈ پیش کی اور بھیا جی نے بھی پرنسپل ریحانہ صاحبہ اور جاوید صاحب کو شیلڈز پیش کیں۔ انعام لینے والے بچوں نے اپنی اپنی کلاس ٹیچرز کے ساتھ تصاویر بنوائیں۔ بہت سے بچوں نے بھیا جی سے آٹو گراف لئے اور یوں یہ خوبصورت تقریب ہنستے مسکراتے اپنے انجام کو پہنچ گئی۔

5

پلا

ایک احسان مند پلے کی کہانی اس پہ ایک ایسے آدمی کے احسان کا بہت بوجھ تھا جسے لوگ دھرتی پر بوجھ سمجھتے تھے

سعدیہ خان۔ کوٹلی آزاد کشمیر

ایک درد کی ٹیس کے ساتھ میری آنکھ کھلی۔ آج چوتھا روز تھا یہ دکاندار روزانہ مجھے صبح اسی طرح اپنے جوتے کی ٹھوکر سے جگاتا تھا۔ میرے اٹھ کر بیٹھنے تک میری ٹانگوں پر میری کمر پر اور میرے خالی پیٹ پر اس دکاندار کی ٹھوکریں لگ چکی تھیں۔ اصل ٹھوکر کا احساس اس وقت ہوا جب جوتے کی ٹھوکر دو دن سے خالی پیٹ پر لگی۔ میرا قصور ہی کیا تھا؟ صرف اتنا کہ میں ایک فقیر تھا جس کے پاس رہنے کی جگہ نہیں تھی اور سردی کے موسم میں بھی جسم کو گرم رکھنے کیلئے گرم کپڑے نہ تھے۔ دکاندار کی میرے ساتھ کوئی خاص جنگ اور دشمنی نہ تھی۔ میرا قصور اتنا تھا کہ میں رات گزارنے کیلئے اسی کی دکان کے باہر پڑے ہوئے لکڑی کے تختے پر سوجایا کرتا تھا۔ جو دکاندار کو ناگوار گزرتا تھا۔ آج اٹھتے ہوئے میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اب اس کی دکان کے باہر کبھی نہ سویا کروں گا حالانکہ یہ زمین اسی خدا کی تھی جس نے کسی کو امیر بنایا اور کسی کو میرے جیسا غریب بنایا۔

وہاں سے اٹھا اور سیدھی سڑک پر چل دیا اور تو کوئی کام نہ تھا کرنے کو البتہ بھوک بہت زوروں کی لگی تھی۔ شہر میں لوگ آ جا رہے تھے مگر سب لوگوں کو نجانے کیا ہو گیا تھا کہ بہت سے فضول کاموں پر تو ہزاروں خرچ کر جاتے ہیں اور میرے جیسے بھوکے انسان کو دینے کیلئے کسی کے پاس کچھ نہ تھا۔ ابھی میں اپنی سوچوں میں گم تھا کہ سامنے ایک ہجوم پر نظر پڑی۔ ایک سرخ کار کے ساتھ ایک عورت کھڑی رو رہی تھی ساتھ ہی ایک میری طرح کا فقیر زمین پر پڑا تھا ساتھ ہی خون کے قطرے نظر آ رہے تھے جو اس بات کی گواہی دے رہے تھے کہ اس فقیر کا آخری وقت قریب ہی ہے۔ کچھ فاصلے پر ہونے کی وجہ سے میں اس عورت کی آواز نہ سن پا رہا تھا مگر اس فقیر پر رشک ضرور کر رہا تھا کہ کوئی تو ہے جو اس کی موت پر رو رہا ہے۔ میں چلتا چلتا ہجوم کے قریب پہنچ گیا۔ قریب جا کر اس عورت کی عظمت کو سلام کرنے کا دل چاہا جو ایک فقیر کیلئے اپنے آنسو بہا رہی تھی مگر اس کے آخری الفاظ سن کر مجھے کچھ عجیب سا لگا وہ کسی موتی کا ذکر کر رہی تھی اور ہچکیاں لیتے ہوئے کہہ رہی تھی کہ اس بوڑھے فقیر کی وجہ سے میرا موتی مر گیا۔ میں نے کتنے پیار سے پالا تھا اور اس بوڑھے فقیر......

میں اب بھی اصل صورتحال نہ جان پایا تھا۔ میں نے سمجھا کہ شائد اس عورت کا بچہ مر گیا ہے مگر جونہی میں نے گاڑی کی دوسری طرف دیکھا تو وہاں ایک سفید رنگ کا کتا مرا پڑا تھا۔ تب میں نے محسوس کیا کہ میرے اندر کچھ ٹوٹ گیا ہے کہیں کوئی کرنٹ لگا ہے۔ یوں لگا جیسے کسی نے زور سے دھکا دیا ہو اور میں منہ کے بل زمین پر گرا ہوں۔ میں کتے کی زندگی پر رشک کرنے لگا بلکہ حسد کرنے لگا کہ وہ جانور ہو کر انسان سے بہتر ہو گیا ہے۔ ایک انسانی جان کے ضائع ہونے پر کسی نے آنسو نہیں بہائے لیکن ایک کتے کے مر جانے پر کوئی مسلسل آنسو بہائے جا رہا تھا۔ اس بے چارے فقیر کی تدفین تک میں ادھر قبرستان میں ہی رہا۔ اور مرے ہوئے فقیر کی موت پر شکر ادا کرتا رہا کہ اس کی دنیاوی مصیبتیں تو ختم ہوئیں۔

جب تک میں قبرستان میں رہا تب تک بھوک کی طرف میرا خیال نہیں گیا۔ مگر جونہی دوبارہ زندگی کی طرف لوٹا میری بھوک نے مجھے پھر ستانا شروع کر دیا۔ میں وہیں سڑک کے ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا کیونکہ اب میرا وجود میرا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ کافی دیر گزر جانے کے بعد دو لڑکے آتے دکھائی دیئے جو میری طرف ہی آ رہے تھے۔ ایک نے میری طرف ایک روپے کا سکہ اچھال دیا اور زور سے بولا کہ روپے کی قیمت گر گئی ہے۔ میں نے دل میں سوچا کہ روپے کی نہیں انسان کی قیمت گر گئی ہے۔ اسی امید پر بیٹھا رہا کہ شائد کہیں سے کوئی اور مدد مل جائے۔ بیٹھے بیٹھے میں سوچنے لگا کہ اس لڑکے نے سکہ میری طرف ایسے کیوں اچھالا جیسے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہو پھر اپنے آپ سے سوال جواب کرتے کرتے ایک ہی جواب ذہن میں آیا کہ مجھ میں کمی ہے صرف اس بات کی کہ میرے پاس ایسا کوئی وسیلہ نہیں ہے جس کے ذریعے میں بھی عزت کی روزی کما سکوں۔ بابا جی! کی آواز نے مجھے چونکا دیا اور دینے والے ہاتھ نے ایک روپیہ میری جھولی میں ڈال دیا۔ احساس ہوا کہ "دینے والا ہاتھ مانگنے والے ہاتھ سے بہتر ہے"

شام ہو چکی تھی۔ سردی کا بھی زور بڑھ چکا تھا۔ ایک دکان سے میں نے اپنے لئے ایک نان لیا کیونکہ یہ شہر کی آخری دکان تھی اور تازی روٹی ابھی بنی نہ تھی البتہ دن کا یہی ایک نان بچا تھا جس پر میری مہر لگی تھی۔

میں نے نان لیا اور کسی سائبان کی تلاش میں نکلا کہ صبح جب اٹھوں تو کوئی درد نہ ہو۔ کوئی ٹیس نہ نکلے۔ کوئی جگانے والا جوتے سے میری صبح کا آغاز نہ کرے۔ میں چلتا چلتا ریل کی پٹڑی کے پاس آ گیا۔ جہاں پاس ہی ایک ایسی جگہ موجود تھی جہاں سردی سے بچنے کیلئے چھت تو تھی۔

میں نے ابھی پہلا ہی نوالا توڑا تھا کہ نجانے کہاں سے ایک بھورے رنگ کا پلا آ گیا اور لگا میرے پاس شور کرنے۔ شائد وہ

نان کی خوشبو کے پیچھے آ گیا تھا۔ میں نے اسے پہلے تو کوئی اہمیت نہ دی مگر اب وہ میرے بالکل پاس آ گیا تھا۔ ابھی تک میں صرف ایک ہی نوالا توڑ پایا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ مجھے کوئی تنگ نہ کرے مگر وہ پلا...... !میں نے اس پلے سے کہا کہ "میں تم کو روٹی نہیں دے سکتا کیونکہ مجھے بھی آج ہی ملی ہے"۔ پھر میں نے اسے ہاتھوں سے پرے دھکیل دیا اور ٹوٹا ہوا نوالا منہ میں ڈال لیا۔ مگر وہ پلا میرے پیچھے سے ہوتے ہوئے میرے بالکل سامنے کھڑا ہو گیا اور زیادہ زور سے چلانے لگا۔ مجھے یوں لگا جیسے پلا کہہ رہا ہو کہ میں بھی دو دن سے بھوکا ہوں۔ میں نے اس سے پھر کہا کہ "تم کہیں اور چلے جاؤ میں دو دن کا بھوکا ہوں اگر میں نے یہ نہ کھایا تو مر جاؤں گا تم مجھے مت تنگ کرو" مگر پلا اپنی جگہ سے تھوڑا سا ہٹا اور پھر دوبارہ میرے سامنے کھڑا ہو گیا اور پھر ترستی ہوئی اور لالچی آنکھوں سے نان کی طرف دیکھنے لگا۔ پہلے تو وہ نان کی طرف دیکھتا رہا مگر جب اس نے میری طرف دیکھا تو اس کی آنکھوں میں مجھے التجا نظر آئی۔ مجھے یوں لگا جیسے اس کی آنکھیں کہہ رہی ہوں کہ میں اس پر رحم کروں۔ بے شک رحیم وہی ذات ہے جس نے وعدہ کیا ہے کہ "تم دوسروں پر رحم کرو میں تم پر رحم کروں گا" اب اس پلے پر مجھے ترس آنے لگا۔ اور میں سوچنے لگا کہ یہ بے زباں ہے کسی سے مانگ نہیں سکتا۔ یہ خود خرید نہیں سکتا۔ اس کو تو ابھی اتنا بھی نہیں پتا کہ دکانوں کے پاس سے بچا ہوا کھانا کیسے اٹھاتے ہیں اور اپنے پیٹ کی آگ کو بجھاتے ہیں۔ یہ سب سوچ کر میں نے نان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کیے اور اس پلے کو کھلانے لگا۔ اس پلے کو دم ہلاتے ہوئے دیکھ کر مجھے بھی خوشی ہوئی بالکل اسی طرح کی خوشی جب دکان سے میں نے نان لیا تھا اور کھانے کے لئے چلا تھا۔ آخری نوالے پر دل چاہا کہ خود کھا لوں مگر پلے کا کھلا ہوا منہ دیکھ کر میں نے اپنے آپ کو سمجھایا کہ میں اشرف المخلوقات ہوں اور کیا میں نے اشرف المخلوقات ہونے کا کوئی حق ادا کیا ہے۔ اس سوچ کے آتے ہی میں نے آخری نوالا بھی پلے کو کھلا دیا۔

اب میں دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور وہ پلا میرے پاس کھیلنے لگا جیسے میں اس کی ماں ہوں اسی دوران مجھے نیند آ گئی۔ مجھ پہ صبح اس عالم میں آئی ہے کہ میں ہلکا پھلکا ہو کر فضا میں تیر رہا ہوں۔ نہ کوئی بوجھ نہ بھوک۔ مگر یہ کیا۔ بچے لوگوں کا رش کیوں ہے۔ غور کیا تو ایک اکڑی ہوئی لاش کے پاس لوگوں کا ہجوم تھا کسی کی آنکھوں میں آنسو نہ تھے۔ کسی کو دکھ نہ تھا کسی کو کوئی احساس نہ تھا کسی کو کوئی غرض نہ تھی۔ بہت سے تو صرف تماشائی تھے۔ کسی کو اس سے کوئی ہمدردی نہ تھی مگر ایک جاندار کو اس سے ہمدردی تھی اور وہ تھا وہ پلا جو کئی گھنٹوں سے اس بے جان لاش کے پاؤں چاٹ رہا تھا۔ جو احسان کا بدلہ اتارنا جانتا تھا۔ جو اپنے محسن کو جانتا تھا۔ ایسا جاندار جو بے زبان تھا جو شکریہ تو ادا نہ کر سکتا تھا مگر جس نے اپنے سارے جذبات و احساسات اور اپنا جسم و جان اپنے محسن کے قدموں میں رکھ دیا تھا۔ وہ لاش میری اپنی ہی تھی اور جب تک وہ لاوارثوں کی طرح پڑی ہے میری روح اسے چھوڑ کر کیسے اپنے مستقل ٹھکانے کی طرف جا سکتی ہے۔

دوسروں کیلئے جینے والوں کی کہانیاں

مادام میری کیوری

عائشہ کوثر

میری ایک شریف جاگیردار پولش خاندان کے پانچ بچوں میں سے ایک تھی۔ اس کا نمبر سب سے آخری تھا۔ اس کا باپ ایک استاد تھا۔ میری کی ماں نے علاقے کی لڑکیوں کی تربیت کیلئے اپنے گھر پر ہی ایک ادارہ کھول رکھا تھا۔ تاہم میری بہت کم عمری میں ہی ماں کے سائے سے محروم ہو گئی تھی۔

میری کا باپ ایک محب وطن پولش تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے بچوں اور شاگردوں کی حوصلہ افزائی کرتا کہ انہیں اپنے روسی حکمرانوں کی زبان اختیار نہیں کرنی ہے۔ بلکہ اپنی مادری زبان میں تعلیم حاصل کرنی ہے۔ اس "جرم" کی پاداش میں حکومت نے اس کی تنخواہ میں انتہائی کمی کر دی۔ تنخواہ اب اتنی تھوڑی تھی کہ وہ اپنے خاندان کیلئے بمشکل خوراک و رہائش کا بندوبست کر سکتا تھا۔ یہ مشکل دن تب کچھ آسان ہو گئے جب اس کے بچوں نے باپ کا ہاتھ بٹانے کیلئے مختلف ٹیوشن ڈھونڈ لیں۔

تب پولینڈ پر روس کی حکومت تھی اور حکومت نے اعلیٰ تعلیم کو بغاوت کی وجہ سمجھ کر اس پر پابندی لگا رکھی تھی۔ تاہم وہاں ایک زیر زمین یونیورسٹی تھی۔ جہاں خفیہ طور پر طالب علموں کو لیکچر دیئے جاتے تھے۔ میری ان طالب علموں میں سے تھی جو ہسٹری اور اکنامکس جیسے خطرناک اور "ناپسندیدہ" مضمون پڑھتے تھے۔

میری کو اپنے صبر کا پھل تب ملا جب اس کی بہن برونجے نے پیرس میں ایک ڈاکٹر سے شادی کر لی۔ اس نے میری کو پیرس میں رہنے کیلئے ایک گھر دیا اور پیرس یونیورسٹی میں سائنس کی تعلیم حاصل کرنے کیلئے اس کی حوصلہ افزائی بھی کی۔ میری کو اس خوبصورت اور نئی زندگی میں تھوڑی مشکل بھی پیش آئی۔ کیونکہ اس کی پڑھائی فرنچ زبان میں تھی اور میری اس سے نابلد تھی۔

میری کی بے چینی نے اس سے بہن کا گھر چھڑوا دیا۔ اب وہ ایک نئی جگہ بالکل اکیلی رہتی تھی۔ پوری لگن اور محنت سے اپنی پڑھائی کرتی تھی۔ آہستہ آہستہ وہ فرنچ میں سوچنے لگی اور آخر کار اسے ریاضی اور طبعیات میں ماسٹرز کی ڈگری مل گئی۔

میری کو وظیفہ بھی ملا۔ جس کی وجہ سے وہ اس قابل ہو گئی کہ مزید ایک برس تک پیرس میں رہ سکے۔ اس کا کام بڑا شاندار تھا۔ جو لوہے کی مقناطیسی خصوصیات کے مطالعے پر مشتمل تھا۔ مگر اس کے لئے اس کے پاس مناسب وسائل نہ تھے۔ تبھی اس کے ایک فرانسیسی دوست پائری کیوری نے اسے اپنی لیبارٹری میں کام کرنے کی دعوت دی۔ وہ میری سے آٹھ برس سینئر تھا اور پہلے ہی کئی برقی ایجادات کر کے بڑا نام کما چکا تھا۔ بعد میں 1895ء میں دونوں نے شادی کر لی۔ میری کا شادی کا لباس اس کی دوست نے تیار کروایا۔ کیونکہ وہ خود بے حد غریب تھی۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ سادہ اور گہرے رنگ کا ہوتا کہ وہ عام دنوں میں بھی اسے پہن سکے۔

دو سال بعد میری نے ایک بیٹی ارینا کو جنم دیا۔ اس نے بھی اپنے والدین کی طرح نوبل پرائز جیتا تھا۔

مقناطیسیت پر اپنا کام ختم کرنے کے بعد میری نے ہنری بیقورل کے یورینیم پر تجربات کے بارے میں پڑھا تو وہ بہت متاثر ہوئی۔ ہنری نے تابکاری کو دریافت کیا تھا۔ اس کا مطلب ہے نہ نظر آنے والی روشنی کا ایسی جگہ پہنچنا جہاں نظر آنے والی روشنی نہ پہنچ سکے۔ میری نے اپنی PHD کیلئے یورینیم پر کام کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس کے شوہر پیئر اور ہنری بیقورل نے تابکاری کی پیمائش کرنے والے آلے تیار کرنے میں اس کی مدد کی۔ جلد ہی میری نے ایک تابکار عنصر تھوریم دریافت کر لیا۔ پائری بھی اپنا تمام کام چھوڑ کر میری کا ساتھ دینے لگا۔

ان کیلئے سب سے بڑا مسئلہ خام مال کا حصول تھا۔ جو آسٹریا سے شیشہ بنانے کیلئے منگوایا جاتا تھا۔ میری کی درخواست پر آسٹریا کی حکومت نے اس کا ایک ٹن بھجوا دیا۔ اس کی چھان پھٹک پر میری کو ایک نیا عنصر ملا۔ جس کا نام اس نے اپنی مادر وطن کے نام پر پلوٹیم رکھا۔ اس کے چند ماہ بعد انہوں نے ریڈیم دریافت کیا۔

اب تک کیوریز انتہائی غریب تھے۔ تحقیق سے انہیں کوئی مالی فائدہ نہ پہنچتا تھا۔ پائری کو اپنے خاندان کا خرچہ چلانے کیلئے زیادہ وقت برقی اشیاء پر گزارنا پڑتا تھا۔ آخر کار پورے چار برس تک اپنے باغیچے میں شیڈ کے نیچے کام کرنے کے بعد کیوریز خالص ریڈیم کو الگ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ وہ بہت پر جوش تھے۔ کیونکہ ریڈیم کے استعمالات لامحدود تھے۔

جونہی اس کامیابی کی خبر عام ہوئی۔ اکیڈمی آف سائنسز نے کیوریز کو یہ کام جاری رکھنے کیلئے 20 ہزار فرانک دیئے۔ ایک فرانسیسی صنعت کار نے انہیں ریڈیم کی ایک فیکٹری دینے کی پیشکش کی۔ جس کے ساتھ ایک تحقیقاتی لیبارٹری بھی تھی۔ 1903 میں میری، پائری اور بیقورل کو فزکس کا نوبل پرائز دیا گیا۔ اب عزت اور اعزازات نے ان کے گھر کا محاصرہ کر لیا تھا۔ اسی دوران مادام میری کیوری کے ہاں دوسری بیٹی پیدا ہوئی۔

کیوری فیملی کو اس عروج نے کچھ حاسدین بھی دیئے۔ اور شائد انہی میں سے کسی ایک نے اس خاندان کو ایک بہت بڑا صدمہ دیا۔ پائری کو ایک کوچوان نے اس وقت قتل کر دیا جب سوربونے لیبارٹری میں اس کی بحیثیت ڈائریکٹر آف فزکس تعیناتی کو چند ہی دن گزرے تھے۔ اس المناک حادثے اور عظیم نقصان کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ میری کو اس کے شوہر کی جگہ ڈائریکٹر بنا دیا جائے۔ لوگوں میں رشک اور حسد کی لہر دوڑ گئی۔ بہت سے لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ وہ غیر ملکی ہے۔ مگر میری نے حوصلہ نہ ہارا۔ وہ یونیورسٹی میں تقرر پانے والی پہلی عورت تھی۔ اس کی محنت کا سفر جاری رہا اور پھر اس نے کیمسٹری میں بھی نوبل پرائز جیتا۔ یہ اعزاز اسے ریڈیم سالٹ سے ایک اور عنصر کو الگ کرنے پر ملا تھا۔

اور پھر پہلی جنگ عظیم چھڑ گئی۔ میری پھر سے میدان عمل میں آ گئی۔ اس نے ہسپتالوں میں ایکسرے مشینیں رکھوائیں۔ میری نے کئی طویل سفر کیے تا کہ وہ اپنے علم کو زخمی سپاہیوں کی مدد کیلئے استعمال کر سکے۔ اس کی ایکسرے مشینیں گولیوں اور بموں کے ٹکڑوں کی پوزیشن ظاہر کرنے میں ڈاکٹروں اور سرجنوں کی بہت مدد کر رہی تھیں اور اس سے زخمیوں کی تکلیف میں خاصی کمی آ جاتی تھی۔

آخر کار میری تابکاری سے بیمار پڑ گئی۔ اسے لیوکیمیا کی بیماری ہو گئی تھی۔ وہ اس خوفناک بیماری کا شکار ہونے والی پہلی انسان تھی۔ اگرچہ وہ دھیرے دھیرے مر رہی تھی۔ پھر بھی اس نے اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ تا کہ وہ اس بیماری کے اسباب جان سکے اور اس کا علاج بھی دریافت کر سکے۔ مگر 1934ء میں اس کا انتقال ہو گیا اور اسے اپنے شوہر کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

آمنہ رانا　زید فاروق　اسماء بٹ　امجد مدثر　اسماء اکرام　حسن اصغر بٹ　سفینہ گل　قراۃ العین

یہ محفل تو سجی ہی آپ کے لئے ہے

محمد نوید جان میو

پیارے ساتھیو! امید کرتا ہوں کہ آپ جہاں کہیں بھی ہیں جیسے بھی ہیں یقینا خوش باش ہوں گے اور اللہ جی کی طرف سے ملنے والی نعمتوں پر ان کا ڈھیروں شکر بھی ادا کرتے ہوں گے۔

قول اختری ہے کہ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو دوسروں کی خوشیوں پر خوش ہوتے ہیں اور ان کی خوشیوں کا باعث بنتے ہیں آپ لوگوں کو ڈھیروں ڈھیر سالگرہ مبارک۔ ویسے آپ کو ایک مزے کی بات بتاؤں کہ میری اپنی سالگرہ بھی اسی ماہ ہے یعنی 5 فروری کو سالگرہ والے دن میرے لئے جو بات سب سے زیادہ خوشیاں لاتی ہے وہ میرے والدین کی دعائیں ہیں۔ آپ بھی اپنے والدین کی خدمت کیا کریں اور ان کی دعائیں لیا کریں کہ ایسی دولت خوش نصیبوں کے بخت میں ہی آتی ہے۔

محمد آصف مخدوم۔ ڈیرہ غازی خان 1979-2-1 آصف بھائی کسی زمانے میں صدر پھول کلب بننے کے خواب دیکھا کرتے تھے۔ نجانے خوابوں کا بھرم کیسے ٹوٹا۔ پھول کے علاوہ شعاع۔ پاکیزہ اور آنچل جیسے ماہنامے بھی زیر مطالعہ ہیں خدا خیر ہی کرے۔

جمیل نواز۔ میلسی 1992-2-1 انہوں نے پائلٹ بننا ہے تو ان کے لئے ہمارا مشورہ ہے کہ پہلے تو آپ میٹرک میں اچھے نمبر حاصل کریں تا کہ FSC میں آپ کا داخلہ ہو سکے اور پھر جب آپ FSC میں 60 فیصد نمبر حاصل کر لیں تو ایئر فورس جوائن کر لیجئے گا اتنی سی بات ہے ساری۔

سید عدنان عباس شاہ۔ علی نگر 1988-2-2 ذرا دیکھیئے تو یہ بھائی 2 سال سے پھول کے ممبر ہیں اور ابھی تک انہوں نے صرف 2 ساتھیوں کو پھول سے متعارف کروایا یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔

آمنہ رانا۔ لاہور 2 فروری۔ انہوں نے اچھا انسان بننا ہے اس لئے انسان بننے کی کوشش ہی کرتی رہتی ہیں کیونکہ بقول حالی فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا۔۔ مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

شعیب احمد دانش۔ خانیوال۔ 21983-2 یہ صاحب پینٹر ہیں اب یہ پتا نہیں کہ ان کی مصوری کے شاہکار کیسے ہوتے ہوں گے کیونکہ یہ میوزک سنتے ہوئے پینٹنگ کرتے ہیں اور ہاں تاریخی کتب پڑھنے کا شوق بھی رکھتے ہیں۔

شوکت علی۔ پاکپتن شریف 1980-2-3 ان کی زندگی پر جن تین بیڈ ٹائم سٹوریز نے اثر ڈالا وہ "بابیہ" "ابا" اور "آلنے سے گری" ہیں۔ ویسے شوکت کر تو رہے ہیں M-A انگلش لیکن مستقبل میں ڈاکٹر بننا چاہیں گے۔

عبدالرؤف۔ سندھ 1978-2-3 یہ ایک کامیاب بزنس مین بننا چاہتے ہیں اور انشاءاللہ بن بھی جائیں گے کیونکہ یہ کام' کام اور زیادہ کام کرنے پر یقین رکھتے ہیں اور پھول بھی تو ہمیں یہی سکھاتا ہے نا

سفینہ گل۔ حافظ آباد۔ 1993-2-3 یہ کہتی ہیں کہ "میں ڈاکٹر بننا چاہتی ہوں" تو بہنا جی محنت کریں گی تو ڈاکٹر بنیں گی ناں اور ہاں میٹرک بھی سائنس مضامین میں کیجیئے گا۔

طرے باز گل یوسف زئی۔ چمن۔ 1983-2-4 یہ ایک ایسا عوام دوست لیڈر بننا چاہتے ہیں کہ جو مسکینوں کے کام آ سکے بھئی ہم نے تو یہ دیکھا کہ جو بھی لیڈر بنا پھر مسکینوں اور غریبوں سے کئے گئے وعدوں کے ساتھ ساتھ ان کو بھی بھول گئے یہ بچوں کیلئے کہانیاں بھی لکھتے ہیں لیکن پھول کے لئے لکھیں تو مانیں ویسے بڑا نام لکھنے سے کوئی بڑا کام تھوڑی کرنے لگتا ہے یہاں تو "عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی"

نصر اللہ ناصر۔ بچیکی۔ 1988-2-5 انہوں نے نہ جانے کس شمارے میں بیڈ ٹائم پڑھی "یہ سپنا میرا اپنا ہے" ہماری نظر سے تو کوئی ایسا شمارہ نہیں گزرا جس میں اس نام سے بیڈ ٹائم چھپی ہو اور یہ کہتے ہیں کہ میں ہمیشہ سچ بولتا ہوں شاید یہ کہیں سے سن بیٹھے ہیں کہ جھوٹ بولے کوا کاٹے۔

عبدالصادق خان۔ چمن۔ 1982-2-6 یہ اچھا فوجی اور وطن کا جانباز سپاہی بننا چاہتے ہیں ویسے شکل بھی ان کی فوجیوں والی ہی ہے۔ انہوں نے خط و کتابت جاری رکھنے کی بات کی تھی پتا نہیں ان کو خط لکھنا یاد نہیں رہتا یا پھر خط پوسٹ کرنا یاد نہیں رہتا۔

عدیل خالد۔ لاہور 1988-2-7 عدیل بھائی انجینئر بننا چاہتے ہیں اس لئے دن میں 14 گھنٹے پڑھائی کو دیتے ہیں پھول کے علاوہ صرف کورس کی کتابیں ہی پڑھتے ہیں اور پھول کی وجہ سے انہوں نے مثبت سوچنا شروع کر دیا ہے۔

چودھری سہیل افضل۔ بچیکی 1983-2-7 چودھری صاحب بھی پائلٹ بننے کا ارادہ رکھتے ہیں' بس ذرا اپنی پڑھائی صحت اور نگاہ کا خیال بھی رکھیں ویسے 5 گھنٹے پڑھنے والے کی نظر تو کیا دماغ پر بھی کم ہی اثر پڑتا ہے۔

محمد عرفان۔ حافظ آباد۔ 1984-2-7 یہ جناب بھی جاگتے میں خواب دیکھنے کے عادی ہیں۔ 3 گھنٹے پڑھنے سے تو آپ کو FSC میڈیکل میں بھی داخلہ مشکل ملے گا ڈاکٹر بننا تو دور کی بات ہے۔

عاشر اقبال۔ بہاولنگر 1982-2-8 ان کے ارادے انجینئر بننے کے ہیں لیکن انجینئر بننے کے لئے FSC کرنی تھی نا آپ تو FA کر رہے ہیں۔ ویسے یہ پھول پڑھتے تو ہیں نجانے دوسروں کو پڑھاتے بھی ہیں کہ نہیں۔

احمد معظم چوہان۔ لاہور 1988-2-8 ان کے مشاغل میں کمپیوٹر کرنا شامل ہے اللہ جانے یہ کمپیوٹر کیسے کرتے ہوں گے یہاں پر تو لوگوں سے میٹرک نہیں ہوتا۔ ان کو پھول میں لگری کے سوا سب کچھ پسند ہے

چوہدری محمد سجاد اسلم گل۔ نارنگ منڈی 1983-2-9 سجاد صاحب MCS کے سٹوڈنٹ ہیں اور ساتھ میں کرکٹ فٹبال بھی کھیلتے ہیں۔ پھول میں "واہ کیا بات ہے" شوق سے پڑھتے ہیں ویسے بھی آپ نے کوئی ایسی بات لکھ کر تو بھیجی نہیں کہ جسے کہہ کر ہم بھی پکار اٹھیں کہ "واہ! کیا بات ہے"

اسماء بٹ۔ گوجرانوالہ۔ 9 فروری یہ حمیرا اقبال کے ذریعے پھول سے متعارف ہوئیں اب آگے انہوں نے کسی کو متعارف کروایا یا نہیں

قراۃ العین　محمد افضل　عاشر اقبال　ایاز احمد ٹھوٹھہ　نصر اللہ ناصر　غضنفر علی علوی　محمد عرفان　محمد علی خالد

شاہ رخ شاہ — عبدالرؤف — سید عدنان عباس — محمد اظہر خاں — شاہین بی بی — محمد آصف مخدوم — شوکت علی — عدیل خالد

یہ بات تو ہم نہیں جانتے ہاں اتنا معلوم ہے کہ یہ اچھی کتابیں پڑھنے کا شوق رکھتی ہیں تو بھئی آپ پھول سٹڈی ڈیبل کیوں نہیں شروع کرتیں تفصیلات اور اجازت نامہ تو بھیا کو لیٹر لکھ کر ہی لیا جا سکتا ہے نا۔

تصور مسعود۔ بہاولپور۔10-2-1984 یہ آرمی آفیسر یا پھر انٹیلی جنس آفیسر بننے کی خواہش رکھتے ہیں کیونکہ ان کے والد صاحب بھی آرمی سے تعلق رکھتے تھے پھول کے علاوہ یہ جاسوسی ڈائجسٹ بھی پڑھتے ہیں یعنی تصور میں ہی اپنا شوق پورا کرنے کا سامان کرتے ہیں۔

محمد مدثر۔ چیچکی۔10-12-1985 انہوں نے ہمیں یہ تو بتا دیا کہ یہ پڑھائی کو 3 گھنٹے دیتے ہیں لیکن یہ نہیں بتایا کہ اتنا زیادہ پڑھ لکھ کر یہ بنیں گے کیا۔ ممکن ہے بزنس مین ہی بن جائیں ہمارے محلے میں ایک بڑے مشہور بزنس مین رہتے ہیں جو بچتے تو مسواکیں ہیں لیکن اگر پوچھا جائے تو جواب ملے گا "الحمدللہ اپنا بزنس ہے"

قراۃ العین۔ حافظ آباد۔12 فروری یہ صرف آرٹسٹ بننے کے لئے دن میں 8 گھنٹے پڑھتی ہیں اس کے علاوہ شاعری پڑھتی بھی ہیں اور کرتی بھی ہیں۔ ذرا سوچ کر بتایئے تو کہ اب تک کتنے شعراء کو پڑھ چکی ہیں آپ کہ جن کا شمار اساتذہ میں ہوتا ہے اور ہاں ابو جان کو شکریہ ضرور بولیے گا کہ جن کی وجہ سے آپ پھول سے متعارف ہوئیں۔

ارشد محمود وٹو۔ چمن آباد۔12-2-1985 جمشید صاحب مطالعہ کرنے کا شوق رکھتے ہیں اب ان کا ذوق کیسا ہے یہ تو ہمیں معلوم نہیں ویسے یہ ڈاکٹر بننے کے ارادے بھی رکھتے ہیں اب دیکھتے ہیں کہ ڈاکٹر بن کر ملک وقوم کے کام بھی آتے ہیں کہ نہیں۔

عمران صابر۔ قصور۔13-2-1983 عمران صاحب کافی کم گو ہیں کام کی بات کرنی ہے تو کرتے ہیں ورنہ چپ رہتے ہیں اب دیکھیں ہمارا اندازہ کس حد تک درست ثابت ہوتا ہے ویسے شکل سے تو اچھے خاصے شریف انسان دکھتے ہیں آگے کی خدا جانے۔

ایاز احمد ٹھوٹھہ۔ میلسی۔13-2-1989 بھائی اگر آپ نے واقعی ڈاکٹر بننے کی ٹھان لی ہے تو ابھی سے محنت کرنے کی عادت اپنا لو انشاءاللہ سدا سکھی رہو گے۔ 3 گھنٹے تھوڑے ہوتے ہیں کم از کم 4 گھنٹے پڑھا کرو سکول کے علاوہ۔

عائشہ بتول۔ ڈسکہ۔13-2-1988 یہ پاکستان میں موجود ڈاکٹروں کی تعداد میں اضافہ کرنا چاہتی ہیں۔ بھئی اچھے ڈاکٹروں کی تو واقعی کمی ہے ان کو بھیا کی بیڈ ٹائم "آپا تمو" بہت پسند آئی اور ان کی خواہش ہے کہ اللہ جی ان کے سر پر ان کے بزرگوں کی دعاؤں کی چادر تنی رہے۔ آمین

محمد عمر خالد۔ قصور۔14-2-1985 یہ دین کی کتابیں پڑھنے کا مشغلہ اپنائے ہوئے ہیں نجانے قرآن پاک کو ترجمے سے پڑھتے ہیں کہ نہیں اور ہاں بخاری شریف ترمذی شریف اور جتنی بھی احادیث کی کتابیں ہیں وہ بھی خود سے پڑھنے کی کوشش کیجئے گا۔

ملک محمد جواد بشیر ریحان۔ سرگودھا۔15-2-1981 ان کا نام بہت لمبا ہے اب یہ پتا نہیں کہ یہ خود کتنے لمبے ہیں۔ انہوں نے کہا تو تھا کہ یہ کہانی گھر کو بہتر کریں گے لیکن مجھے تو لگتا ہے کہ یہ کہانی گھر کو بھول ہی گئے ہیں۔ "وعدہ کرو تو پورا کرو اور کسی کا اعتماد کبھی مت توڑو"

ندیم احمد۔ آزاد کشمیر۔15-2-1981 انہوں نے سوچا ہے کہ علم حاصل کر کے اس کو دوسروں تک پہنچائیں۔ یقیناً ہم میں سے بہترین ہیں وہ لوگ جنہوں نے علم حاصل کیا اور اسے دوسروں تک پہنچایا ندیم صاحب آپ محلے کے غریب بچوں کو پڑھایا کریں اللہ جی آپ کے ارادوں اور نیتوں میں برکت ڈالے گا۔

ملک عمیر چوہان۔ چمن آباد۔16-2-1987 ان کو کسی دوست نے بتایا تھا کہ پھول میں بہت اچھی کہانیاں ہوتی ہیں لیکن جب انہوں نے خود پڑھا تو جانا کہ اس میں تو اور بھی بہت کچھ ہوتا ہے اور سب ہی بہت اچھا ہوتا ہے۔ انہوں نے بھی ڈاکٹر بننا ہے۔

سید ظہیر عباس شاہ۔ نارنگ منڈی۔16-2-1983 انہوں نے اپنے والد صاحب کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فوجی بننا ہے۔ بھئی سچ پوچھیں تو آرمی میں جانے کا ارادہ تو میرا بھی ہے دیکھیں اوپر سے حکم ہوتا ہے کہ نہیں۔

شاہ رخ شاہ۔ میلسی۔17-2-1994 ان کا ارادہ ہے پائلٹ بننے کا ویسے اس عمر میں ہمیں بھی پائلٹ بننے کا بہت شوق تھا اور ہم اڑتے ہوئے جہازوں کو دیکھ کر ہی اپنا شوق پورا کر لیا کرتے تھے بہرحال ہماری دعا ہے آپ واقعی اسی جہاز کے پائلٹ بنیں جو آسمانوں پر اڑتا ہے۔

محمد شہزاد احمد۔ بنوں۔18-2-1989 انہوں نے کراٹے میں بلیک بیلٹ حاصل کرنی ہے اس کے بعد کیا کریں گے ممکن ہے فوج میں جانے کا ارادہ رکھتے ہوں یہ کہانیاں بھی لکھتے ہیں آپ کی کوئی کہانی چھپتی بھی ہے۔

سلمٰی اشرف۔ بھائی پھیرو۔19-2-1986 یہ گھریلو کھیلیں کھیلنے کا مشغلہ رکھتی ہیں آپ سمجھتے ہیں ناں گھریلو کھیلیں مثلاً "شلاپو"، "للن منی"، "گڑیا کی شادی" وغیرہ وغیرہ بھئی گھر میں تو ایسے کھیل ہی کھیلے جا سکتے ہیں انہوں نے ڈاکٹر بننا ہے اس لئے کم از کم 12 گھنٹے پڑھتی ہیں۔

محمد عرفان۔ چیچکی۔19-2-1985 میں تو حیران رہ گیا جب میں نے پڑھا کہ انہوں نے مستقبل میں تجارت بننا ہے بھائی میرے اگر تجارت کرنے والا بننا ہے پھر تو ٹھیک ہے آپ کہا کرو کہ آپ بزنس مین بنو گے۔ ان کی زندگی میں سب سے زیادہ ویلیو انصاف کی ہے اب دیکھیں جہاں آپ جا رہے ہیں اس فیلڈ میں کتنے انصاف پسند واقع ہوں گے۔

غضنفر علی علوی۔ حاصل پور۔19-2-1985 ذرا ملاحظہ کیجئے موصوف فرسٹ ایئر کے سٹوڈنٹ ہیں لیکن ابھی فیصلہ ہی نہیں کر سکے کہ مستقبل میں کیا بنیں تو بھائی ایک دن کالج سے چھٹی کرو اور بیٹھ کر اس گھمبیر مسئلے کو سلجھاؤ ورنہ دیکھتے اور ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔

تنزیلہ یوسف۔ لاہور 19 فروری ان کا کہنا ہے کہ "جو بننا تھا وہ تو بنے نہیں اب جو اللہ جی بنا دیں" تو تنزیلہ آپی اللہ جی نے آپ کو اشرف المخلوقات بنا دیا یہ کیا کم ہے آگے جس چیز کو حاصل کرنے کی لگن سچی ہو تو اللہ جی نوازنے میں کہاں چوکتے ہیں ہاں یہ بھی تو ہوتا ہے نا کہ وہ چیز ہمارے لئے بہتر ہی نہ ہو ویسے ہم تو خوش ہیں وہ جس حال میں جیسا رکھے۔

عمران حسن چشتی۔ لاہور۔19-2-1979 عمران بھائی فی الحال تو Teaching کر رہے ہیں لیکن مستقبل میں بزنس مین بننا چاہتے ہیں کہیں تعلیم کو ہی بزنس نہ بنا ڈالیے گا۔ یہ شمس فرید چشتی کی معرفت پھول سے متعارف ہوئے شمس بھائی آج کل اپنا سکول چلا رہے ہیں پہلے تو پھول کلب کے پروگرامز کروایا کرتے تھے لگتا ہے مصروفیت کچھ زیادہ ہی لمبی ہو گئی ہے۔

عثمان ماجد — محمد اسعد بشیر — مہوش وزیر — زوبیہ ممتاز — جمیل نواز — ندیم احمد — شعیب احمد دانش — چوہدری محمد سجاد اسلم

سلمیٰ اشرف — سید شہباز بخاری — عمران صابر — محمد شہزاد احمد — محمد عباس — عمران حسن چشتی — حسنین نواز — محمد امجد

خلیل احمد کوکب۔ بھکی۔21-2-1987 آپ سے کس نے کہہ دیا کہ آپ صرف 2 گھنٹے پڑھ کر آرمی جوائن کرلیں گے اگر آپ نے FSC کے بعد آرمی جوائن کرنی ہے تو کم از کم 60 فیصد نمبر لیں گے تو بات بنے گی اور یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ پڑھائی کو زیادہ ٹائم دیا کریں۔

مہوش وزیر۔ میلسی۔22 فروری یہ کیا بات ہوئی کہ آپ پھول کے علاوہ اور کوئی میگزین پڑھتی ہی نہیں۔ دوسرے رسالے بھی پڑھا کریں ان میں بھی اچھی باتیں لکھیں ہوتی ہیں اور پھر اس طرح آپ کا مشاہدہ اور مطالعہ بھی وسیع ہوتا چلا جاتا ہے۔

اسما اکرام۔ لاہور۔23 فروری اوہو! یہ کیا بات ہوئی کہ پھول نے آپ کو سوچنے کی صلاحیت دی ہے کیا اس سے پہلے آپ اس صلاحیت سے محروم تھیں؟ نہیں نا تو پھر آپ یوں کہیئے کہ پھول نے آپ کو اچھے اور برے کے بارے میں تمیز کرنا سکھایا ہے ٹھیک ہے نا؟

زوبیہ ممتاز۔ میلسی۔ 23 فروری انہوں نے ڈاکٹر بننا ہے تو یہ تو کوئی مشکل کام ہی نہیں ہے بس اتنا کریں کہ میٹرک کریں سائنس مضامین کے ساتھ پھر FSC پری میڈیکل میں داخلہ لیں اگر اچھے نمبر آ جائیں تو کسی اچھے سے میڈیکل کالج میں داخلہ لیں اور اگر یہ بھی ہو جائے تو تمام چیزوں کو بھول کر پڑھائی کے پیچھے پڑ جائیں۔ آپ ڈاکٹر بن جائیں گی۔ ہے نا آسان؟

محمد افضل۔ حافظ آباد 24-2-1982 لیں جی ان کو پھول میں سپورٹس کی خبریں بہت پسند ہیں۔ دوسری چیزیں بھی اگر سمجھ کر اور دل کے ساتھ پڑھیں تو وہ بھی اچھی ہوتی ہیں۔

محمد حسن اصغر بٹ۔ لاہور۔25-2-1987 یہ ایک اچھے کاروباری آدمی بننا چاہتے ہیں اس لئے مختلف سکے جمع کرنے کا شوق رکھتے ہیں بھئی آخر اچھے کاروباری انسان کا کاروبار بھی تو پوری دنیا میں پھیلا ہونا چاہیے اور اس کے لئے دوسرے ممالک کی کرنسی کا بھی تو پتا ہونا ضروری ہے۔

عمر عباس۔ میلسی۔25-2-1997 انہوں نے بھی پائلٹ بننا ہے اور یہ 6 گھنٹے پڑھتے بھی ہیں اللہ جی ان کو کامیاب کریں۔

عثمان ماجد۔ رحیم یار خان 26-2-1987 یہ انجینئر بن کر ملک و قوم کا نام روشن کریں گے انشاء اللہ ڈٹے رہیں منزل دور نہیں ہاں اگر سر پر ماں باپ اور اپنوں کی دعاؤں کا سائبان تنا ہوا ہو تو کیا ہی کہنے۔

محمد اسعد بشیر ریحان یہ T.V پر بہترین پروگرام دیکھنا پسند کرتے ہیں اب اللہ جانے ان کے نزدیک بہترین پروگرام کونسا ہے ہمیں تو اشفاق احمد صاحب کا زاویہ بڑا پسند ہے ہر جمعرات کو P.T.V پر لگتا ہے۔ انہوں نے الیکٹرونکس انجینئر بننا ہے۔ ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

محمد اظہر خان۔ میلسی۔5-2-1994 یہ فاطمہ گرلز ہائی سکول کے ذریعے پھول سے متعارف ہوئے اور انکے نزدیک پھول بہت اچھا دلچسپ اور معلوماتی رسالہ ہے ویسے کیا بات ہے کہ میلسی والوں کے خیالات اور ارادوں کے ساتھ ساتھ لکھائی بھی بہت ملتی ہے۔

کاشف رضا۔ بھکی۔6-2-1985 کاشف صاحب پچھلے 6 سال سے پھول پڑھ رہے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ پھول نے ان کی زندگی کو بدل کر رکھ دیا اب کس حد تک بدلا یہ خود جانتے ہوں گے یا ان سے وابستہ لوگ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ پھول نے آپکے دلوں کو نرم اور محبت کرنے والا ضرور بنا دیا ہے۔

اختر عباس صادق۔ وہاڑی۔9-2-1968 ان کے ارادے خطیب بننے کے ہیں امید ہے کہ اب تک بن ہی گئے ہوں گے کیونکہ انکا مشغلہ ہی تعلیم و تدریس ہے ہماری دعا ہے کہ آپ عالم بھی بنیں اور اپنے حاصل کئے ہوئے علم پر عمل بھی کریں۔

شاہین بی بی۔ میلسی۔18-2-1993 انہوں نے ڈاکٹر بننا ہے ویسے آپ تو ڈاکٹرنی بنیں گی نا۔ آپ ایک بات تو بتاؤ کہیں آپکو ٹیکہ لگوانے سے ڈر تو نہیں لگتا اگر لگتا ہے تو آپ کیسے ڈاکٹرنی بنو گی۔

سید شہباز بخاری۔ لاہور۔22-2-86 شہباز صاحب نے وکیل بننا ہے تاکہ غریب لوگوں کے کام آسکیں امید ہے کہ شہباز صاحب ایسے وکیل ہرگز نہیں بنیں گے جو سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے اپنے ضمیر کا سودا کر لیتے ہیں۔ بھئی پھول پڑھنے کا کچھ فائدہ تو ہونا چاہیے نا۔

زید فاروق۔ حاصلپور۔24-2-1984 بھائی اگر تین گھنٹے پڑھ کر ڈاکٹر بنا جا سکتا تو ہر دوسرا بندہ ہی ڈاکٹر ہوتا ویسے کتنے مزے کی بات ہے کہ ڈاکٹر لوگ جب خود بیمار ہوتے ہیں تو علاج کروانے دوسرے ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں۔ ہے نا لطیفہ!

محمد عرفان — کاشف رضا — ملک عمر چوہان — خلیل احمد کوکب — طرے باز گل

حسنین نواز۔ میلسی۔1-2-1995 یہ ننھے سے ساتھی فوجی افسر بننا چاہتے ہیں۔ ابھی تو یہ دوم کے طالب علم ہیں۔ ہوتا تو یہی آیا ہے کہ بچپن کی خواہشات کچھ اور ہوتی ہیں اور جیسے جیسے بڑے ہوتے گئے خیالات کے ساتھ ساتھ خواہشات بھی بدل جاتی ہیں۔

محمد امجد۔ میلسی۔2-2-1993 انہوں نے پولیس آفیسر بننا ہے امید ہے کہ پھول پڑھ کر سوچ میں اتنی تبدیلی تو آئی ہوگی کہ روایتی پولیس والے نہیں بنیں گے کیونکہ دوسروں کے لئے تکلیف کا باعث بننے والے لوگ خود کب سکھ اور آرام کی نیند سو پاتے ہیں۔

چوہدری سہیل افضل — احمد معظم — ظہر عباس — جمشید خان — ملک محمد جواد بشیر — تصور مسعود — عبدالصادق — ارشد محمود

Scanned with CamScanner

6

آپ کون ہیں؟

عرومہ یونس...... اسلام آباد

میری زندگی کی کہانی عام لوگوں سے مختلف نہیں ہے اور نہ ہی میں اسے خاص بنا سکا۔

میرا پیار سے بھرا گھرانہ زیادہ بڑا نہیں ہے۔ ہم دو بھائی میری بیوی میرے 3 بچے اور میری ماں۔ آج کل میں انگلینڈ میں ہوں۔ 5 سال ہو گئے مجھے اپنوں سے بچھڑے اور نہ جانے اور کتنے برس بیت جائیں گے۔ یہاں مجھے خواہش کھینچ لائی کچھ گھومنے کی اور کچھ پیسہ کمانے کی۔ جب ہاتھ میں پیسہ آنے لگا تو دل چاہا تھوڑا اور کما کر پاکستان واپس چلا جاؤں گا لیکن یہی سوچتے سوچتے پاکستان میں اپنوں کی خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے مزید یہاں ٹھہرتا گیا۔

پاکستان میں بھی حالات ایسے کچھ برے نہ تھے سب اپنی خواہشات پوری کر کے سوتے تھے لیکن اتنا پیسہ نہیں تھا جتنا یہاں ہے۔ میری کمائی اپنے وطن میں بھی بہت تھی لیکن گھر کے دروازے سے کم ہی اندر جاتی میری ماں کہتی تھی ''پتر تیرے ہاتھوں میں چھید ہے جو وہاں سے نکل جاتا ہے یہ پیسا۔''

میری بیوی کتنا روئی تھی وہ آنسو آج بھی میں اپنی آنکھوں کے سامنے اسی طرح جدائی کے درد سے گرم محسوس کرتا ہوں۔

ایئرپورٹ جانے سے پہلے جب میں اپنی ماں کے گلے مل رہا تو ماں نے کہا تھا ''پتر کیا پتہ تیرے جانے کے بعد میں کتنا عرصہ اور جیوں۔'' ان جدائیوں کے سفر میں ہم جب اپنے چھوڑ جاتے ہیں تو ان کی عمریں گھٹنے لگتی ہیں لیکن وہ اس آس پر چلتے جاتے ہیں کہ نہ جانے کب جانے والا واپس آ جائے۔

مجھ میں صبر بہت تھا' میں نے اپنوں سے جدائی کے وقت آنسو دل پر گرائے تھے۔ آنکھوں کے رستے منجمد کر دیئے تھے۔

میں جب آیا تھا تو میری بڑی بیٹی 9 سال کی تھی اور دوسری 5 اور بیٹا جو میری دنیا تھا وہ ایک سال کا' اب تو ماشاءاللہ سب بڑے ہو گئے ہوں گے۔

میری بڑی بیٹی نے میرے پہلے فون پر جو میں نے انگلینڈ پہنچ کر کیا تھا کہنے لگی...... ''بابا آپ کو پتا ہے جب ہم آپ کو ایئرپورٹ چھوڑ کر واپس آئے تو چاچو ہمیں اس طرح لے گئے جہاں سے جہاز صاف دکھائی دے رہے تھے۔ آپ والا جہاز بھی تھا ہم کافی دیر وہاں کھڑے اس کے اڑنے کا انتظار کرتے رہے اور جب بابا آپ کا جہاز اڑا تھا نہ تو ہم سب نے ہاتھ اٹھا کر آپ کے لئے رو رو کر دعائیں کی تھیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کامیاب کرے' جس مقصد کے لئے آپ جا رہے ہیں اور جب جہاز ہمارے سروں پر سے گزرا تو ہم نے آپ کو بائی بائی بھی کیا تھا۔ بابا اس وقت سب ہی بلک بلک کے رو رہے تھے۔ جیسے خود سے زندگی بچھڑ رہی ہو۔'' اس پگلی کو کیا معلوم کہ جب اس کا باپ جہاز میں بیٹھا تھا تو وہ آنسو جو اس نے کئی گھنٹوں سے روک رکھے تھے تمام سفر وہ جدائی کو دھونے کی کوشش میں لگے رہے۔

میں جب بھی گھر فون کرتا ہوں اور جب اپنے بیٹے

سے بات کرتا ہوں تو وہ یہی پوچھتا ہے کہ آپ کون ہیں حالانکہ سب اسے بتاتے رہتے ہیں کہ بابا کا فون ہے۔ تصویر میری دکھاتے رہتے ہیں مگر اس نے کب مجھے محسوس کیا کہ مجھے پہچان سکے۔ لیکن یہ الفاظ کہ ''آپ کون ہیں'' مجھے اپنے اندر اجنبت سی محسوس ہوتی ہے تب بہت زیادہ احساس ہوتا ہے کہ اولاد سے جدائی بہت بڑا عذاب ہے۔ نہ جانے میں کب ان کے پاس واپس جاؤں اور معلوم نہیں وہ میرے ساتھ مکمل مل سکے گا بھی کہ نہیں۔ میرا باپ جب ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوا تھا تو میں 10 سال کا تھا۔ اتنا احساس نہیں تھا جوں جوں بڑے ہوتے گئے تو باپ کی کمی نے زندگی کو ادھورا بنا دیا اور یہ ہی جدائی میں اپنے اولاد کو دے رہا ہوں۔

میری ماں بوڑھی ہوتی جا رہی ہے مجھے ہر فون پر کہتی ہے بس بیٹا اب آنکھیں تجھے ایک بار دیکھ لیں تو سکون سے سو جاؤں۔ بھائی کی شادی ہوئی' کیا کیا ارمان تھے کہ ایک ہی بھائی ہے تمام ارمان پورے کروں گا لیکن قسمت کو اپنے ہاتھوں کبھی کبھی انسان بھی بنا لیتا ہے۔ ماں نے کہا اب میں دونوں کے فرض سے فارغ ہو گئی اب تو واپس آ جا اپنی اولاد کی خود نگہبانی کر میں کب تک جیتی رہوں گی۔ یہ الفاظ اتنا جذباتی کر دیتے ہیں کہ دل چاہتا ہے کہ اسی وقت فون بند کروں اور ٹکٹ لے کر پاکستان چلا جاؤں۔ لیکن وہ میرے معصوم بچوں کی خواہشات ابھی پچھلے ہفتے کی بات ہے۔ گھر فون کیا تو چھوٹی بیٹی سے بات ہوئی تو وہ کہنے لگی بابا مجھے ''Toyota20D'' چاہئے مجھے بڑی پسند ہے یہ کار۔ اس نادان کو کیا پتہ کہ لاکھوں کی چیز مانگنا تو آسان ہے لیکن اسے خریدنے میں زندگی کا ایک آدھ حصہ خرچ ہو جاتا ہے۔ کچھ عرصے پہلے ہی بڑی بیٹی کی خواہش پر اسے کمپیوٹر لے کر دیا۔ وہ کہنے لگی مجھے اپنا الگ کمرہ بنانا ہے جس میں دو سنگل بیڈ ہوں۔ ایک ٹی وی' ایک کمپیوٹر اور Play Station۔ کرے بھی کیا وہ میں یہی تو یہاں کرنے آیا تھا سب کی خواہشات پوری کرنے تو میں کیسے انکار کر سکتا تھا۔ میں اس سورج کی طرح ہوں جو روشنی تو دے رہا ہے جینے کیلئے لیکن خود جل رہا ہے' اکیلے پن سے' دوری سے۔

جب سے یہاں آیا ہوں کتنی ہی اپنوں کی فوتیدگیوں کی خبریں آ چکی ہیں سب تایا فوت ہو گئے سب پھپھو۔ اپنا خاندان ختم ہو گیا باقی میرا بچا کون صرف میرے اپنے جن سے اب ہر وقت لمبی جدائی کا ڈر ایسے ڈراتا ہے جیسے کوئی بچہ اکیلے کمرے میں اندھیرے سے خوف زدہ ہو جائے۔

صفحہ بتائیے انعام پائیے

(1) طیبہ ذوالفقار (ساہیوال)
(2) یاسمین قمر (مظفرگڑھ)
(3) قاسم علی (بہاولنگر)
(4) عابد حمید (گھوکی)
(5) نعمان راحیل (جام پور)

کوئز کی دنیا

(1) عاطف بلال (چکوال)
(2) محبوب اعظم (شکرگڑھ)
(3) محمد عمران (شیخوپورہ)
(4) شکیل احمد (گجرات)
(5) مصباح ظفر (مانانوالہ)

الحدیث کوئز

فرحت جبیں (مانانوالہ)

میں آج کامیاب انسان ہوں۔ لیکن اتنی کامیابی کا کیا فائدہ میرے ساتھ کے یہاں لوگ جو آئے وہ پاکستان میں اپنی بہت جائیدادیں بنا چکے ہیں۔ اتنی کہ ان کی آئندہ آنے والی 7 نسلیں بھی آرام سے زندگی بسر کریں گی۔ لیکن کیا ملا جدائیاں اور یہ سب مال و دولت یہیں رہ جاتا ہے میرے ساتھ ایک Room mate تھا 2 ماہ پہلے اس کو Heart atack ہوا۔ وجہ کیا تھی اس کی ماں اس کی جدائی میں رو رو کر فوت ہو گئی لیکن یہ یہاں انگلینڈ کا اور پاکستان کا کروڑ پتی کہلاتا تھا۔ پاکستان میں آدھا گاؤں اس کی اپنی ملکیت تھا لیکن کیا ہوا وہ ساتھ تو لے کر نہیں گیا فوت ہو گیا جن کے لئے برسوں جدائیاں کاٹیں ان کے لئے آسانیاں پیدا کیں وہ کچھ نہیں کر سکے اس کی میت جب پاکستان پہنچی تو کیا دو آنسو بہائے اور منوں مٹی کے اندر دفنا دیا اور باقی اب اس کی چھوڑی ہوئی جائیداد پر عیش کر رہے ہیں۔ نہ جانے اس کے لئے کسی نے کبھی دعا کی بخشش کی' کبھی درود پڑھا' کبھی قرآن مجید کا ختم دلوایا' پتہ نہیں۔

جب یہ حالات دیکھنے پڑتے ہیں تو اپنی حالت پر رحم آتا ہے۔ ہم بھی یہی کچھ بنانے کی آرزو میں ہیں لیکن آگے کیا ہونے والا ہے اس کا پتہ نہیں لیکن خوف سے کپکپی طاری ہو جاتی ہے اور آنسو پھر تھمتے نہیں۔ ایسے ہی جیسے پاکستان میں برسات کی بارشیں نہیں تھمتیں۔

میری ماں نے آج تک مجھ سے خواہش نہیں کی کہ اس کی جو خواہش ہے وہ میرے بچوں کی خواہشات سے زیادہ نہیں اس کی خواہش ہے کہ کوئی وقت ہو اور میں اس کے سامنے آ جاؤں اور میرے بچوں کی خواہش ہے کہ وہ جو مانگیں وہ اسی وقت ان کو مل جائے۔ ان کی تو خواہشات میں پورا کر رہا ہوں لیکن میں اپنی ماں کی خواہش کو کیسے پورا کروں۔ میں نے ابھی مزید آگے بڑھنا ہے بچوں کے مستقبل کو خوبصورت بنانا ہے۔ ان کی کسی خواہش کو رد نہیں چھوڑنا۔ حالانکہ مجھے معلوم ہے کہ یہ سب ادھر ہی رہ جانا ہے۔ ہم نے خود ہی بہہ جانا ہے۔ لیکن اس حقیقت سے آنکھیں بند کر لیتا ہوں جب اپنے ہاتھوں میں پاؤنڈ دیکھتا ہوں۔

میرے بھائی کی بھی خواہش ہے کہ وہ باہر چلا جائے لیکن میں نے ہمیشہ منع کیا کہ ماں کو اکیلا مت چھوڑو اور نہ میرے بچوں کو' تم ہی ان کے اس وقت نگران ہو اور یہ سمجھاتا ہوں کہ باہر کی زندگی بہت کٹھن ہے' محنت بہت ہے' اپنے نہیں ملتے' سکون نہیں نصیب ہوتا اور نہ کوئی خوبصورتی ہے۔ ظاہری خوبصورتی بہت لیکن باہر آ کر اندر کی خوبصورتی ماند پڑ جاتی ہے۔

آج میں نے بھی سوچا ہے کہ بہت پیسہ کما کر واپس اپنے پاک وطن چلا جاؤں گا اور باقی زندگی عیش و آرام سے گزاروں گا لیکن اگلے ہی لمحے سوچ رہا ہوں کہ ابھی تو میری بیٹیوں نے جوان ہونا ہے ان کی شادیاں بھی کرنی ہیں۔ ان کو جہیز میں دنیا جہاں کی چیزیں دینی ہیں اور بیٹے کے لئے الگ گھر بنانا ہے۔ اس کو زندگی میں کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دینی' آخر کار میرا ایک ہی بیٹا ہے میرا سہارا۔

انسان کتنا لالچی ہے' یہ سچ ہے لیکن آنکھیں بند ہیں' میں جو سب کو خوش دیکھنا چاہتا ہوں کیا وہ میرے لئے دعائیں کرتے ہوں گے' جس بیٹے کی خواہش کو میں اولین اہمیت دیتا ہوں وہ ہر فون پر کہتا ہے ''آپ کون ہیں؟''

مجھے کبھی کبھی خوف آنے لگتا ہے کہ جب ان کے لئے اتنا کما کر ان کے پاس جاؤں گا' ان کے سارے ارمان پورے کروں گا اور جب میرے آرام کرنے اور بیٹے سے خدمت کروانے کے دن آئیں گے تو وہ پھر یہ نہ کہہ دے ''آپ کون ہیں؟''

طلع البدر علینا

فائمہ عروج

اس عظیم کائنات کا ایک ہی خالق و مالک ہے۔ سب کو وہی دیتا ہے چاہے اس سے مانگیں یا نہ مانگیں' دینا اسی نے ہے۔ وہ تو اوپر بیٹھا ہی دینے کیلئے ہے اور ہم نے بھی مانگنا اسی سے ہے کہ دینے والا وہی تو ہے۔ اس سے نہ مانگیں تو اور کس سے مانگیں بھلا؟ پر کبھی کبھی ایسے بھی ہوتا جیسے ہماری دعائیں اوپر تک نہ پہنچ رہی ہوں۔ لگتا ہے نا ایسا کبھی کبھی ......؟ دعا کی قبولیت کا ایک نسخہ بتاؤں آپ کو...... آپ جب بھی کوئی دعا کریں اول آخر درود شریف ضرور پڑھا کریں۔ اللہ کے حبیب ﷺ پر درود و سلام بھیجا جائے تو اللہ تعالیٰ ضرور سنتا ہے پھر یہ کیسے ممکن نہیں کہ درود شریف کے ساتھ جو عرضی آپ نے بھیجی ہے اسے نہ سنے...... اور یاد رہے کہ اس سے جو مانگئے آرڈر دے کر نہیں بلکہ التجا کرکے...... گڑگڑا کے مانگئے کہ وہ ہمارا نہیں ہم اس کے محتاج ہیں۔

اللہ کے حبیب ﷺ پر درود و سلام بھیجا جائے تو اللہ تعالیٰ ضرور سنتا ہے

کتاب ہدایت

"قسم ہے چاند کی اور رات کی جبکہ وہ پلٹتی ہے اور صبح کی جبکہ وہ روشن ہوتی ہے۔ یہ دوزخ بھی بڑی چیزوں میں سے ایک ہے۔ انسانوں کو ڈرانے والی۔ ہر اس شخص کیلئے (ڈراوا) ہے جو آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے رہ جانا چاہے۔ ہر شخص ان (اعمال کے بدلے میں) رہن ہے جو اس نے کمائے ہیں۔ دائیں بازو والوں کے سوا جو جنتوں میں ہوں گے وہ مجرموں سے پوچھیں گے تمہیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی؟ وہ کہیں گے ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور مساکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور (حق) پر نکتہ چینی کرنے والوں کے ساتھ نکتہ چینی کیا کرتے تھے۔ روز جزا کو جھٹلاتے تھے......" (آیت 31 تا 46)

یہ "سورۃ المدثر" کی چند آیات کا ترجمہ ہے۔ سورۃ المدثر کے بارے میں میں نے کہیں پڑھا تھا کہ اگر آپ قرآن پاک حفظ کر رہے ہیں یا کرنا چاہتے ہیں تو روز صبح سورۃ مدثر ضرور پڑھا کریں آپکا راستہ آسان ہو جائے گا۔

حدیث آف دی منتھ

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! "نیک مصاحب اور برے ہم نشین کی مثال مشک بیچنے والے اور بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے۔ مشک بیچنے والا یا تو تجھے تحفتاً مشک دے گا یا تو اس سے خریدے گا ورنہ کم از کم تجھ تک اچھی خوشبو تو پہنچے گی' لیکن بھٹی دھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلا دے گا یا تجھے اس سے بری بو پہنچے گی" (اقتباس از اللولوؤ المرجان)

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول' وہی آخر
وہی قرآن' وہی فرقان' وہی یٰس' وہی طٰہٰ
(اقبالؒ)

عشق الٰہی سے عشق رسول تک

"اللہ سے محبت کا طریقہ یہ ہے کہ ہر وقت اس کے احسانات کو یاد کیا کر۔ غور کیا کر کہ ہر سانس خدا کی عنایت کردہ ہے۔ یوں دل میں شکر گزاری پیدا ہوگی۔ پھر تو بے بسی محسوس کرے گا کہ اتنے احسانات کا شکر کیسے ادا کیا جائے۔ اس بے بسی سے تیرے دل میں محبت پیدا ہوگی۔ تو سوچے گا کہ مالک نے بغیر کسی غرض کے تجھے اتنا نوازا' تجھ سے محبت کی...... غور کر اتنی بڑی دنیا میں' کروڑوں انسانوں کے بیچ تو کتنا حقیر ہے۔ سیکڑوں کے مجمع میں کوئی تیری پروا بھی نہیں کرے گا۔ لیکن تیرا رب کروڑوں انسانوں کے بیچ بھی تجھے یاد رکھتا ہے' تیری ضروریات کو پورا کرتا ہے' تیری بہتری سوچتا ہے اور تجھے اہمیت دیتا ہے۔ ان سب باتوں پر غور کرنے سے تیرے دل میں خدا کی محبت پیدا ہوگی۔ محبت سے یہ سب سوچے گا تو محبت میں گہرائی پیدا ہوگی اور پھر تجھے خدا سے عشق ہو جائے گا"......

"اللہ کو اپنے پیارے آخری رسولؐ خاتم الانبیا سے خاص محبت ہے' بے پناہ محبت...... ہم اللہ سے محبت کرتے ہیں تو ہم پر عشق رسول بھی لازم ہوا نا...... عشق نہ کہیں رکتا ہے' نہ کبھی ختم ہوتا ہے" "اور رسولؐ سے عشق ہم کیسے کریں گے؟" "ہم نے اللہ سے محبت کی تو ہمیں اس سے عشق تو کرنا پڑے گا جو اللہ کو سب سے پیارا ہے۔ اور اس سے عشق کرنے کے لئے ہمیں اس کا احترام کرنا ہوگا۔ اسے درود بھیجتے رہو' اس کے اسم مبارک پر احترام سے کھڑے ہو جاؤ۔ اس کی سنت طیبہ کی پیروی کی کوشش کرو اور آخری بات یہ اصول کہ جو بھی اسے پیارا ہوا سے اپنی جان سے پیارا سمجھو' اسی بنیاد پر تو ہم اللہ کے عشق سے رسولؐ کے عشق تک پہنچے ہیں"۔

(علیم الحق حقی کی "عشق کا عین" سے اقتباس)

ہم اللہ کے عشق سے رسولؐ کے عشق تک پہنچے ہیں"۔

ستون حنانہ

نبی اکرم ﷺ ایک کھجور کے تنے کے پاس نماز ادا کیا کرتے تھے۔ خطبہ بھی دیتے تو اس تنے کا سہارا لے لیتے۔ صحابہ اکرام نے باہم مشورے سے آپ ﷺ کیلئے منبر بنا دیا تا کہ آپ جمعہ کے روز اس پر کھڑے ہو کر خطبہ دیں اور تمام لوگ آپ کو دیکھ سکیں۔ جمعہ کے روز جب آپ ﷺ اس تنے سے آگے بڑھے اور منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دینے لگے تو اس تنے نے غم کی شدت سے چلانا شروع کر دیا تا آنکہ وہ پھٹنے کو ہو گیا۔ اس کی آواز سن کر نبی اکرم ﷺ منبر سے اتر پڑے اور اس پر ہاتھ پھیرا تو اسے سکون آ گیا۔ اس تنے کے بلبلانے اور رونے کی آواز صحابہ اکرام نے بھی سنی۔ آنحضرت ﷺ اس کے بعد خطبہ تو منبر پر ہی دیتے مگر نماز اس تنے کے قریب ہی ادا فرماتے۔

حضرت حسن بصریؒ جب یہ حدیث بیان فرماتے تو روتے جاتے اور کہتے: اللہ کے بندو! یہ لکڑی بھی نبی اکرم ﷺ کی محبت سے تڑپتی تھی تم کو تو آپ ﷺ کی زیارت اور آخرت میں ملاقات کا زیادہ شوق اور تڑپ ہونی چاہیے۔

(اقتباس از "مسجد نبوی تاریخ' آداب' فضائل")

مسجد نبوی شریف

مسجد نبوی میں پانچ لاکھ 35 ہزار نمازیوں کی گنجائش ہے۔ اس کی کار پارکنگ میں 4 ہزار 4 سو 44 گاڑیاں کھڑی کرنے کی گنجائش ہے۔ چھت کیلئے عام سیڑھیوں کی تعداد 18 ہے اور الیکٹرک سیڑھیوں کی تعداد چھ ہے۔ ہر یونٹ چار سیڑھیوں پر مشتمل ہے۔ چھت کے ستون 550 ہیں۔ میناروں کی کل تعداد دس ہے۔ دروازوں کی کل تعداد 85 ہے ہر دروازہ کی چوڑائی 3 میٹر اور بلندی چھ میٹر ہے۔ متحرک گنبدوں کی تعداد 27 ہے۔ نگران کیمروں کی تعداد 543 ہے۔ ایمپلی فائر 206 ہیں جن میں سے ہر ایک کی طاقت 600 واٹ ہے۔ External پلازا کو ملا کر کل رقبہ 300500 مربع میٹر ہو جاتا ہے جہاں چھ لاکھ پچاس ہزار نمازی نماز ادا کر سکتے ہیں۔ گراؤنڈ فلور پر 2175 ستون ہیں۔ مسجد میں 3500 سپیکرز ہیں۔ 68 گولڈ پلیٹڈ فانوس ہیں۔ اور 110 فانوس ان کے علاوہ ہیں۔

مدینہ منورہ

نبی رحمت ﷺ نے مدینہ منورہ کو ہجرت کیلئے منتخب فرمایا' اپنی دعوت کا مرکز بنایا' اسے اپنا حرم قرار دیا' اس کیلئے برکت کی دعا مانگی' زندگی کے آخری دس سال یہیں گزارے۔ آپ کی قبر مبارک یہیں ہے' اس شہر میں فوت ہونے والے کو اپنی شفاعت کی خوشخبری دی' ایمان سمٹ کر یہیں آئے گا' دجال یہاں داخل نہ ہو سکے گا اور طاعون کی بیماری اس میں نہ پھیلے گی۔ یہ شہر آنکھوں کا نور ہے' دلوں کا سرور ہے۔ اسکے اہم مقامات میں مسجد نبوی شریف' مسجد قبا' مسجد جمعہ اور وہ تمام مسجدیں ہیں جہاں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ نے نمازیں ادا کیں۔ ان مقامات سے اسلامی یادیں وابستہ ہیں۔ اہل نظر کو یہاں آیات و احادیث کی تشریح' غزوات کی تاریخ اور معجزات کی تفصیل ملتی ہے۔

(اقتباسات از "تاریخ المدینۃ المنورۃ")

مال غنیمت کا حصہ

حنین کی شام مال غنیمت تقسیم ہو رہا ہے۔ نبی اکرم ﷺ چاہتے ہیں کہ نو مسلم مکیوں کو زیادہ مال غنیمت دے کر ان کے دل جیت لئے جائیں۔ اسی کو "مؤلف القلوب" کا نام دیا گیا۔ اس تقسیم کے پیچھے نہایت مدبرانہ سیاسی حکمت عملی پوشیدہ ہے۔ تقریباً سارا مال غنیمت تقسیم ہو چکا ہے مگر اتفاق سے انصار کو ان کا حصہ نہیں ملا۔ جبکہ اپنی جان نثاری اور دین سے محبت کی بنا پر انہیں توقع تھی کہ سب سے پہلے ان کا خیال رکھا جائے گا۔ ان کی حیرت دوچند ہو گئی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ سب مال اہل قریش اور بدوؤں میں بانٹا جا چکا ہے اور ان کے ہاتھ خالی ہیں۔ ایسے میں چند انصار نادانی میں شکایت کر بیٹھے۔ رسول خدا ﷺ نے سنا تو سب انصار کو بلا بھیجا جب انصار جمع ہو گئے تو رسول پاک ﷺ نے فرمایا!

"اے اجتماع انصار! مجھے تم سب کی مایوسی کا علم ہوا ہے۔ کیا میں نے تم کو اس وقت سیدھا راستہ نہ دکھایا تھا جب تم راہ گم کردہ

قریش اونٹ اور بکریاں لے گئے اور انصار کو حضور ﷺ مل گئے

تھے؟ کیا اللہ نے تم کو صراط مستقیم پر گامزن کر کے فتح نہیں دلائی؟ کیا اللہ نے اس وقت تمہارے دلوں میں الفت و محبت نہیں ڈالی جب بھائی دوسرے بھائی کا دشمن تھا؟" سب نے بیک زبان جواب دیا "آپ بالکل سچ فرماتے ہیں۔ ہم ہر بات میں آپ ﷺ کے ممنون احسان ہیں" اس پر پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا "اے میرے انصار ساتھیو تو پھر اس دنیا کی دولت کے چلے جانے پر تمہارے دلوں میں اسکی محبت کیونکر پیدا ہوئی جس دولت سے میں نے کچھ لوگوں کو اس لئے مالا مال کیا تا کہ ان کا متزلزل ایمان مضبوط ہو اور تم لوگوں کا تو مجھے یقین تھا ہی کہ تم ایمان کے معاملے میں غیر متزلزل ہو۔ قسم اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر عرب قبائل ایک وادی میں مقیم ہوں اور انصار دوسری میں تو اللہ کا نبی اس وادی میں جائے گا جس میں انصار ہوں گے۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ وہ لوگ تو گھروں کو صرف اونٹ اور بھیڑ بکریاں لے کر لوٹیں اور تم اللہ کے نبی محمد ﷺ کو لے کر اپنے گھروں کو جاؤ؟"

یہ سن کر انصار بے اختیار ہو کر چیخ پڑے "ہمیں صرف اللہ کے رسول ﷺ درکار ہیں" پھر وہاں گریہ کا سیلاب آ گیا کوئی گلہ کوئی شکوہ باقی نہ رہا۔ ممنونیت کے آنسو اس کثرت سے انصار کی آنکھوں میں آئے کہ جیسے برکھا رت کی کوئی کالی گھٹا برس گئی ہو۔ داڑھیاں بھیگ گئیں۔ قریش اونٹ اور بکریاں لے گئے اور انصار کو حضور ﷺ مل گئے۔ اہل مدینہ کو وہ اعزاز مل گیا جو کسی اور کو نہ مل سکا۔

دست سوال دراز کرنا

ہمارے نبی ﷺ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔ آپ ﷺ فرماتے! انسان کا جنگل سے لکڑیوں کا گٹھا کمر پر لاد کر لانا اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی کے آگے دست سوال دراز کرے اور جو شخص لوگوں سے ہمیشہ مانگتا رہتا ہے وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت تک نہ ہو گا" ایک اور روایت میں ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "میرے پاس جو مال ہوتا ہے میں اس کے دینے میں دریغ نہیں کرتا اور تم سے بچا کر نہیں رکھتا۔ لیکن جو شخص سوال کرنے سے باز رہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عفت عطا فرماتا ہے اور جو بے نیازی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دیتا ہے اور جو صبر کو اپنا شیوہ بنا لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے صبر آسان کر دیتا ہے اور کسی کو کوئی عطائے الٰہی صبر سے زیادہ بہتر اور وسعت والی نہیں ملی"۔

ساتھ مل کر کھانا

ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ ہم کھانا کھاتے ہیں مگر پیٹ نہیں بھرتا" آپ نے فرمایا "تم مل کر کھاتے ہو یا علیحدہ علیحدہ"؟ ان صحابی نے عرض کیا کہ ہم سب الگ الگ کھاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "ایک دسترخوان پر مل کر کھایا کرو اور کھاتے وقت بسم اللہ پڑھ لیا کرو تمہارے کھانے میں برکت ہو گی"۔ (ابوداؤد)

دنیا کی حیثیت

رسول اللہ ﷺ چند صحابہ کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ ایک مردہ بکری کے بچے پر گزر ہوا جسکے کان بھی کٹے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کون پسند کرتا ہے کہ یہ مردہ بچہ اس کو ایک درہم کے بدلے مل جائے۔ صحابہ نے عرض کیا "درہم تو بڑی چیز ہے ہم تو اس مردہ بچے کو کسی ادنیٰ شے کے بدلے بھی حاصل کرنا پسند نہ کریں" اس پر آپ ﷺ نے فرمایا "قسم اللہ کی دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ حقیر و ذلیل ہے جس قدر یہ مردہ بچہ تمہارے نزدیک" (مسلم)

نبی اکرم ﷺ اور خوشبو

آپ ﷺ خوشبو کی چیز اور خوشبو کو بہت پسند فرماتے تھے اور کثرت سے اس کا استعمال فرماتے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔

آپ ﷺ خوشبو کا ہدیہ ضرور قبول فرماتے اور خوشبو کی چیز کو واپس کرنا ناپسند فرماتے۔

"کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ وہ لوگ تو گھروں کو صرف اونٹ اور بھیڑ بکریاں لے کر لوٹیں اور تم اللہ کے نبی محمد ﷺ کو لے کر اپنے گھروں کو جاؤ؟"

آپ ﷺ فرماتے تین چیزیں واپس نہیں لوٹانی چاہئیں، تیل، خوشبو اور دودھ

آپ ﷺ ریحان کی خوشبو بہت پسند فرماتے تھے۔ مہندی کے پھول اور خوشبو بھی آپ ﷺ کو بہت محبوب تھی۔ مشک اور عود کی خوشبو کو تمام خوشبوؤں سے زیادہ پسند فرماتے۔

آپ ﷺ سونے سے بیدار ہوتے تو قضائے حاجت سے فراغت کے بعد وضو کرتے اور پھر لباس پر خوشبو لگا لیتے۔ آپ آخر شب میں بھی خوشبو لگایا کرتے تھے۔

پیارے نبی ﷺ کی پیاری دعا

ہمارے حضورؐ اکثر یہ دعا مانگا کرتے۔ قرآن پاک میں بھی اس دعا کو مانگنے کی تلقین کی گئی۔

ترجمہ:۔ "اے ہمارے معبود ہمیں دنیا میں بھی اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما اور ہمیں عذاب جہنم سے بچا لے" چاہیں تو روز اس دعا کی ایک تسبیح پڑھ لیا کریں ورنہ ہر فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر ایک بار یہ دعا مانگ لیا کریں۔

سجدہ شکر

آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی سنت ہے کہ جب کوئی خوشی کی خبر ملتی یا کوئی خوشی کا واقعہ پیش آتا تو آپ خدائے بزرگ و برتر کا شکر ادا کرنے کیلئے سجدے میں گر پڑتے۔ ویسے بھی سجدے کی حالت میں بندہ رب کریم کے زیادہ نزدیک ہو جاتا ہے۔ عبادت کا رکن ہو، شکر ادا کرنا ہو، دل کی کوئی بات کہنی ہو، اپنی عاجزی اور بندگی ظاہر کرنی ہو یا اس کے قریب ہونے کا احساس چاہیے ہو...... تو بھلا سجدے سے اچھی اور کونسی حالت ہو گی۔ جب بندہ رب کے سامنے سجدے میں گرتا ہے تو گویا اللہ کی معبودیت اور بڑائی کا اقرار کرتا ہے۔ عاجزی و انکساری کے اظہار کا یہ طریقہ رب کو بہت پسند ہے۔ "اس" ایک کو سجدہ کریں "اس" ایک کی بندگی کا اقرار کر لیں۔ اس ایک کو معبود مان لیں تو باقی سب کے سامنے جھکنے سے، مانگنے سے، ہاتھ پھیلانے سے نجات مل جاتی ہے۔

باتیں کچھ کتابوں سے

کرنل اشفاق حسین کی ''جنٹل مین اللہ اللہ'' سے انتخاب۔ ثوبیہ خانم بہاولپور

لفظوں کے حوالے سے ایک واقعہ یاد آیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض اوقات ایک لفظ بھی کتنی اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔ عربی سیکھنے میں ہماری مستقل رفیق وہ ڈکشنریاں تھیں جو ہم نے سعودی عرب جاتے ہی خرید خرید کر جمع کر لیں تھیں۔ عربی دنیا کی واحد زبان ہے جس کی ڈکشنری دیکھنے کیلئے بھی گرامر یعنی قواعد کا جاننا از حد ضروری ہے۔ ایک مرتبہ ایک لفظ نے ہمارے دو تین افسروں کو ٹکنی کا ناچ نچوایا۔ پاکستان سے لیفٹیننٹ جنرل کمال سعودی عرب کے دورے پر آئے تو ہمیں مشیظ بھی تشریف لائے۔ رات کے کھانے کے بعد سعودی میزبان' پروٹوکول افسر اور دیگر حضرات تو رخصت ہو گئے۔ ہم پاکستانی افسران کے ساتھ بیٹھے وطن کی باتیں کر رہے تھے۔ اچانک جنرل کمال نے کہا۔ ''وہ......اچھا چلیں رہنے دیں''۔

صاف ظاہر تھا کہ نہیں کسی چیز کی ضرورت پیش آئی ہے۔ لیکن ہمیں کسی زحمت سے بچانے کیلئے وہ ضرورت کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ ان سے پوچھا گیا۔

''سر! حکم فرمائیں کسی چیز کی ضرورت ہے''؟

انہوں نے انکار کیا کہ رہنے دیں' چھوٹی سی بات ہے۔

''نہیں سر! آپ حکم کریں۔ دودھ لیتے ہیں آپ سونے سے پہلے''؟

''ارے نہیں بھئی''

''فروٹ رکھوا دیئے جائیں کمرے میں؟''

''نہیں بالکل نہیں''

''سر آپ حکم کریں نا''

''اصل میں میرے ایک دانت میں کبھی کبھی درد اٹھتا ہے تو میں لونگ چبا لیتا ہوں۔ اس سے درد ٹھیک ہو جاتا ہے۔ لونگ مل جائے گی یہاں؟'' جنرل صاحب نے دریافت کیا۔ جب تک ہم اپنی نشست چھوڑتے' دو تین افسر چھپاک سے کمرے سے باہر جا چکے تھے۔ ہم چپکے سے اپنی جگہ پر بیٹھے رہے۔

اور یہ تفصیلات ہمیں بعد میں معلوم ہوئیں۔ فرض شناس افسر دوڑتے ہوئے گیسٹ ہاؤس سے باہر آئے۔ گاڑی نکالی اور سیدھے مارکیٹ کی طرف بھاگے۔

مارکیٹ پہنچ کر لگے سوچنے کہ لونگ ملے گی کس دکان سے اور اسے طلب کیسے کریں روزمرہ کے استعمال کی اشیاء کیلئے وہاں بلاشبہ بڑے بڑے سٹور ہیں' کئی منزلہ عمارات میں ایسے ایسے سٹور ہیں کہ ایک سوئی سے لے کر کار تک ایک ہی عمارت سے مل سکتی ہے لیکن صحیح دکان تک پہنچنا شرط ہے۔ لونگ اگر زیورات والی ہوتی تو با آسانی مل جاتی کہ کسی بھی اشتہار پر ہنستی مسکراتی خاتون کی تصویر دکھا کر اس کی ناک کے زیورات مانگے جا سکتے تھے لیکن یہ تو گرم مصالحے والی لونگ تھی۔ مختلف دکانوں پر پوچھ گچھ کرتے یہ افسر ایک بقالے یعنی سبزی فروش کے پاس پہنچے۔ ٹوٹی پھوٹی زبان میں اشاروں کنایوں سے انہوں نے جس چیز کی خواہش کا اظہار کیا' اس کے جواب میں سبزی فروش نے پہلے گاجریں اور پھر مولیاں دکھائیں۔

ایک افسر نے جیب سے قلم نکالا اور سگریٹ کی ڈبیا پھاڑ کر اس پر لونگ کی ڈرائنگ بنائی۔ سبزی فروش نے انہیں ایک اور دکان کی راہ سمجھائی ''علی طول یعنی سیدھے جاؤ۔ ایک چوک آئے گا وہاں سے دائیں مڑنا۔ پھر آگے جاؤ گے تو بائیں ہاتھ ہسپتال آئے گا۔ ہسپتال کے اگلے چوک سے دائیں طرف مارکیٹ آئے گی۔ پہلی دکان ہی اس چیز کی ہے جو تم ڈھونڈتے پھر رہے ہو''۔

کسی بھی اجنبی معاشرے میں قیام کے ابتدائی دنوں میں انسان کو مجبوراً اتنی زبان سیکھنی پڑتی ہے کہ راہ بھول جائے تو پتہ پوچھ سکے۔ یہ افسر بھی دائیں بائیں مارکیٹ اور ہسپتال جیسے لفظ سمجھنے لگے تھے چنانچہ علی طول یعنی سیدھے گئے۔ چوک سے دائیں مڑ کر ہسپتال والی سڑک پر آئے وہاں سے مارکیٹ پہنچے اور پہلی دکان کے سامنے گاڑی روکی تو......سر پیٹ لیا۔ یہ ہارڈویر کی دکان تھی۔ کیلوں' میخوں' قبضوں' پیچوں کی دکان۔ جس افسر نے لونگ کی ڈرائنگ کرنے کی کوشش کی تھی اپنے ''فن'' کے اظہار پر شرمندہ تھے۔

ایک اور افسر نے ایک نئی تجویز پیش کی۔ مختلف کمپنیوں کی ٹوتھ پیسٹ خریدتے ہیں اور پھر اس پر بنی لونگ کی تصویر دکھا کر لونگ تلاش کرتے ہیں۔ وائے بدقسمتی اس دن بازار سے وہ پیسٹ ہی غائب ہو گئی جس پر لونگ کی تصویر بنی ہوتی ہے۔

ادھر ہم جنرل کے حضور میں بیٹھے پہلے تو افسروں کی واپسی کا انتظار کرتے رہے۔ لیکن جب دس پندرہ منٹ تک وہ نہ آئے تو اٹھے اور گیسٹ ہاؤس کے کچن میں پہنچے عربوں کے ہاں ہر گیسٹ ہاؤس میں الائچی' دارچینی' لونگ اور عربی قہوے میں استعمال ہونے والی گٹھلیاں کافی مقدار میں سٹور ہوتی ہیں کہ قہوہ تو ان کی زندگی کا لازمی جزو ہے۔ اتفاق سے دو چار دن پہلے ہی ہم نے کسی سعودی سے قہوہ کے اجزاء اور اسے بنانے کی ترکیب پر مفصل بحث کی تھی اور ان اجزاء کے نام یاد تھے۔ کچن میں موجود ایک ویٹر کو ہم نے بتایا کہ قرنفل ایک پلیٹ میں رکھ کر لے آؤ۔ لونگ جنرل صاحب کو پیش کر دی گئی۔ ایک لونگ تو انہوں نے اسی وقت دانت تلے دبالی۔ باقی ان کے کمرے میں رکھوا دی گئیں۔

کوئی پون گھنٹے بعد ہم نے دیکھا کہ ایک افسر دروازے کے پردے کو ذرا سا کھسکا کر ہمیں باہر آنے کا اشارہ کر رہا ہے۔ ہم باہر چلے آئے۔ ''استاذی لونگ کو عربی میں کیا کہتے ہیں اور یہ کس دکان سے ملے گی؟''

''لونگ کو تو عربی میں قرنفل کہتے ہیں لیکن تم کہاں چلے گئے تھے وہ تو ہر کچن میں مل جاتی ہے۔ وہ لے کے میں نے دے بھی دی''۔ افسر ایک صوفے پر ڈھیر ہو گئے اور ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے۔

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے جب انسان لفظوں پر قدرت رکھنے کے باوجود بے نوا رہ جاتا ہے۔

ہم پاکستان' برصغیر اور وسطی ایشیا کے ممالک کے لوگوں کی کھانے کی عادات دنیا بھر سے نرالی ہیں۔ ہمارے ہاں کھانوں کو چٹپٹا اور لذیذ بنانے کیلئے جتنے مصالحے بلکہ گرم مصالحے استعمال ہوتے ہیں۔ دنیا میں کہیں اور نہیں ہوتے اور اس کے ساتھ برصغیر میں روٹی بھی کئی قسموں کی ہوتی ہے۔ تندوری روٹی' نان' تافتان' روغنی نان' پراٹھے اور پھلکے۔ ہمارے ہاں سے جو پاکستانی حج پر جاتے ہیں تو ان میں سے کئی لوگ توے ساتھ لے جاتے ہیں کہ ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی کے بغیر ان کا گزارہ نہیں ہوتا۔ تو ایسی ہی ایک فیملی کا ذکر ہے۔ جس کے افراد پھلکوں کے عادی تھے۔ لیکن توا ساتھ لے جانا بھول گئے۔ وہاں جا کر پہلی فکر یہ ہوئی کہ توے کا بندوبست کیا جائے۔ دو تین پھرتیلے آدمی توے کی خرید پر مامور کیے گئے۔

انہوں نے پہلے تو توے کی عربی معلوم کرنے کی کوشش کی۔ مایوسی ہوئی۔ بازار میں جا کر ہاتھ کے اشارے سے گول گول چیز کی خرید کی خواہش ظاہر کی جس پر روٹی پکائی جا سکے۔ ان اشاروں کنایوں کے مخاطب یہ سمجھتے ہوئے کہ شاید انہیں روٹی درکار ہے کسی تندور کی راہ دکھائی اور روٹی کی عربی بھی بتائی ''خبز''۔ لیکن انہیں خبز نہیں۔ بلکہ خبز بنانے کیلئے توے کی تلاش تھی۔ تھک ہار کر انہوں نے برتنوں کی دکان ڈھونڈنا شروع کی کہ وہاں توے پر نظر پڑی تو خرید لیں گے اب سعودی عرب میں برتنوں کی ہر دکان پر توا نہیں ہوتا۔ خاص جدوجہد کے بعد ایک دکان پر توا نظر آیا۔ خرید لیا گیا۔ چلتے ہوئے دکاندار سے ٹوٹی پھوٹی میں پوچھا کہ اسے عربی میں کیا کہتے ہیں۔ جواب ملا ''توا''

ایک باپ کے دکھ کی کہانی اسے اپنی بیٹی تک پہنچنے میں دیر ہو گئی تھی

ثناء ناز۔ دنیا پور

کیا شور مچایا ہوا ہے؟ کیوں گھر سر پر اٹھایا ہوا ہے؟ ایک سیکنڈ سکون لینا دوبھر کر دیا ہے ابھی آفس سے آیا ہوں یہ وہ الفاظ تھے جو فاطمہ کے بابا کہہ رہے تھے فاطمہ احمد کمال کی اکلوتی اولاد تھی فاطمہ کی پیدائش کے بعد اسکی امی فوت ہو گئیں تھیں فاطمہ سارا دن گھر میں اکیلی ہوتی تھی گھر میں ان دونوں کے علاوہ ان کے پرانے ملازم شرفو بابا ہی رہتے تھے۔ فاطمہ گھر میں اپنی دوستوں کے ساتھ بھی نہیں کھیل سکتی تھی کیونکہ اس کے بابا کو شور پسند نہیں تھا۔ آج فاطمہ کے بابا کہہ کر گئے تھے کہ میں گھر دیر سے آوں گا اس لئے فاطمہ اپنی دوستوں کو کھیلنے کیلئے بلا لائی ابھی وہ کھیل ہی رہی تھی کہ اچانک اس کے بابا آ گئے بابا کو دیکھتے ہی فاطمہ کے دوڑتے ہوئے قدم وہیں رک گئے اس کا رنگ خوف کی وجہ سے پیلا زرد سا پڑ گیا یوں لگتا تھا جیسے سارا خون اس کا نچوڑ لیا گیا ہو وہ کانپنے بھی لگی تھی احمد کمال کی طبیعت خراب ہو گئی تھی آفس میں اس لئے وہ جلدی آ گئے تھے احمد کمال نے جب انہیں ڈانٹا تو فاطمہ کی دوستیں بھی ڈر گئیں اور آئندہ کبھی بھی ان کے گھر نہ آنے کا کہہ کے چل دیں۔ اس کے بابا اوپر اپنے کمرے میں چلے گئے فاطمہ بھی ان کے پیچھے آ گئی بابا آئی ایم سوری مجھے معاف کر دیں میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں آئندہ اپنی کسی دوست کو نہیں بلاؤں گی۔ فاطمہ اپنے بابا کے جوتے اتارنے لگی تو وہ غصے سے دھاڑے دفع ہو جاؤ میرا دماغ درد کی وجہ سے پھٹا جا رہا ہے فاطمہ ڈر گئی اور ان کے کمرے سے باہر نکل آئی۔

اگلے روز وہ بابا کے ساتھ بیٹھی ناشتہ کر رہی تھی بابا وہ زنیرہ ہے نا جسے ایک دن آپ نے اسکے گھر ڈراپ کیا تھا بابا اسکی سالگرہ ہے کل شام کو بابا میں چلی جاؤں احمد کمال نے غصے سے فاطمہ کی طرف دیکھا تم جانتی بھی ہو کہ مجھے یہ سب پسند نہیں گھر میں ہر چیز لے کے دے ہوئی ہے پھر بھی تمہیں کبھی دوستوں کے ساتھ کھیلنے کی پڑی ہوتی ہے اور کبھی ان کی سالگرہ پر جانے کی بے تابی لگی رہتی ہے اپنا دل گھر میں لگاؤ کہیں نہیں جا رہی تم فاطمہ نیچے منہ کر کے آنکھوں میں آئے ہوئے آنسوؤں کو باہر نکلنے سے روک رہی تھی۔ جلدی سے کھانا ختم کرو اور بیٹھ کے پڑھو۔ فاطمہ کے امتحان شروع ہو گئے اس کے 8th کے پیپرز ہو رہے تھے۔ فاطمہ کے سارے پیپرز بہت اچھے ہوئے ہیں۔

اس کے بعد چھٹیاں ہو گئیں سارا دن وہ گھر میں اپنے کمرے میں دبکی رہتی اس کے بابا اسے کہیں لے کر بھی نہیں جاتے تھے کبھی کبھی وہ بہت روتی تھی جب کئی کئی دن بابا کی شکل تک نہ دیکھتی۔ آخر اس کا رزلٹ آ گیا اس کے بابا سٹڈی روم میں تھے وہ خوشی سے اچھلتی ہوئی رزلٹ کارڈ تھامے اپنے بابا کے پاس آ گئی بابا بابا میں فرسٹ آئی ہوں اس نے اپنا رزلٹ کارڈ ان کے ہاتھ میں دباتے ہوئے کہا اس کے بابا نے رزلٹ کارڈ بیڈ پہ پھینکا اور کرسی سے کھڑے ہو گئے۔ فاطمہ آخر تم کب یہ بچوں والی عادت ترک کرو گی فرسٹ آئی ہو تو سر سلیمی کا شکریہ ادا کرنا یہ سب ان کی محنت کا نتیجہ ہے۔ میرا فرض صرف تمہاری ضروریات پوری کرنا ہے تمہاری تعلیمی معیار کی فکر اور خوشی تم ہی مناؤ اب جاؤ شرفو بابا کو کہو ایک کپ چائے بھجوا دیں۔ اور سنو فاطمہ دروازے سے پلٹی یہ لو 500 روپے شرفو بابا کے ساتھ جا کر مارکیٹ سے جو پسند آئے لے لینا فاطمہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے وہ پیسے پھینکتے ہوئے باہر بھاگ گئی مجھے نہیں چاہئے کوئی بھی چیز۔

اگلے دن وہ سو کے اٹھی تو اسے بخار تھا ہلکا ہلکا سر میں بھی درد تھا شرفو بابا

جی صاحب جی فاطمہ ابھی تک ناشتے کی ٹیبل پہ نہیں آئی آج اسکی نئی کلاس شروع ہو رہی ہے مجھے بھی آفس سے دیر ہو رہی ہے اسے کہیں جلدی نیچے آئے۔

اچھا صاحب جی

فاطمہ بیٹی بابا شرفو فاطمہ کے پاس آ گئے جو لیٹی ہوئی تھی

بیٹی اٹھو نیچے آپ کے بابا بلا رہے ہیں سکول سے دیر ہو رہی ہے بابا میری طبیعت خراب ہے میں آج سکول نہیں جاؤں گی۔ اچھا بیٹی احمد کمال کو جب شرفو بابا نے بتایا تو وہ غصے سے اس کے کمرے میں آ گئے فاطمہ پانچ منٹ میں تم نیچے آؤ میں باہر کار میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں وہ غصے میں دروازہ بجاتے باہر نکل گئے۔ فاطمہ سکول چلی گئی اس نے ناشتہ بھی نہیں کیا۔ پورا ایک ہفتہ اس کی طبیعت خراب رہی مگر اس نے کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیا ڈر کی وجہ سے کہ اس کے بابا ڈانٹیں گے۔

ایک دن فاطمہ سکول جانے کیلئے تیار ہو کے نیچے آئی تو اس کے بابا ابھی اپنے کمرے میں تھے وہ کمرے میں چلی گئی اس نے آہستہ سے دروازہ کھول کے جھانکا تو اس کے بابا بیڈ پہ سر پکڑ کے لیٹے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو بھی گر رہے تھے اور وہ امی امی پکار رہے تھے۔ فاطمہ دوڑ کے بیڈ پہ چڑھ گئی بابا فاطمہ لگتا ہے میری زندگی کے دن پورے ہو گئے ہیں۔ میری طبیعت بہت خراب ہے نہیں بابا میں آپکو امی کے پاس اور اللہ میاں کے پاس نہیں جانے دوں گی اگر آپکی بھی امی نہیں ہیں تو آپکی بیٹی تو ہے نا پورا ایک ہفتہ وہ اپنے بابا کی تیمارداری کرتی رہی اس دوران جس طرح اس نے اپنے ابو کو لاچار پایا اس سے پہلے کبھی ایسے نہیں دیکھا تھا۔ پورا ایک ہفتہ ایک ایک پل وہ اپنے بابا کی تیمارداری کرتی رہی نہ سوتی نہ صحیح کھانا کھاتی اسے بس اپنے بابا کی فکر تھی۔ اس کے بابا کی طبیعت صحیح ہو گئی تھی۔

اگلے دن فاطمہ کے بابا گلدستہ اور ایک گفٹ پیک ہاتھوں میں دبائے چپکے چپکے فاطمہ کے کمرے میں آ گئے شاید انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔ آج فاطمہ کی سالگرہ تھی جب وہ کمرے میں آئے تو اچانک حیران ہو گئے فاطمہ نیچے فرش پر بے حس و حرکت پڑی ہوئی تھی۔

فاطمہ فاطمہ اٹھو یہ دیکھو میں کیا لایا ہوں فاطمہ فاطمہ جب کافی دیر تک وہ نہ اٹھی تو ان کے بابا فاطمہ کو ہلایا تو اس میں تو جان ہی نہ تھی وہ فاطمہ کو اٹھائے ہسپتال بھاگے۔ اس دوران ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ ہاں فاطمہ اگر تمہاری امی نہیں تو کیا ہوا تمہارے بابا تو ہیں نا میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا۔

اوہ سوری انہیں فوت ہوئے تو تین گھنٹے ہو چکے ہیں یہ بچی تو وہی ہے جسے دو ہفتے پہلے ان کے سکول سے ٹیچر لائے تھے اس دن ان کی طبیعت بہت خراب تھی میں نے انہیں بتایا تھا کہ اسے آرام کی اشد ضرورت ہے اور اسے اپینڈکس ہے۔ لگتا ہے انہوں نے اپنی ڈائٹ کا خیال نہیں رکھا۔ نہ آرام کیا۔

اَلمُلکُ لِلّٰہ

(ملک اللہ کا ہے)

راحت

اس مختصر نظم میں علامہ اقبالؒ نے اسلامی تاریخ کے ایک مشہور واقعے کو اپنے مخصوص اور دلکش انداز میں بیان کیا ہے۔ یہ نظم فارسی زبان میں ہے مگر اس قدر آسان اور عام فہم کہ ایک بار غور سے پڑھ لینا مفہوم کو ذہن نشین کرنے کے لئے کافی ہے۔

طارق چو بر کنارۂ اندلس سفینہ سوخت
گفتند کار تو بہ نگاہ خرد خطا است
دوریم از سواد وطن باز چوں رسیم؟
ترک سبب ز روئے شریعت کجا رواست
خندید و دست خویش بہ شمشیر برد و گفت
ہر ملک، ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

مطلب

"جب اندلس کے فاتح جرنیل طارقؒ بن زیاد نے اندلس (اسپین) کے ساحل پر اپنی فوجیں اتارنے کے بعد اپنے بحری جہاز جلا دیئے تو اس کے ساتھیوں نے کہا کہ عقل کی نگاہ میں آپ کا یہ کام غلط ہے۔"

"ہم وطن سے دور ہیں واپس کیسے پہنچیں گے؟ شریعت کی رو سے اسباب یعنی سامان یا ذرائع کا ترک کر دینا کہاں جائز ہے؟"

طارقؒ یہ بات سن کر ہنسا اور اپنا ہاتھ تلوار کے قبضے پر رکھ کر کہنے لگا:

"ہر ملک ہمارا ملک ہے کیونکہ ہر ملک ہمارے پروردگار کا ملک ہے۔"

یہ نظم علامہ اقبالؒ کے مشہور فارسی مجموعہ کلام "پیام مشرق" میں شامل ہے۔ اس نظم کا ہیرو طارقؒ بن زیاد خلافت بنو امیہ کے عہد کا پہلا مسلمان جرنیل تھا جس نے یورپ میں اسلامی پرچم لہرایا۔ اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے مشہور جرنیل موسیٰ بن نصیر کو افریقہ کی فتح کے لئے مقرر کیا۔ طارق موسیٰ کا نائب تھا۔ شمالی افریقہ (مغرب الاقصیٰ) کی فتح کے بعد اپنے سپہ سالار کی ہدایت پر طارقؒ نے سات ہزار مجاہدین کے ساتھ رجب 92ھ (اپریل 711ء) میں اندلس (اسپین) کے ساحل پر قدم رکھا اور دو سال کی قلیل مدت میں تمام جنوبی اسپین کو فتح کر لیا۔ اسپین کی مشہور بندرگاہ "جبرالٹر" اصل میں جبل طارق (طارق کی پہاڑی) ہے جو آج بھی اس عظیم فاتح کی یاد دلاتی ہے۔

کلام اقبال کے مشہور شارح پروفیسر یوسف سلیم چشتی مرحوم نے اس نظم میں مذکورہ شمشیر کے بارے میں نہایت دلچسپ حقائق بیان کئے ہیں۔ "شرح پیام مشرق" میں فرماتے ہیں۔

"طارق نے جس تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھ کر یہ غیر فانی جملہ اپنی زبان سے ادا کیا تھا، بعد فتح اندلس اس کے لوہے کو پگھلایا اور فولاد کی کثیر مقدار میں ملا کر، اس مرکب سے بہت سی تلواریں بنائیں اور مراکش سے لے کر ہندوستان تک ہر ملک میں ایک ایک تلوار مسلمانوں کے اسلحہ خانہ میں رکھ دی کہ بوقت ضرورت کام آئے۔

"جو تلوار ہندوستان بھیجی گئی تھی وہ عالمگیر کی وفات کے بعد ٹیپو سلطانؒ کے قبضہ میں آئی لیکن 1799ء میں سلطانؒ کی شہادت کے بعد وہ شمشیر آبدار مسلمانوں کی غفلت کے باعث میدان جنگ میں گم ہو گئی جس کا ثبوت یہ ہے کہ جب شاعر نے ہاتف غیبی سے سلطانؒ کی تاریخ شہادت دریافت کی تو اس نے کہا "شمشیر گم شد"

1214ھ، 1799ء

"راقم الحروف کو اس شمشیر کے گم جانے کا اتنا افسوس نہیں ہے جتنا اس بات کا کہ 1800ء سے لے کر 1946ء تک مسلمانوں نے اسے تلاش کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی اور 1947ء کے بعد تو یہ کیفیت ہو گئی کہ شمشیر کا تصور ہی دماغوں سے یکسر خارج ہو چکا ہے۔ تمام مسلمان نان شبینہ کے لئے اس قوم کی دہلیز پر جبہ سائی کر رہے ہیں جس نے 1799ء میں سلطان شہید کے ہاتھ سے تلوار لے کر کسی غار میں پوشیدہ کر دی۔

"نوٹ: میں نے "تلوار چھین کر" کی بجائے "تلوار لے کر" لکھا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک سلطان زندہ رہا اسلام کے یہ بدترین دشمن اس کے ہاتھ کے قریب بھی نہ پہنچ سکے لیکن جب سلطان کی شہادت کے بعد قلعہ فتح ہو گیا تو اس کی نعش کی تلاش شروع ہوئی۔ کامل پانچ گھنٹہ کی مسلسل تلاش کے بعد رات کے نو بجے سلطان کی نعش بڑے پھاٹک میں کشتوں کے انبار کے نیچے سے نکالی گئی۔ سلطان کے ہاتھ سے سب کچھ جا چکا تھا...... دولت، ثروت، حکومت، سلطنت حتیٰ کہ جان شیریں بھی...... لیکن تلوار...... وہی طارقؒ کی دی ہوئی تلوار...... اس کے ہاتھ میں بدستور موجود تھی...... سلطانؒ کی انگلیاں قبضہ شمشیر میں اس طرح پیوست ہو گئی تھی کہ عینی شاہدوں کے بیان کے مطابق بمشکل وہ تلوار سلطان کے قبضہ سے نکالی گئی۔

BACK TO QUAID-i-AZAM

منظر وحید

قائداعظم کی ذہانت

ایک مشہور ہندو لیڈر آپؒ کے پاس آیا۔ اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنے لگا کہ گاندھی جی آپ سے بڑے لیڈر ہیں۔ آخر وہ گاندھی کے حق میں بولتے ہوئے کہنے لگا۔ گاندھی جی نے ہندوؤں کی فلاح و بہبود کیلئے بہت کام کیا ہے۔ اسی سلسلے میں وہ کئی بار جیل جا چکے ہیں۔ جب کہ آپ تو ایک دفعہ بھی جیل نہیں گئے۔ قائداعظم نے جواب دیا

''دیکھئے جیل میں وہی لوگ جاتے ہیں جو کوئی جرم کرتے ہیں۔ جب میں نے کوئی جرم ہی نہیں کیا تو میں جیل کیوں جاؤں'' یہ سن کر ہندو لیڈر آپ کی ذہانت سے بہت متاثر ہوا۔

قومی امانت

ملٹری سیکرٹری اور تینوں اے ڈی سی کو یہ رعایت حاصل تھی کہ وہ گورنر جنرل ہاؤس کے کمپٹرولر آف ہاؤس ہولڈ سے ضرورت کی اشیاء خرید سکتے تھے۔ ایک دفعہ ایک اے ڈی سی نے ہاؤس ہولڈ سے کوئی چیز ضرورت سے زیادہ خرید لی۔ قائداعظمؒ نے اسے ملازمت سے فارغ کر دیا خود ان کا اپنا یہ عالم تھا کہ جو چیز بھی ہاؤس ہولڈ سے خریدنا ہوتی اس کیلئے وہ میسوں یا کلبوں کی طرح چٹ جاری کرتے۔ خواہ وہ چیز سگریٹ کا ڈبہ ہی کیوں نہ ہو جو ڈیڑھ دو روپے میں دستیاب تھا۔

ہر ماہ کے آخر میں ملٹری سیکرٹری سارے اکاؤنٹس ان کی خدمت میں لے جاتا جسے وہ خود پڑتال کرتے۔ وہ قومی روپے کو ایک مقدس امانت سمجھتے اور اسے ایک امانت دار کے طور پر پوری امانت سے خرچ کرتے۔

دیانتدارانہ تنقید

یہ آپ کی حکومت ہے اس لئے جب کوئی اچھا کام ہو تو تعریف کریں جب کوئی غلط کام ہو تو بلاخوف تنقید کریں۔ میں تنقید کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ لیکن یہ دیانتدارانہ اور مثبت ہونی چاہئے۔ یاد رکھئے کہ اس طرح آپ اپنے عوام کے مفاد کی خاطر تیزی سے حالات کو سدھار سکیں گے۔ (18 اپریل 1948ء کی تقریر سے اقتباس)

قومی روپے کو ایک مقدس امانت سمجھتے اور اسے ایک امانت دار کے طور پر پوری امانت سے خرچ کرتے

سنہرے اصول

یہ میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات اس امر میں ہے کہ ہم پیغمبر اسلام کے بتائے ہوئے سنہری اصولوں پر عمل پیرا ہوں۔ آیئے ہم اپنی جمہوریت کی بنیادیں حقیقی اسلامی قدروں اور اصولوں پر استوار کریں۔ ہمارے خدا نے ہمیں سکھایا ہے کہ ریاستی امور سے متعلق اپنے فیصلوں کیلئے ہمیں باہمی مشاورت اور گفت و شنید سے رہنمائی حاصل کرنی چاہئے۔ (16 فروری 1948ء سبی دربار سے خطاب) (نصر اللہ خان سیفی گاؤں و ڈاک خانہ روڈہ تحصیل و ضلع خوشاب)

معلومات قائد

قائداعظم کے مزار کا نقشہ یحییٰ مرچنٹ نے تیار کیا

قائداعظم کا لقب سب سے پہلے الایمان اخبار میں شائع ہوا

قائداعظم نے پاکستان بننے کے بعد کسی ملک کا دورہ نہیں کیا

بطور گورنر جنرل قائداعظم ایک روپیہ تنخواہ لیتے تھے۔

قائداعظم نے اپنی زندگی کے 47 برس بمبئی ۔ 17 برس کراچی اور 6 سال لندن میں صرف کیے۔

قائداعظم کی زندگی کا فیصلہ جوان کے علاوہ کسی اور نے کیا ان کی شادی کا فیصلہ جوان کے والدین نے کیا۔

قائداعظم کی نماز جنازہ علامہ شبیر احمد عثمانی نے پڑھائی

قائداعظم کو صنوبر کا درخت بہت پسند تھا۔

قائداعظم نہرو اور سردار پٹیل کو ناقابل اصلاح کہا کرتے تھے

قائداعظم کے انتقال کے بعد 40 دن قومی پرچم سرنگوں رہا

قائداعظم کے پسندیدہ کھیل کرکٹ اور بلیئرڈ تھے

قائداعظم نے 1948ء یہ الفاظ کہے ''میں تاریخ لکھ نہیں رہا تاریخ بنا رہا ہوں'' (مراسلہ: یسرا شفیق جڑانوالہ)

مسلسل عمل

محمد علی مینار کے روابط قائداعظم سے بہت قریبی تھے۔ انکے نوجوان فرزند حنیف مینار اس زمانے میں بمبئی مسلم لیگ کے محنتی کارکن تھے ایک دن انہوں نے قائداعظم سے کہا سر ہم لوگ مسلم لیگ کو منظم کرنے کی کوشش تو بہت کر رہے ہیں لیکن راستے میں بڑی دشواریاں حائل ہیں۔ یہ 1937ء کی بات ہے قائداعظم نے ان کی یہ بات سنی تو فرمایا کہ عزیزم تم نوجوان ہو محنت کرنا سیکھو اور مسلسل محنت کرو' محنت کرنیوالے کبھی ہمت نہیں ہارتے' وہ ہمیشہ پرامید رہتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں کبھی میں بھی تمہاری طرح نوجوان تھا لندن سے بیرسٹری کی تعلیم حاصل کر کے یہاں پہنچا ہر طرف پارسی اور ہندو چھائے ہوئے تھے اور میں مسلمان تھا مجھے کوئی مقدمہ کہاں سے ملتا۔ میں تین سال تک یونہی بیٹھا رہا مگر ہاتھ پاؤں توڑ کے نہیں میں کوئی امیر آدمی نہیں تھا مجھے بہت سی پریشانیاں لاحق تھیں میں ہر روز عدالت میں جاتا تھا چیمبر میں جاتا اور قوانین کا مطالعہ کرتا تھا اکثر پیدل ہی جاتا مگر میں نے اپنی دوڑ دھوپ نہ چھوڑی' محنت جاری رکھی آخر کامیاب ہوا یہ سب کچھ صرف محنت و مشقت اور مسلسل عمل کی بدولت ہوا تم بھی محنت کرو مسلسل عمل کرو ہمت کو بلند رکھو ضرور کامیاب ہو گے۔

(یمنیٰ نور سرگودھا)

لندن سے بیرسٹری کی تعلیم حاصل کر کے یہاں پہنچا ہر طرف پارسی اور ہندو چھائے ہوئے تھے

حکومت کا مقصد

آخر حکومت کے سامنے مقصد کیا ہے؟ حکومت کے سامنے ایک ہی مقصد ہو سکتا ہے عوام کی بے لوث خدمت ان کی فلاح و بہبود کیلئے مناسب تدبیریں اختیار کرنا۔ اس کے سوا برسر اقتدار حکومت کا مقصد اور کیا ہو سکتا ہے؟ اور اگر اس کے سوا اور کوئی مقصد سامنے ہے تو ایسی حکومت کو اقتدار سے برطرف کر دو۔ لیکن ہلڑ بازی سے نہیں۔ اقتدار آپ کے سامنے ہے۔ آپ کی چیز ہے آپ کو اسے استعمال کرنے کا فن بھی آنا چاہئے۔ آپ کو سیاسی نظام کے رموز و اسرار اور طریق کار کو سیکھنا اور آزمانا چاہئے۔ آئینی طور پر یہ آپ کے اختیار میں ہے کہ اگر کسی حکومت سے آپ مطمئن نہ ہوں تو اسے برطرف کر دیں اور اپنی مرضی کی حکومت قائم کریں۔

جب کوئی غلط کام ہو تو بلاخوف تنقید کریں

جلسہ عام ڈھاکہ 21 مارچ 1948ء

صائمہ جاوید باجوہ۔ چک جھمرہ

''قائد کا عشق پاکستان''

1946ء میں کابینہ مشن سے مذاکرات کے دوران قائداعظم اتنے زیادہ بیمار ہو گئے کہ ان کی بہن محترمہ فاطمہ جناح کو انہیں بمبئی میں ڈاکٹر پٹیل کے پاس لے جانا پڑا۔ ڈاکٹر نے ان کی چھاتی کا ایکسرے دیکھا تو اسے معلوم ہوا کہ وہ تپ دق کے مہلک موذی مرض میں مبتلا ہیں اور یہ کہ ان کے دونوں پھیپھڑے بہت بری طرح متاثر ہو چکے ہیں۔ اس ڈاکٹر نے ہمارے پیارے قائد کو اس دہشت ناک حقیقت سے آگاہ کیا اور یہ مشورہ دیا کہ وہ بلاتاخیر کسی سینی ٹوریم میں داخل ہو کر اپنا علاج کروائیں بصورت دیگر وہ اس دنیا میں ایک یا دو سال ہی رہ سکیں گے۔ اس کے جواب میں ہمارے قائداعظم نے کہا کہ وہ اس ایکسرے کو راز رہنے دیں۔ اس کے بعد وہ سینی ٹوریم میں جانے کے بجائے مذاکرات کیلئے دہلی واپس چلے گئے۔

مولانا آزاد نے اس وقت کہا تھا کہ ان دنوں جولائی کے مہینے میں ''دہلی'' آگ کی بھٹی (میں کود) بنا ہوا تھا۔ بالفاظ دیگر قائداعظم علاج کیلئے ''سینی ٹوریم'' کی ٹھنڈی فضا میں جانے کے بجائے آگ کی بھٹی میں کود پڑے یہ عشق درحقیقت ان کا یقین تھا کہ اگر انہوں نے اس وقت برصغیر کے مسلمانوں کی قیادت کا حق ادا نہ کیا تو وہ انگریز کے بعد ہندو کی غلامی کا شکار ہو جائیں گے''۔

ڈاکٹر افتخار کھوکھر

شام کو کھانے کی میز پر بچے کھانا کم کھا رہے تھے اور شالامار باغ اور چڑیا گھر کی سیر کی باتیں زیادہ کر رہے تھے۔ اسی دوران فاطمہ نے خالو جان سے پوچھا کہ آج بھی کھانے کے بعد قائداعظم کی کہانی سنائیں گے؟

''آج تو سیر کی وجہ سے آپ لوگ تھک گئے ہوں گے۔ اس لئے ......'' خالو جان نے اتنا ہی کہا تھا کہ سارے بچے بول پڑے کہ ہم بالکل نہیں تھکے۔ ہم آج بھی قائداعظم کہانی سنیں گے۔

نمازِ عشاء کے بعد بچے خالو جان کے کمرے میں پہنچے تو وہ حسبِ معمول کسی کتاب کے مطالعے میں مصروف تھے۔ بچوں کو دیکھ کر انہوں نے کتاب الماری میں رکھی اور پوچھا کہ آپ میں سے کسی نے قائداعظم کے بچوں کے حوالے سے کچھ اور واقعات تلاش کئے ہیں؟

طارق نے جواب دیا کہ میں نے قائداعظم سے متعلق کتاب ''گفتار و کردار۔ قائداعظم'' کا باقی حصہ پڑھا تو اس میں چار پانچ واقعات ملے ہیں۔

آپ لوگ واقعات پہلے سننا چاہیں گے یا قائداعظم کی کہانی؟ خالو جان نے پوچھا۔

''پہلے ہم واقعات سنیں گے''۔ فاطمہ اور آمنہ نے کہا۔

''ہم قائداعظم کی کہانی پہلے سنیں گے'' حارث اور زاہد نے رائے دی۔

''یہ تو بڑا عجیب معاملہ ہو گیا ہے۔ دو واقعات سننا چاہتے ہیں' جبکہ دو قائداعظم کی کہانی سننے کے موڈ میں ہیں۔ خالو جان نے سوچتے ہوئے کہا۔

''اس کا حل یہ ہے کہ ٹاس کر لی جائے'' زاہد نے کہا۔

ہمیں اپنی بہنوں کی خواہش کو اہمیت دینی چاہئے۔ اس لئے پہلے ہم طارق سے واقعات سن لیتے ہیں۔ حارث نے فاطمہ اور آمنہ کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے الجھا ہوا معاملہ سلجھا دیا۔

خالو جان نے الجھے ہوئے معاملے کو آسانی سے حل ہونے پر حارث کی معاملہ فہمی کی تعریف کی اور طارق سے کہا کہ وہ قائداعظم کے بچوں سے متعلق واقعات سنانا شروع کرے۔

طارق نے ''گفتار و کردار۔ قائداعظم'' کا صفحہ نمبر 109 کھولا اور واقعہ شروع کیا۔ ''یکم مارچ 1941ء کو قائداعظم لاہور تشریف لائے۔ بڑا شاندار جلوس نکلا۔ شام کو فلیٹیز ہوٹل میں پارٹی کا اہتمام کیا گیا۔ مقررہ وقت پر قائداعظم لان میں تشریف لائے تو استقبال کرنے والوں میں ایک نوجوان خواجہ اشرف نے جھک کر عقیدت سے ان کے گھٹنے چھو لئے۔

قائداعظم نے کہا۔ میرے بچے! صرف خدائے بزرگ و برتر کے سامنے جھکنا چاہئے اسلام اسی کی تلقین کرتا ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھو اور آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا۔

''ہمارے ہاں تو سیاسی لیڈروں کا بس چلے تو وہ دوسروں کو سجدے کیلئے بھی مجبور کر دیں''۔ زاہد نے کہا۔

دوسرا واقعہ دس سال کے ایک بچے کا ہے' طارق نے واقعہ شروع کرتے ہوئے کہا۔ سید مطلوب الحسن بمبئی میں سڑک کے فٹ پاتھ پر چل رہے تھے۔ کچھ مرد اور عورتیں بھی گزر رہی تھیں۔ اسی دوران اچانک کسی بچے کے چیخنے کی آواز سنائی دی۔ اس بچے کی عمر بمشکل دس سال تھی۔ وہ کسی چیز سے ٹکرا کر زمین پر گرا تھا اور اس کی پیشانی سے خون بہہ رہا تھا۔ کچھ راہ گیر فوراً اس کو مدد کو پہنچے تا کہ بچے کی مرہم پٹی کی جا سکے۔ اس بچے نے اپنی پیشانی کو ہاتھ لگایا اور خون بہتا دیکھا تو اس نے چلانا شروع کر دیا۔ وہاں موجود ایک بزرگ نے جب یہ محسوس کیا کہ کسی قسم کے دلا

سے اور تسلی سے بچے کو چین نہیں آ رہا تو حقارت آمیز لہجے میں کہا۔ ''بے وقوف لڑکے تم مسلمان کی اولاد ہوتے ہوئے ذرا سا خون دیکھ کر اس سے خوف زدہ ہو۔ تمہیں شرم نہیں آتی''۔ بچہ فوراً خاموش ہو گیا اور اس نے بڑے سکون سے جواب دیا۔ میں خون دیکھ کر خوف زدہ نہیں ہوں۔ مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ یہ خون بے مصرف بہہ رہا ہے۔ میں اسے بچانا چاہتا ہوں تا کہ یہ حصول پاکستان کیلئے کام آتا۔

اس بات پر وہاں موجود ہر شخص نے اس بچے کو فرط محبت سے پیار کیا۔ یہ واقعہ جب قائداعظم نے سنا تو ان کا فوری تبصرہ یہ تھا کہ ''اب دنیا کی کوئی طاقت قیام پاکستان کو نہیں روک سکتی''۔

''خالو جان جس طرح حارث نے فاطمہ اور آمنہ کی بات مان کر مجھے واقعات سنانے کا پہلے موقع دیا۔ اسی طرح اب میں زاہد اور حارث کی رائے کے احترام میں باقی دو تین واقعات کسی اور دن سناؤں گا۔ اب آپ قائداعظم کی کہانی شروع کریں۔

سبھی بچوں نے طارق کی بات سے اتفاق کیا اور خالو جان نے اپنی بات کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ قائداعظم نے ہندوؤں کی مکارانہ چالوں کو بھانپ لیا تھا۔ اس لئے اب وہ کانگریس کے جال میں پھنسنے کے بجائے مسلمانوں کیلئے علیحدہ وطن کے حصول کیلئے سرگرم عمل ہو گئے۔

23 مارچ 1940ء کو لاہور میں مسلم لیگ کے جلسہ عام میں قرارداد لاہور جسے بعد میں قرارداد پاکستان کا نام دیا گیا۔ اس موقع پر قائداعظم نے صاف صاف اعلان کر دیا کہ مسلمان جن صوبوں میں اکثریت میں ہیں وہاں ہم آزاد حکومت قائم کریں۔ ہم ہندوؤں کی غلامی کسی صورت میں قبول نہیں کر سکتے۔ اس مطالبے نے ہندوستان بھر میں ہلچل پیدا کر دی۔

اسی زمانے میں لندن میں قیام پذیر مسلمان نوجوان چوہدری رحمت علی نے پاکستان نیشنل موومنٹ کی بنیاد رکھی اور پنجاب، سرحد، کشمیر، سندھ اور بلوچستان کے علاقوں پر مشتمل پاکستان کا مطالبہ کیا اور کہا کہ مسلمان ان علاقوں میں بارہ سو سال سے زیادہ عرصہ سے رہ رہے ہیں اور ان کی اپنی تاریخ، تہذیب اور تمدن ہے، ہم ہندوستانی نہیں، پاکستانی ہیں۔

ہندوؤں لیڈروں نے اس کے جواب میں کیا کہا؟ فاطمہ نے پوچھا۔

اس کے جواب میں انتہا پسند ہندو لیڈروں نے کہا کہ پاکستان کا خواب تو دور کی بات ہے مسلمانوں کا تو ہندوستان سے کوئی تعلق ہی نہیں، یہ تو عرب سے آئے تھے، انہیں یہاں رہنے کا کوئی حق نہیں۔ اس کا عملی ثبوت 1937ء کے انتخابات کے بعد سامنے آیا۔ جب سات صوبوں میں کانگریس کی وزارتیں بنیں تو انہوں نے مسلمانوں کا جینا حرام کر دیا۔

اس صورت حال میں قائداعظم نے مسلم لیگ کے پرچم تلے پورے ہندوستان کے طوفانی دورے شروع کئے اور مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرتے ہوئے مطالبہ پاکستان کیلئے قربانیاں دینے پر آمادہ کر لیا۔

مسلمانوں کی جدوجہد کو دیکھتے ہوئے حکومت برطانیہ نے لندن سے کرپس مشن بھیجا۔ کانگریس کی زبردست مخالفت کے باوجود مشن نے اصولی طور پر پاکستان کے مطالبے کی حمایت کر دی۔

''کیا اس کے بعد پاکستان بن گیا''۔ حارث نے پوچھا۔

''نہیں اتنی جلدی نہیں یہ 1942ء کی بات ہے۔ اس کے بعد مزید پانچ سال کا مشکل اور صبر آزما عرصہ تھا۔ جس میں قائداعظم کی قیادت میں مسلمانوں نے جدوجہد جاری رکھی۔ ہندوؤں کے چالاک اور عیار لیڈر گاندھی نے مکروفریب کے ذریعے کوشش کی کہ قائداعظم پاکستان کے مطالبے سے باز آجائیں لیکن قائداعظم اپنی بات پر چٹان کی طرح ڈٹے رہے۔ ان کا صرف ایک ہی مطالبہ تھا کہ مسلمان پاکستان سے کم کسی چیز پر راضی نہیں ہوں گے''۔

''گاندھی اور دوسرے ہندو لیڈروں نے اس کا کیا جواب دیا؟'' زاہد نے پوچھا۔

انہوں نے مسلمانوں کو قتل وغارت کی دھمکیاں دینا شروع کر دیں اور کہا کہ انگریزوں کے جانے کے بعد مسلمانوں کو ہندوؤں کا غلام بن کر رہنا ہوگا۔ اس تشویشناک صورت حال میں ہندوستان کے وائسرائے لارڈ ویول لندن سے عبوری حکومت کا منصوبہ لے کر آئے۔ جون 1945ء کو شملہ میں مسلمانوں اور ہندوؤں کی وائسرائے کی صدارت میں کانفرنس ہوئی جو گاندھی کی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ناکام ہو گئی۔

''کانفرنس کی ناکامی کے بعد قائداعظم کا ردعمل کیا تھا''؟ طارق نے پوچھا۔ قائداعظم نے کہا کہ ''اگر ہندوستان کی آزادی کا مسئلہ حل کرنا ہے تو پاکستان کا مسئلہ حل کرنا بھی ضروری ہے۔ ہمارا مطالبہ حق وانصاف پر مبنی ہے اور یہی ہندوستان کے مسئلے کا واحد حل ہے''۔ خالو جان نے جواب دیا۔

''شملہ کانفرنس کی ناکامی کے بعد حکومت برطانیہ کے وائسرائے نے کیا حکمت عملی اختیار کی''؟ فاطمہ نے پوچھا۔

''شملہ کانفرنس کی ناکامی کے بعد وائسرائے نے ہندوستان میں عام انتخابات کرانے کا اعلان کر دیا۔ کانگریس نے زیادہ سے زیادہ سیٹیں حاصل کرنے کیلئے ہر جائز اور ناجائز طریقے استعمال کرنا شروع کر دیئے۔

۱ دھمکی

ایک آدمی گلی میں آکر بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے روٹی، کپڑا، دال اور گھی دو نہیں تو میں وہی کروں گا جو میں نے پچھلے سال کیا تھا ایک پہلوان نے آکر پوچھا کیا کیا تھا۔ آدمی بولا جناب کچھ نہیں کیا تھا بھکھا ہی سوں گیاں سی (بھوکا سو گیا تھا)

صباح ریاست۔ پنڈی سید پور

قائداعظم نے اس موقع پر جرات مندانہ طریقے سے مسلمانان ہند سے کہا کہ ''ان انتخابات کے نتیجے میں ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ ہوگا۔ اگر مسلم لیگ جیت گئی تو پاکستان قائم ہو جائے گا اور اگر خدانہ کرے ہار گئی تو مسلمان ہمیشہ کیلئے ہندوؤں کے غلام بن کر رہ جائیں گے۔

''کیا مسلمانوں نے اس کے جواب میں قائداعظم کا ساتھ دیا''؟ طارق نے پوچھا۔

''انتخابات ہوئے تو کانگریس نے روپے پیسے کے لالچ اور غنڈہ گردی سے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی لیکن مسلمان متحد ہو چکے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کانگریس کی ہزار مخالفتوں اور رکاوٹوں کے باوجود مسلم لیگ نے مسلمانوں کیلئے مخصوص تمام نشستیں جیت لیں''۔ خالو جان نے بتایا۔

''کیا انتخابات کے بعد مسلمانوں کو اپنے اکثریتی علاقوں کی حکومت مل گئی''؟ آمنہ نے پوچھا۔

''انتخابات مکمل ہونے کے بعد وائسرائے ہند لارڈ ویول نے اعلان کیا کہ حکومت میں مسلم لیگ اور کانگریس کو برابر حصہ ملنا چاہئے۔ لیکن اس موقع پر بھی کانگریس نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا اور حکومت سازی میں رکاوٹیں ڈالنے لگی۔ مسئلے کے حل کیلئے وزیراعظم برطانیہ لارڈ اٹیلی نے وزارتی مشن بھیجا۔ لیکن کانگریس نے وزارتی کمیشن کے مصالحتی فارمولے کو بھی مسترد کر دیا''۔

''اس صورت حال میں قائداعظم کا موقف کیا تھا''؟ زاہد نے پوچھا۔

''قائداعظم نے اس موقع پر واشگاف الفاظ میں کہا کہ جب تک مسلمان مکمل اور خود مختار پاکستان حاصل نہیں کرلیں گے چین سے نہیں بیٹھیں گے''۔

''آخر کار پاکستان کانگریس کی شدید مخالفت کے باوجود کیسے وجود میں آیا''؟ حارث نے پوچھا۔

آج وقت خاصا ہو چکا ہے۔ اس سوال کا جواب میں کل دوں گا۔ آپ لوگ اب آرام کریں۔ خالو جان نے کہا۔

Scanned with CamScanner

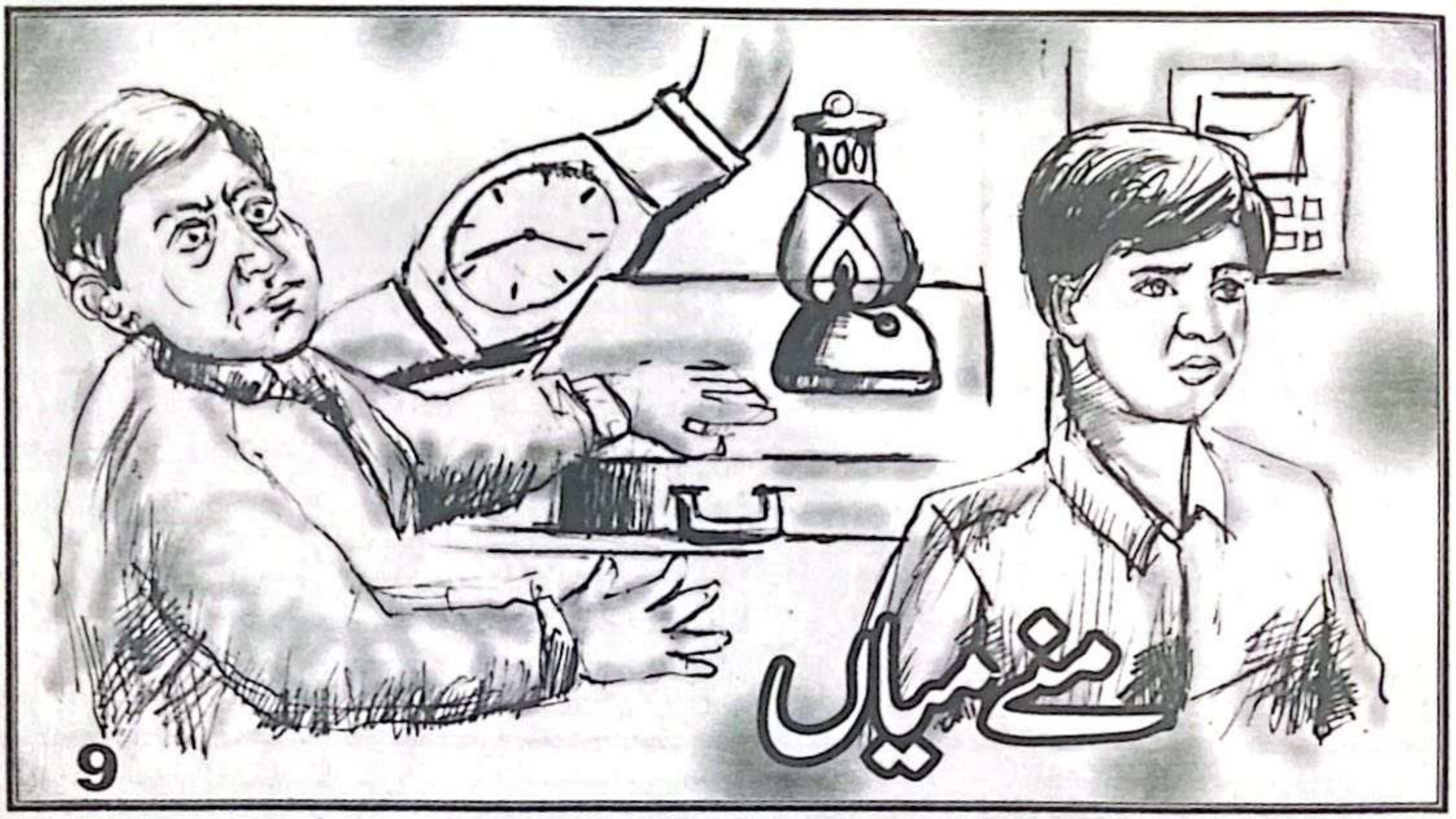

منے میاں کی کہانی ...... ایک روز وہ جھوٹ بولنے کے مقابلے میں حصہ لے بیٹھے تھے

محمد ظریف خان

تایا ابو نے اسد بھائی کو پیار سے منے میاں کیا کہنا شروع کیا کہ وہ چالیس برس سے زیادہ کی عمر ہونے کے باوجود آج تک منے کے منے رہے۔ اسد بھائی ہمارے تایا جان رفیع احمد خان صاحب کے سب سے بڑی اولاد ہیں۔ شادی شدہ تین بچوں کے باپ، تعلیمی اعتبار سے ایم بی اے کئے ہوئے اور ایک بڑے تجارتی ادارہ میں منیجر کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں لیکن گھریلو اور چند دیگر معاملات میں ان سے کچھ ایسی نادانیاں بلکہ حماقتیں سرزد ہوتی رہتی ہیں جن کی نظیر یا مثال بہت کم ملتی ہے۔

اسد بھائی کو تایا ابو سو روپیہ کا غلام کہتے ہیں۔ اب سو روپے کے غلام کی بھی کہانی سن لو۔ آج سے بہت عرصہ پہلے جب دنیا کے اکثر ممالک میں غلاموں کی تجارت عام تھی، کسی ریگستانی علاقے میں غلاموں کی منڈی لگی ہوئی تھی۔ ایک دولتمند سردار بھی وہاں غلام خریدنے کیلئے جا پہنچا۔ ایک جگہ اسے دو غلام ایک ساتھ کھڑے دکھائی دیئے۔ ایک تندرست و توانا تھا اور دوسرا دبلا پتلا۔ جب خریدار نے غلاموں کے مالک سے ان کی قیمت دریافت کی تو اس نے تندرست غلام کی قیمت ایک سو روپیہ بتائی جبکہ دبلے پتلے کے دو سو روپیہ مانگے۔ سردار نے حیرت زدہ ہو کر غلاموں کے مالک سے دریافت کیا کہ آخر یہ کیا بات؟ صحتمند کی قیمت سو اور کمزور کی دو سو؟ اس پر مالک نے بتایا کہ دبلا پتلا غلام اپنی سمجھ کے مطابق بھی کام کرتا ہے جبکہ صحتمند صرف اتنا ہی کام کرے گا، جتنا اسے بتایا جائے۔ خریدار نے سوچا کہ آخر غلام کو اپنی سمجھ کے مطابق کام کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اسے تو بس اتنا اور وہی کام کرنا چاہیے جو مالک اسے بتائے لہٰذا اس نے سو روپیہ والا غلام خرید لیا۔

جب وہ غلام کو لے کر اپنے قبیلے کی سمت چلا تو اس وقت شدید گرمی اور چلچلاتی ہوئی دھوپ تھی۔ مالک اور غلام ایسے ریگستانی علاقے میں سفر کر رہے تھے جہاں دور دور تک پانی یا سایہ دار درختوں کا نام تک نہ تھا۔ ان لوگوں کو بیس پچیس میل سے بھی زیادہ دور جانا تھا اسلئے سردار نے پانی کا ایک بہت بڑا مشکیزہ بھر کر غلام کے حوالے کیا کہ وہ اسے اپنے اونٹ پر لادے۔ جب آٹھ دس میل کا سفر کرنے کے بعد سردار نے ایک جگہ چند سایہ دار درخت دیکھے تو وہاں کچھ دیر تک ستانے کا فیصلہ کیا۔ مالک اور غلام دونوں اونٹوں سے اترے اور درختوں کی ٹھنڈی چھاؤں میں چلے گئے۔ مالک نے غلام سے پانی لانے کو کہا۔ غلام نے نہایت ادب کے ساتھ ایک کوزے میں پانی بھر کر مالک کو پیش کیا۔ پانی پی کر جب اس کی جان میں جان آئی تو چادر بچھا کر سو گیا اور کچھ دیر بعد اس کے خراٹے گونجنے لگے۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے غلام سے دوبارہ پانی لانے کو کہا۔ غلام نے اسے بتایا کہ پانی تو ختم ہو گیا۔ اس نے حیرت کے ساتھ دریافت کیا کہ پانی تو صرف دو کوزے پیا گیا تھا یعنی ایک کوزہ غلام نے پیا اور دوسرا مالک نے تو باقی پانی کہاں چلا گیا؟ اس پر غلام نے بتایا کہ وہ تو سب بہہ گیا۔

''آخر کیسے؟'' مالک نے سوال کیا۔

وہ یوں کہ مشکیزے کا منہ کھلا رہ گیا تھا۔'' غلام نے بڑی سادگی کے ساتھ جواب دیا۔

''مگر مشکیزے کا منہ کھلا کیوں رہ گیا؟'' مالک نے گرجتے ہوئے پوچھا۔

''وہ آپ نے مشکیزہ کا منہ بند کرنے کیلئے جو نہیں کہا تھا۔'' غلام نے خوف سے کانپتے ہوئے کہا۔

غلام کا جواب سن کر مالک سر پکڑ کر رہ گیا۔ پھر اس نے ایک اہم فیصلہ کیا۔ وہ پھر غلاموں کی منڈی گیا۔ سو روپیہ والا غلام واپس کیا اور دو سو روپیہ والا دبلا پتلا لیکن سمجھدار غلام خرید لیا۔ تو ایسے بھی سو روپے والے ایک غلام منے بھیا بھی ہیں۔ ابھی پرسوں کی بات ہے۔ بھابی جان نے انہیں ایک خاص رنگ اور ڈیزائن کا ایک بٹن دے کر کہا کہ ایسے ہی دو درجن بٹن لے آئیں۔ بازار کچھ زیادہ دور نہ تھا اسلئے منے بھیا اپنی گاڑی کے بجائے پیدل ہی وہاں چلے گئے۔ جب انہیں گئے ہوئے دو گھنٹے سے زیادہ گزر گئے تو بھابی جان نے میرے بھتیجے سعد سے کہا کہ وہ انہیں ڈھونڈ کر لائے۔ سعد گھر سے نکل کر ابھی گلی کے کونے تک ہی پہنچا تھا کہ اسے منے بھیا تھکے ماندے مگر

خالی ہاتھ واپس آتے دکھائی دیے۔

سعد دوڑ کر گھر پہنچا اور اس نے اپنی ماں کو منے بھائی کے بخیر و عافیت آنے کی خوشخبری سنائی۔ بھابی بالکل اس عورت کی طرح خوش ہو گئیں جس کے دروازے کی گھنٹی بجا کر کسی راہگیر نے اسے بتایا کہ اس کے دروازے پر کوئی بیہوش پڑا ہے۔ جب اس عورت نے باہر نکل کر دیکھا تو اسے پتہ چلا کہ بیہوش پڑا ہوا شخص اس کا شوہر ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک پارسل دبا ہوا ہے۔ جسے دیکھ کر وہ عورت خوشی سے بے قابو ہو کر چیخی۔

''واہ بھئی واہ! میری ساڑھی تو آ گئی۔''

اور پھر پارسل اٹھا کر اندر چلی گئی۔

تو جناب بھابھی بھی یہ سوچ کر خوش ہوئیں کہ شوہر کو کیا ہوا تھا؟ یہ تو خدا جانے مگر ان کے مطلوبہ بٹن ضرور آ گئے۔ لیکن منے بھیا کو خالی ہاتھ دیکھ کر ان کا پارہ چڑھ گیا۔ جب انہوں نے غصہ میں بھر کر منے بھائی سے دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ وہ دو گھنٹے بعد گھر آئے اور بٹن نہ لائے تو منے میاں بڑی سادگی اور ریاسیت کے ساتھ کہتے ہیں۔

''بیگم! میں نے کم از کم پچاس دکانوں پر دیکھا۔ ایسے رنگ اور ڈیزائن والے بٹن تو بہت تھے لیکن تم نے جو بٹن دیا یا وہ چار چھید والا ہے مگر دکانوں پر جو بٹن مل رہے تھے وہ دو چھید والے تھے۔ میں اسلئے نہیں لایا کہ کہیں تم ناراض نہ ہو جاؤ۔''

اس جواب پر بھابی جان اپنا سر پیٹ لینے کے سوا اور کیا کر سکتی تھیں۔ پھر انہوں نے جو سعد کو بازار بھیجا تو وہ صرف پندرہ منٹ بعد مطلوبہ بٹن لے کر واپس آ گیا۔

یہی کچھ حال ایک اتوار کو گوشت خریدنے کے دوران ہوا۔ صبح صبح بھابی جان نے انہیں دو کلو چھوٹے گوشت کا قیمہ لینے کیلئے بھیجا۔ بھائی جان گوشت مارکیٹ پہنچے تو وہاں دکانوں پر بڑی بھیڑ دیکھی۔ انہوں نے ایک قصائی کو دو کلو قیمہ بنانے کو کہا اور خود دکان کے برابر والے اخباری سٹال سے ایک اخبار خرید کر پڑھنے لگے۔ کوئی آدھے گھنٹہ بعد دکاندار نے قیمہ کی تھیلی ان کے حوالے کی اور منے بھائی اسے پیسے دے کر خراماں خراماں گھر واپس آ گئے۔ گھر آ کر پتہ چلا کہ دکاندار نے تو صرف ایک کلو قیمہ انہیں بھڑایا تھا اور وہ بھی چھوٹے کے بجائے بڑے گوشت کا۔ پھر سوچ لیجئے کہ بھابی جان نے (ان کا قیمہ بنانے کے علاوہ) ان کے ساتھ اور کیا ''حسن سلوک'' کیا ہو گا۔

منے بھائی میں کوئی اور وصف ہو یا نہ ہو مگر جھوٹ بڑی صفائی کے ساتھ بولتے ہیں۔ یہ ان کا قصور نہیں بلکہ دراصل ان کا پیشہ ورانہ شعبہ ہی ایسا ہے کہ انہیں دن میں کئی بار غلط بیانی کرنا پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سمیت ہم سب کو دروغ گوئی یا جھوٹ سے محفوظ رکھے۔ میرے ایک اور عمر رسیدہ کزن سردار بھائی ہیں۔ ایک دن انہوں نے مذاق ہی مذاق میں گھر کے لوگوں کے درمیان جھوٹ بولنے کا مقابلہ کرایا اور انعام کے طور پر ایک خوبصورت اور قیمتی سنہرا بال پوائنٹ قلم دینے کا اعلان کیا۔ سب لوگوں نے سفید، سیاہ، نیلا، پیلا غرض ہر قسم کا جھوٹ بول ڈالا مگر منے بھائی کانوں کو ہاتھ لگا کر بولے

''توبہ توبہ! میں نے تو زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔''

اور پھر سردار بھائی نے تالیوں کی گونج میں وہ بال پوائنٹ منے بھائی کی جیب میں لگا دیا۔

لاہور...... جہاں 10 لاکھ گاڑیاں 650 لوگوں کے اشاروں پر چلتی ہیں

دنیا کے ترقی یافتہ ملک ہوں یا اقوام اپنے قوانین کا احترام بھی کرتی ہیں اور عمل بھی کرتی ہیں۔ رات کی تاریکی ہو یا دن کا اجالا ٹریفک کے اشاروں پر یوں اپنی مرضی سے رکتے ہیں کہ دیکھنے والے کا جی خوش ہو جائے۔ ہمارے یہ منظر کم کم ہیں۔ آیئے ایس ایس پی ٹریفک کرنل ظہیر الحسن کی کچھ باتیں پڑھتے ہیں۔

طلال مصطفیٰ۔ دی ٹرسٹ سکول عامر ٹاؤن

پیارے ساتھیو! ہم سب کو روزانہ سڑکوں اور ان پر چلنے والی ٹریفک سے سابقہ پڑتا ہے۔ ہمارے گھروں کے باہر موجود گلی سے محلہ اور شہر کی سڑک تک اور پھر شاہراہ سے موٹروے تک سڑکوں کا ایک جال بچھا ہوا ہے۔ جن پر ہر طرح کی ٹریفک ہر وقت رواں دواں رہتی ہے۔ اس ٹریفک میں سائیکل، موٹر سائیکل، کار، رکشا، ویگن، بس، ٹرک، ٹریکٹر، ٹرالر، تانگے، ریڑھے، بیل گاڑیاں اور اس طرح کی دوسری سینکڑوں سواریاں شامل ہیں۔ یہ سب سواریاں ایک نظام اور ترتیب کے ساتھ سڑکوں پر چلتی ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو سڑکوں پر گاڑیوں کا ہجوم ہو جائے اور یہ ہزاروں گاڑیاں ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکیں۔ ٹریفک کا یہ نظام کیسے چلتا ہے۔ گاڑیاں کن قوائد کے تحت سڑکوں پر رواں دواں ہیں اور ان قوائد کو توڑنے سے کیا مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ یہ سب کچھ بتانے کیلئے گذشتہ ہفتے ایس پی ٹریفک لاہور کرنل ظہیر الحسن نے ہمارے سکول (دی ٹرسٹ سکول عامر ٹاؤن) کا دورہ کیا جہاں طلبہ اور اساتذہ نے ان کا اور ان کی ٹیم کا استقبال کیا۔ اس موقع پر کرنل ظہیر الحسن نے ٹریفک کے نظام کے بارے میں ایک لیکچر دیا اور بچوں کے سوالوں کے جواب دیے۔ انہوں نے بتایا آج کی دنیا میں رہنے والے ہر بچے، بوڑھے اور جوان کو سڑکوں اور ٹریفک سے واسطہ پڑتا ہے۔ صرف لاہور شہر کی 80 لاکھ کی آبادی میں 10 لاکھ گاڑیاں سڑکوں پر چلتی ہیں۔ اگر یہ کسی نظم و ضبط کے تحت نہ چلیں تو زندگی جامد ہو کر رہ جائے لیکن ہم ٹریفک پولیس کے صرف 650 ملازمین اور 135 سگنلز کے ذریعے اس شہر کی پوری ٹریفک کو کنٹرول کرتے ہیں۔ اس مقصد کیلئے ہم نے پورے شہر کو چار سیکٹروں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ تاہم انہوں نے نے کہا کہ شہریوں کے تعاون کے بغیر ٹریفک کا نظام کامیاب نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے کہا ہمارا دین ہمیں ڈسپلن سکھاتا ہے۔ نماز اور حج اس ڈسپلن کے عملی مظاہرے ہیں۔ ہمارے قائد نے بھی ہمیں ڈسپلن قائم کرنے کی تلقین کی ہے۔ اسلئے بچوں کا فرض ہے کہ وہ ٹریفک قوانین سے آگاہی حاصل کریں۔ ان پر خود بھی عمل کریں اور اپنے والدین، بہن بھائیوں اور دوستوں سے بھی ان کی پابندی کروائیں۔ انہوں نے کہا کہ ٹریفک ڈسپلن توڑنے سے آپ کا اپنا بھی نقصان ہو سکتا ہے اور آپ کسی اور کو بھی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اسلئے بچوں کو چاہئے کہ وہ اچھے پاکستانی اور اچھے شہری بنیں اور ٹریفک قوانین کی پابندی کریں۔ انہوں نے کہا کہ سڑکوں پر چلنے والی ٹریفک سے کسی قوم کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ وہ کتنی مہذب ہے یا کتنی ذہنی انتشار کا شکار؟ انہوں نے بچوں کو دعوت دی کہ وہ سکاؤٹ کے طور پر ٹریفک پولیس کے ساتھ مل کر لاہور میں ٹریفک کا نظام بہتر بنانے میں مدد کریں۔ جس پر تمام بچوں نے انہیں یقین دلایا کہ ہمیں جب بھی بلایا جائے گا ہم ٹریفک کے عملے کے ساتھ مل کر اپنے شہر میں ٹریفک کا نظام بہتر بنائیں گے۔ اس تقریب سے سکول کے ہیڈ ماسٹر عبدالمنیر چودھری اور پرنسپل شیخ مختار نے بھی خطاب کیا۔

نماز اور حج اس ڈسپلن کے عملی مظاہرے ہیں

ٹانگوں کی ضرورت ہے

انگلینڈ میں ایک ریلوے سٹیشن کے باہر ایک بورڈ لگا ہوا ہے جس پر موٹے موٹے الفاظ میں لکھا ہے ''ٹانگوں کی ضرورت ہے'' جب لوگ پہلی بار اس بورڈ کو دیکھتے ہیں تو وہ اس طرف کھنچے چلے آتے ہیں لیکن جب بورڈ کے قریب پہنچتے ہیں تو ان موٹے الفاظ کے نیچے باریک الفاظ لکھے دکھائی دیتے ہیں ''ہماری سلی ہوئی پتلونوں میں ڈالنے کے لئے'' (عطاء اللہ شاہ بخاری ...... کربوغہ شریف)

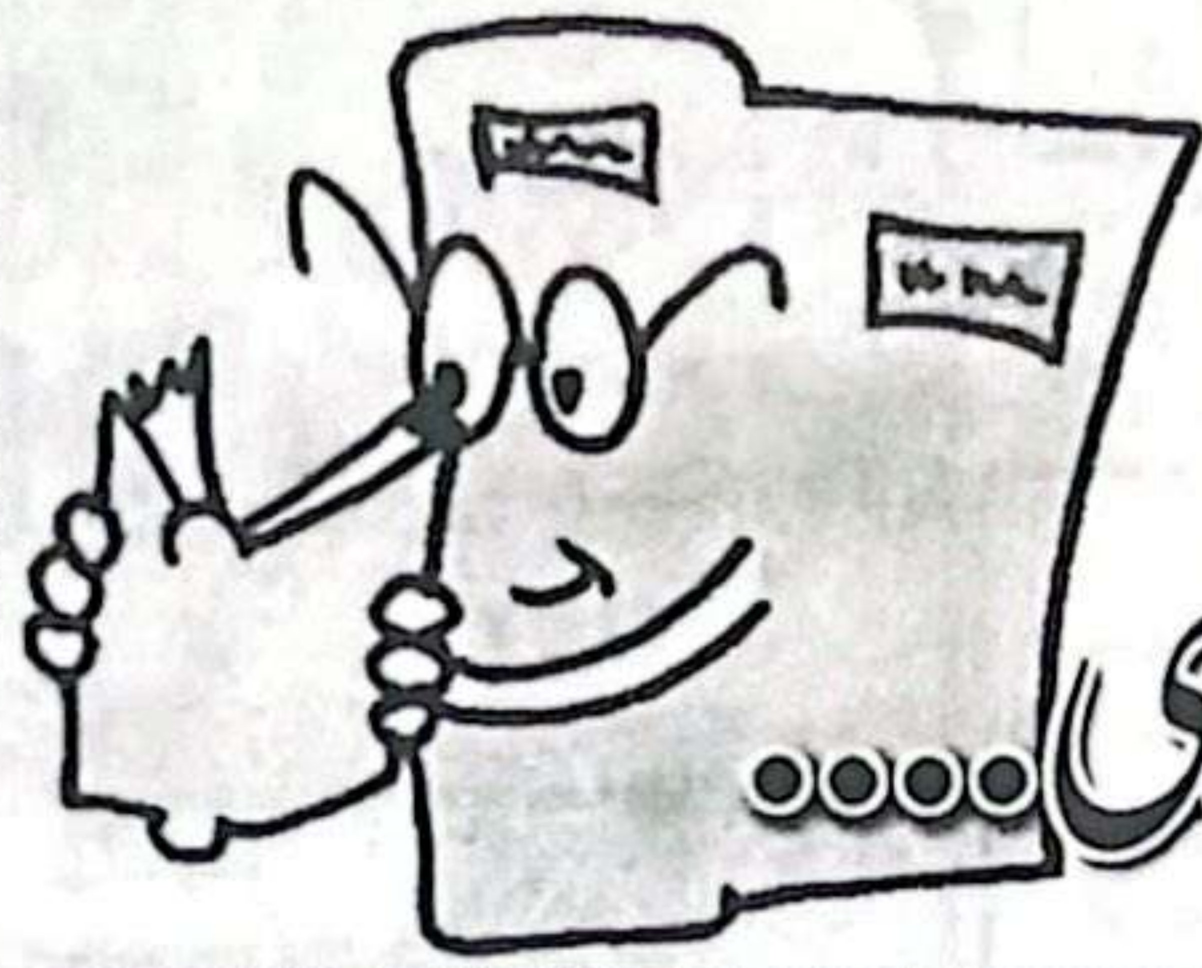

پڑھ تو سہی نا....

''زبان پر قابو''

کسی نے حضرت جعفر برمکی سے پوچھا ''آدمی میں کتنے عیب ہوتے ہیں؟''
جعفر برمکی نے جواب دیا ''عیب تو بے شمار ہوتے ہیں مگر ایک خوبی ایسی ہے کہ اگر وہ کسی آدمی میں ہو تو تمام عیب چھپ جاتے ہیں''
سائل نے پوچھا ''وہ خوبی کیا ہے؟''
جعفر برمکی نے جواب دیا ''زبان پر قابو''
(صاحبزادہ مقصود احمد جماعت ہشتم گورنمنٹ ہائی سکول کربوغہ شریف)

جی ہاں! پڑھ تو سہی ...... یہ ہے آپ کے اس نئے کالم کا نام اور میں ہوں آپ کے اس نئے کالم کا نیا میزبان ......
رسم و رہ دنیا نبھانے کے لئے ذرا اپنے منہ میاں مٹھو بن لینے دو۔ کیونکہ آپ نے مجھے پہلے پھول کے صفحات پہ نہیں پڑھا ہوگا لیکن اب بھیا کی خصوصی ''نظر کرم'' سے آپ کے روبرو ہوں۔
جی! تو بابدولت کو محمد زمان خٹک ہی کہتے ہیں۔ خوبصورت وادیوں، دلفریب دروں اور بلند و بالا پہاڑوں کی سرزمین صوبہ سرحد کے جنوبی ڈویژن کوہاٹ کے ضلع ہنگو کے ایک خوبصورت گاؤں اور لذیذ آڑوؤں اور اولیاؤں کے مسکن کربوغہ شریف سے تعلق ہے۔ دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے پشاور یونیورسٹی کا آدھا گریجویٹ (انشاء اللہ مارچ تک پورا گریجویٹ بن جاؤں گا) علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کا پی ٹی سی اور سی ٹی سند یافتہ ہوں اور نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف جرنلزم اسلام آباد سے ''جرنلزم'' میں تادم تحریر دو دو ہاتھ کرنے میں مشغول ہوں۔
دینی تعلیم کے لحاظ الحمد للہ حافظ قرآن اور جامعہ عالیہ اسلامیہ کربوغہ شریف کا سند یافتہ قاری ہوں۔ پیشے کے لحاظ سے سکول کا استاد ہوں عمر کے لحاظ سے 25 ویں بہار دیکھنے کے قریب ہوں۔ شوق کے لحاظ سے ''پھول'' کا ادنیٰ قاری ہوں۔ اپریل 1993ء میں پھول سے تعارف ہوا۔ اس وقت گورنمنٹ ہائی سکول کربوغہ شریف میں نویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ اب آپ کی دعاؤں سے اسی سکول میں پڑھا رہا ہوں اور جن اساتذہ سے پڑھا تھا انکے ساتھ پڑھا رہا ہوں اس پر جہاں مان اور فخر ہے وہاں ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں انجانے میں ان کی بے ادبی نہ کر جاؤں

نرالی وصیت

انگلستان میں ایک خاتون کے مرنے کے بعد جب اس کا وصیت نامہ کھولا گیا تو اس میں درج تھا کہ اس کے پانچ ہزار پاؤنڈ اس اخبار بیچنے والے کو دیئے جائیں جو ہر صبح اس کو اخبار پہنچاتا تھا کیونکہ اخبار والے نے 35 سال تک ایک ناغہ بھی نہیں کیا تھا اور ہر صبح اخبار ڈیوڑھی میں رکھنے کے بعد ہمیشہ ڈیوڑھی کا دروازہ بھی بند کرتا تھا لہٰذا میرے مرنے کے بعد اس رقم کا حق دار وہی ہے۔ (محمد موسیٰ خٹک جماعت ہشتم گورنمنٹ ہائی سکول کربوغہ شریف)

ارشاد قائد

اخلاقی قوت، محنت، دلیری اور ہمت واستقلال وہ چار ستون ہیں جن پر انسانی زندگی کی عمارت تعمیر کی جاسکتی ہے۔

اطیعواللہ

اے انسان! کس چیز نے تجھے ...... اپنے اس رب کریم سے دھوکے میں ڈال دیا ...... جس نے تجھے پیدا کیا ...... تجھے نک سک سے درست کیا ...... تجھے متناسب بنایا ...... اور جس صورت میں چاہا ...... تجھ کو جوڑ کر تیار کیا۔
ہرگز نہیں ...... بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) تم لوگ جزا اور سزا کو جھٹلاتے ہو ...... حالانکہ تم پر نگران (فرشتے) مقرر ہیں۔ ایسے معزز کاتب جو تمہارے ہر فعل کو جانتے ہیں۔
یقیناً نیک لوگ مزے میں ہوں گے ...... اور بے شک بدکار لوگ جہنم میں جائیں گے۔ (الانفطار ۶ تا ۱۴)

''فرمودہ اقبال''

اگر لہو ہے بدن میں تو خوف ہے نہ ہراس
اگر لہو ہے بدن میں تو دل ہے بے وسواس
جسے ملا یہ متاع گراں بہا اس کو
نہ سیم و زر سے محبت ہے نہ غم افلاس

''علم کا دریا''

حضرت سلمان فارسیؓ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ ایک دن دریائے دجلہ کے کنارے اپنے شاگردوں کے ساتھ بیٹھے تھے انہوں نے اپنے ایک شاگرد کو برتن دے کر کہا ''اس میں پانی بھر لاؤ'' شاگرد گیا اور دریا سے پانی برتن میں بھر لایا۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے اس سے پوچھا ''کیا تمہارے پانی لینے سے دریا میں پانی کچھ کم ہوگیا؟'' شاگرد نے کہا ''ہرگز نہیں'' حضرت سلمان فارسیؓ نے فرمایا ''علم کی مثال بھی دریا کی سی ہے کہ اس میں جتنا بھی خرچ کیا جائے کم نہیں ہوتا'' (محمد عبد اللہ شاہ غازی ...... کربوغہ شریف)

واطیعوالرسول

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:-
تم عمل کے لئے انتظار کرتے ہو ...... اس خوشحالی اور دولت مندی کا ...... جو آدمی کو سرکش بنا دیتی ہے ...... یا انتظار کرتے ہو ...... اس ناداری اور محتاجی کا۔ جو سب کچھ بھلا دیتی ہے۔ یا انتظار کرتے ہو ......
حالت بگاڑ دینے والی بیماری کا، یا عقل و حواس کھو دینے والے بڑھاپے کا یا اچانک آنے والی اور فنا کر دینے والی موت کا، یا تم منتظر ہو دجال کے، اور دجال بدترین غائب ہے۔ جس کا انتظار ہے ...... یا منتظر ہو قیامت کے ...... اور قیامت بڑا سخت حادثہ اور بڑا کڑوا گھونٹ ہے۔ (ترمذی شریف)
(مولانا محمد رمضان ساجد مدرس جامعہ صفہ کربوغہ شریف)

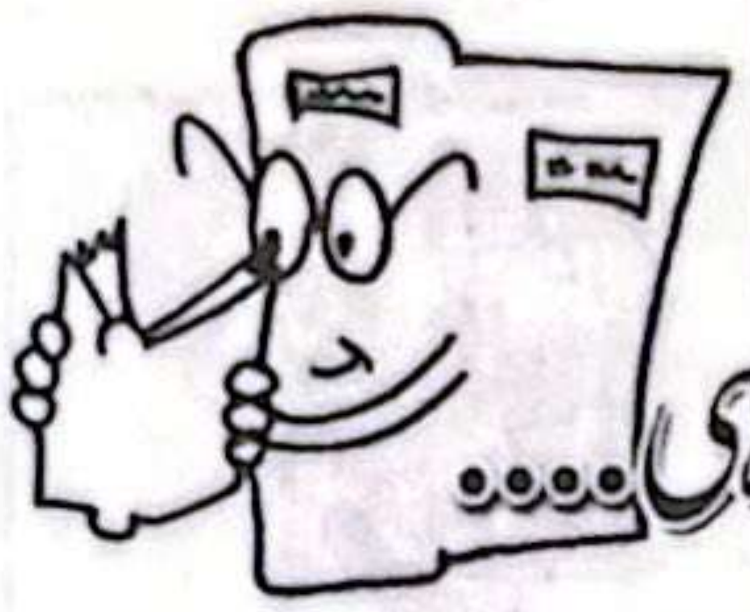

پڑھ تو سہی.....

میری اچھی ماں

☆......وہ کونسی عظیم ہستی ہے، جس نے بچپن میں گرتے وقت بے تحاشا دوڑ کر مجھے سہارا دیا؟ وہ کون سی مقدس ہستی تھی جس نے میری چوٹ کو چوما، تا کہ وہ چوٹ جلدی سے اچھی ہو جائے؟ ماں، میری مہربان ماں!......(ٹیلر)

☆......اس مطلبی، بے مہر اور کھوکھلی دنیا میں کوئی چشمہ اتنا میٹھا مضبوط اور مستقل نہیں جتنا وہ چشمہ جو ماں کے دل میں موجزن ہوتا ہے، محبت کا چشمہ!......(ہمنیس)

☆......اگر مجھے سب سے اونچی چڑھائی پر پھانسی دے دی جائے تو مجھے معلوم ہے وہاں تک کس کی محبت دیوانہ وار میرا تعاقب کرے گی۔ ماں، میری، میری اچھی ماں۔......(کپلنگ)

☆......دنیاوی رشتوں میں کوئی رشتہ ماں سے زیادہ گہرا، پیارا اور خوبصورت نہیں ہے۔......(شیلے)

☆......مجھے پھول اور ماں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا......(نادر شاہ)

☆......جس گھر میں تعلیم یافتہ اور نیک ماں ہوتی ہے وہ گھر ادب کی یونیورسٹی ہے......(فریڈریکس)

☆......انسان کے لبوں سے ادا ہونے والے تمام الفاظ میں سب سے زیادہ خوبصورت لفظ ''ماں'' ہے اور حسین ترین تخاطب ''میری ماں'' ہے (خلیل جبران)

☆......ماں کی اصل خوبصورتی اس کی محبت ہے اور میری ماں دنیا کی خوبصورت ترین ماں ہے......(مولانا محمد علی جوہر)

(ظہیر الدین صادق پی ٹی سی گورنمنٹ پرائمری سکول نمبر ۲ کربوغہ شریف)

اللہ تم سے کہتا ہے

اے لوگو!

نیکیوں کا حکم دیتے رہو...... برائیوں سے روکتے رہو، قبل اس کے کہ وہ وقت آئے جب

تم مجھ سے دعائیں کرو...... اور میں تمہاری دعائیں قبول نہ کروں۔

تم مجھ سے مانگو......اور میں تمہیں نہ دوں

تم مجھ سے مدد چاہو اور میں تمہاری مدد نہ کروں......(ابن ماجہ)

اقبال صہیب......کربوغہ شریف ہنگو

''قبل مسیح''

سن عیسوی سے کہیں زیادہ مشکل ان تاریخوں کا یادرکھنا ہے، جن کے بعد ''قبل مسیح'' آتا ہے۔ اس لئے کہ یہاں مورخین گردش ایام کو پیچھے کی طرف دوڑاتے ہیں ان کو سمجھنے اور سمجھانے کیلئے ذہنی شیس آسن کرنا پڑتا ہے جو اتنا ہی دشوار ہے جتنا الٹے پہاڑے سنانا۔ اس کو طالب علموں کی خوش قسمتی کہیے کہ تاریخ قبل میلاد مسیح نسبتاً مختصر اور ادھوری ہے اگرچہ مورخین کوشاں ہیں کہ جدید تحقیق سے بے زبان بچوں کی مشکلات میں اضافہ کر دیں۔ بھولے بھالے بچوں کو جب یہ بتایا جاتا ہے کہ روم کی داغ بیل 753 قبل مسیح میں پڑی تو وہ ننھے منے ہاتھ اٹھا کر یہ سوال کرتے ہیں کہ اس زمانے کے لوگوں کو یہ پتا کیسے چل گیا کہ حضرت عیسیٰ کے پیدا ہونے میں ابھی 753 سال باقی ہیں۔ ان کی سمجھ میں یہ بھی نہیں آتا کہ 753 ق م کو ساتویں صدی شمار کریں یا آٹھویں۔ عقل مند استاد ان جاہلانہ سوالات کا جواب عموماً خاموشی سے دیتے ہیں۔ آگے چل کر جب یہی بچے پڑھتے ہیں کہ سکندر 356 ق م میں پیدا ہوا اور 323 ق م میں فوت ہوا تو وہ اسے کتاب کی غلطی سمجھتے ہوئے استاد سے پوچھتے ہیں کہ یہ بادشاہ پیدا ہونے سے پہلے کس طرح مرا؟ استاد جواب دیتا ہے کہ پیارے بچو! اگلے وقتوں میں ظالم بادشاہ اسی طرح مرا کرتے تھے۔

(مشتاق احمد یوسفی کی کتاب ''چراغ تلے'' سے

ڈاکٹر محمد شریف محمود تھیالوجی سپیشلسٹ گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول دوابہ (ہنگو) کا انتخاب)

ذرا کھا کر تو دیکھیں......

رستم زمان گاما پہلوان کا تعلق برصغیر کے نامور پہلوان خاندان سے تھا۔ دنیا کے بڑے بڑے پہلوان اکھاڑے میں ان سے بچھڑتے رہے اور دوسرا کوئی رستم زمان نہ کہلوایا۔ صف اول کے اس عظیم پہلوان کی روزانہ خوراک یہ تھی۔

''روزانہ 20 سیر دودھ، تین پاو اصلی گھی، آدھ سیر مکھن، ایک سیر بادام، 12 سیر بکری کے گوشت کی یخنی۔''

(ہمدرد کی کتاب ''گاما'' سے اڑایا گیا)

نام بڑا کہ بھول......

مولانا حسرت موہانی ہندوستان کے بہت بڑے لیڈر تھے لوگ ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ حتی کہ ہندوستان کے وزیراعظم جواہر لعل نہرو تک بھی ان سے جھک کر ملتے تھے۔ ایک دن مولانا سفر پر کہیں جارہے تھے دہلی کے ریلوے پلیٹ فارم پر ٹکٹ کٹانے گئے، ٹکٹ بیچنے والے نے پوچھا ''جناب کا نام کیا ہے۔''

مولانا بڑے سٹپٹائے ان کو اپنا نام یاد نہیں آرہا تھا۔ اتنے میں ان کے ایک دوست آئے دور سے کہا ''مولانا حسرت! کہاں کیلئے بستر باندھا ہے؟'' مولانا کو فوراً نام یاد آ گیا۔ ٹکٹ والے کو کہا ''ہاں لکھو! میرا نام حسرت موہانی ہے''

(حکیم محمد سعید شہید کے سفرنامے ''سعید سیاح قطر میں'' سے ماخوذ

ہری مرچیں

منی آرڈر......پوسٹ ماسٹر کیلئے قرض حسنہ حاصل کرنے کا بہترین نعم البدل

خط......ڈاکئے کو گلی گلی سیر کرنے کے لئے ملنے والا لائسنس

ٹیلی فون......دوسروں کو تنگ کرنے کا سائنٹفک آلہ

چوکیدار......صرف چوری کے دن چھٹی پر رہنے والا شخص

طالب علم......والدین کو بے جا تنگ کرنے کے جرم میں سکول بھیجا جانے والا معصوم بچہ

استاد......تمام سرکاری محکموں کا رد کردہ صرف محکمہ تعلیم کا قبول کردہ شخص

بجلی کا بل......تنخواہ واپس بنک میں جمع کرنے کا چالان فارم

بجلی کا میٹر......لوڈ شیڈنگ کو ناپنے کا بہترین آلہ

بلب......صرف دیا سلائی کی روشنی میں نظر آنے والی چیز

محبت......دولت کمانے اور لٹانے کا پرکشش طریقہ

دماغ......شیطانی خیالات کی لینڈنگ کے لئے بہترین ائرپورٹ

پولیس......حکومت کے پرمٹ یافتہ ڈاکو

شاگرد......استاد محمد بخش کی بجائے استاد مولا بخش کی بات ماننے والا بچہ (محمد رحیم بنگش نوتھیہ......پشاور)

پاکستان اور ہم

پاکستان ہمارا ہے۔ ہم پاکستان کے ہیں یہ اچھا ہے تو ہماری وجہ سے ہے یہ برا ہے تو ہماری وجہ سے ہے اگر پاکستان میں کوئی خرابی ہے کمزوری ہے خامی ہے کمی ہے تو اس کے ہم ذمے دار ہیں کوئی خوبی ہے کوئی اچھائی کوئی برائی ہے تو وہ بھی ہماری وجہ سے ہے۔ لہٰذا پاکستان کو برا یا اچھا کہنے سے پہلے ہمیں اپنے آپ پر نظر ڈالنی چاہئے۔ اپنا جائزہ لینا چاہئے اپنے آپ میں کوئی کمزوری نظر آئے تو اس کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر ہم سب اسی طرح سوچیں اور اسی کے مطابق عمل کریں تو کچھ دن میں پاکستان میں کوئی کمی نہیں رہے گی اور ہمارا پاکستان بہترین ملک بن جائے گا۔

(حکیم محمد سعید شہید کے کالم ''جاگو اور جگاؤ'' سے)

ٹی وی کے اندر سے

28 مارچ 2002ء کو ٹیلی ویژن پر بچوں کے پروگرام "درخشاں" میں میرے انعام کی اناؤنسمنٹ ہوئی۔ یہ حسن اتفاق ہی تھا کہ ہم میں سے کسی نے بھی اس دن پروگرام نہیں دیکھا تھا۔ چنانچہ جب میری کزن دوڑ کر میرے پاس آئی اور کہنے لگی مبارک ہو تو میں نے کہا خیر مبارک مگر کس بات کی؟ "کیا آپ ٹی وی نہیں دیکھ رہی" اس نے حیرانی سے پوچھا۔ میرا جواب نفی میں سن کر کہنے لگی۔ آپ انعام کی حقدار قرار پائیں ہیں ابھی ابھی ٹی وی پر ہم نے سنا ہے۔ میں خوشی' حیرت اور بے یقینی کے ملے جلے جذبات سے لبریز آنٹی کے پاس گئی تو انہوں نے بھی تصدیق ثبت کر دی۔

اس واقعے کو دو دن ہی گزرے تھے کہ میری کزن مہ پارہ جو کہ 4 سال کی ہے کہنے لگی آپی آپ مجھے بتائیں تاکہ یہ ٹی وی والے آپ کو ٹی وی کے اندر سے کیسے انعام نکال کر دیں گے۔ ام حبیبہ' چکوال

بتی

یہ آپ بیتی نہیں ہے بلکہ آنٹی بیتی ہے۔ ہماری آنٹی کے گھر لائٹ گئی ہوئی تھی رات کا وقت تھا انہوں نے چراغ بنانے کیلئے روئی ڈھونڈی اور اس کی بتی بنانے لگیں ابھی وہ بنا ہی رہی تھیں کہ لائٹ آ گئی انہوں نے روئی کی طرف دیکھا تو ان پر انکشاف ہوا کہ وہ روئی نہیں چھپکلی کا بچہ تھا ان کے ہاتھوں سے کئی دن تک چھپکلی کی بدبو نہ گئی۔

عمار حسن' سرگودھا

کچھ آپ بیتیاں مزے کی

ننھی امی

یہ واقعہ آج سے 4 سال پرانا ہے۔ جب میرے کزن کا بیٹا 5 سال کا تھا۔ میرے کزن کے بیٹے کو ایک دن اس کی امی نے بہت مارا تو وہ روتا ہوا اپنے ابو کے پاس آیا اور کہنے لگا ابو! ابو یہ امی بہت مارتی ہیں' لنڈا بازار سے نئی امی لے آئیں یہ سن کر ہم سب قہقہے لگانے لگے

خرم نواز فیصل آباد۔

ادھار

میرا چھوٹا بھائی ابھی چار پانچ سال کا تھا کہ ان دنوں میرے چچا کی شادی ہوئی۔ ان کی بیوی کچھ زیادہ ہی خوبصورت تھیں۔ سب ہی تعریف کر رہے تھے۔ ہم سب شام کو اکٹھے بیٹھے تھے کہ اتنے میں چچا بھی آ گئے۔ میرا یہ بھائی جلدی سے ان کے پاس گیا اور کہا میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں چچا نے اسے پیار سے بٹھاتے ہوئے کہا بولو تو انہوں نے اپنی بات کچھ یوں شروع کی کہ چچا جان آپ اپنی بیوی تین دن کے لئے مجھے دے دیں یہ سننا تھا کہ ہمارا ہنسی سے برا حال ہو گیا۔ ثوبیہ عالم' دنیاپور

ٹی وی کے اندر سیہتا ہوں چچا نے اسے پیار سے بٹھاتے ہوئے کہا بولو تو انہوں نے اپنی بات کچھ یوں شروع کی کہ چچا جان آپ اپنی بیوی تین دن کے لئے مجھے دے دیں یہ سننا تھا کہ ہمارا ہنسی سے برا حال ہو گیا۔ ثوبیہ عالم' دنیاپور

دادا جی کی بیماری

میں نے جب سکول جانا شروع کیا تو عام بچوں کی طرح میرا بھی دل سکول جانے کو نہیں چاہتا تھا

ایک دن میں نے سکول جا کر اسمبلی میں اپنے اساتذہ امیر صاحب اور رزاق صاحب کو جا کر عرض کیا کہ جناب مجھے چھٹی چاہئے دونوں استاد ہمارے جاننے والے تھے کہنے لگے کیوں خیر تو ہے میں نے فوراً کہا وہ جی میرے دادا جی بیمار ہیں۔ امیر صاحب بولے نمبردار بیمار ہے تو تم کیا کرو گے۔ میری امی دادا جی کی خدمت کریں گی اور میں اپنے بھائی کو کھلاؤں گا۔ مجھے چھٹی مل گئی بستہ لے کر گیٹ سے باہر آیا تو تو دادا جی ہیڈ ماسٹر کے پاس کھڑے تھے۔ میں چھپ کر نکل گیا دادا جی نے اساتذہ سے پوچھا اعظم آ گیا۔ تو ہمارے استاد ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہو گئے اور تمام واقعہ ہیڈ ماسٹر امتیاز رانا صاحب اور دادا جان کے گوش گزار کیا پھر جو ہمارے ساتھ ہوا اس سے تو ہر طالب علم واقف ہو گا۔ چودھری محمد اعظم راجپوت

امی! میں ہوں

یہ واقعہ میری دوست ایمن کے ساتھ پیش یا۔ ہوا کچھ یوں کہ ان کے گھر میں ان کی خالہ آئیں۔ ایمن نے دروازہ کھولا اور دروازے سے ہی ہانک لگائی کہ امی خالہ آئیں ہیں۔ اس وقت گیراج میں اندھیرا تھا اور اس کی امی جلدی میں عینک لگانا بھول گئیں۔ ایمن سب سے آگے کھڑی تھی۔ امی نے کچھ دیکھا نہیں اور بس ایمن سے گلے ملنا شروع ہو گئیں۔ ایمن نے کہا کہ "امی میں ہوں" اس کی امی کو جب پتہ چلا تو کہنے لگیں چل پڑے ہٹ!!

ربیعہ اریج' لاہور

نانی چھت پر گر گئیں

یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں بہت چھوٹا ہوا کرتا تھا۔ 25 پیسے جسے عموماً چونی کہا جاتا ہے۔ وہ ایک دن مجھ سے چھت پر گر پڑی۔ میں نیچے گیا اور امی جان سے توتلی زبان میں بولا ماما...... ماما...... میری نانی چھت پر گر گئی ہے۔ ماما بہت پریشان ہوئیں۔ بھاگ کر اوپر آئیں اور مجھ سے پوچھا بیٹا نانی اماں کدھر ہیں؟ میں نے جواب دیا میری مٹھی میں تھی یہاں نیچے گر گئی ہے۔ جب ماما نے یہ سنا تو بہت ہنسیں کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ میرے ہاتھ میں چونی تھی۔ اس وقت جب بھی کوئی مجھ سے پوچھتا کہ نانی اماں کہاں ہیں تو میں کہتا چھت پر گری پڑی ہے۔

محمد طاہر اقبال بھٹی' جڑانوالہ

ہماری سبجی

ایک دفعہ ابو نے نوکر کے ہاتھ سبزی بھیجی اس میں لیموں بھی تھے میں نے جا کر فریج میں رکھ دیئے اور سمجھی کہ خوبانیاں ہیں بعد میں چھپ کر کھاؤں گی۔ امی نے سلاد کے لئے لیموں کا پوچھا میں نے کہ ابو نے نہیں بھیجے۔ ابو کہنے لگے میں نے بھیجے ہیں بس جی پھر کیا تھا۔ پورے گھر میں شور مچ گیا مگر میں بھی ڈٹی رہی کہ وہ خوبانیاں ہیں ابو نے کہا لیکر آ ؤ جب میں لیکر آئی بس جی پھر کیا تھا سب کی نظریں مجھ پر تھیں اور میں شرمندہ تھی۔

بنیش خانم' بہاولپور

ہمیں معلوم نہیں

ایک دفعہ ہمارے ایک استاد کی غیر موجودگی میں کلاس بہت شور کر رہی تھی اچانک ہیڈ ماسٹر صاحب کمرے میں داخل ہوئے تو انہوں نے غصے سے پوچھا شور کون کر رہا ہے سب سے پہلے ڈیسک پر موجود میں اور میرا دوست شاہد علی بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ فوراً بولا جی ہمیں نہیں معلوم' ہم تو اپنی باتوں میں مصروف تھے۔ میرے دوست کے منہ سے یہ الفاظ نکلے کہ دیکھتے ہی دیکھتے تمام کلاس ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گئی۔

عاشق حسین پڑہار احمد پور سیال

اس ماہ کی بہترین آپ بیتی! "ہمیں معلوم نہیں" عاشق حسین پڑہار کو ماہنامہ پھول 3 ماہ تک بطور انعام ملتا رہے گا۔۔۔ اپنا مکمل پتہ ارسال کریں

"معیار"

ایک نئی لکھنے والی لڑکی نے اپنی کہانی ماں کو دکھائی، ماں نے پڑھ کر تعریف کی اور کہا۔ بیٹی! تمہاری کہانی شائع ہو جائیگی۔ امی آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ بیٹی نے جوش سے پوچھا۔
اس لئے کہ جس پرچے میں تم کہانی بھیج رہی ہو۔ اس کا معیار اتنا اچھا نہیں، ماں نے وضاحت کی۔ زاہدہ زرش طاہر جھبران

"سکول کا پتہ"

ایک بوڑھا شخص بس میں سفر کر رہا تھا۔ کنڈیکٹر نے کرایہ پوچھا تو بوڑھے نے جواب دیا۔ "میں اسٹوڈنٹ ہوں"۔

کنڈیکٹر: اچھا تو آپ کون سے سکول میں پڑھتے ہیں۔

بوڑھا: کیوں؟

کنڈیکٹر: اس لئے کہ میں بھی اپنے ابا جی کو اسی سکول میں داخل کرا دوں۔ محمد سعید اقبال رضا، L\15\115 میاں چنوں

لڑکا: (ماں سے) "امی! آج میں نے دعوت میں اتنا کچھ کھایا کہ میں دیوار کے سہارے چل کر یہاں آیا ہوں"۔

ماں: اللہ کا شکر ہے تم اپنے مرحوم باپ پر نہیں گئے ہو، اسے تو لوگ چارپائی پر لٹا کر لاتے تھے۔

بھائی نے اپنی بہن سے پوچھا "باجی بارش کا پانی کہاں جمع ہوتا ہے۔" باجی نے غصے سے جواب دیا۔ "میرے سر میں" اچھا اسی وجہ سے آپ کی ناک سے پانی بہتا ہے۔ واصف علی یونس، جلالپور نو

"وعدہ"

ایک کنجوس آدمی نے کسی وقت اپنے ملازم سے خوش ہو کر اسے انعام دینے کا فیصلہ کیا۔ مگر بعد میں خیال آیا کہ میں نے غلطی کی ہے۔ اس لئے جب ملازم سامنے آتا تو وہ آدمی گردن پھیر لیتا۔ ایک روز ادھر سے ایک اونٹ گزرا۔ آقا نے نوکر سے پوچھا اس کی گردن ٹیڑھی کیوں ہے۔ ملازم نے جواب دیا "جناب اس نے بھی کسی کو انعام دینے کا وعدہ کیا ہوگا۔
سمی نایاب، جڑانوالہ

"ضمیر"

اسمبلی کے ایک امیدوار نے ووٹروں کے ایک مجمع میں طویل تقریر کرنے کے بعد کہا۔ "میں آپ کیلئے سب کچھ کروں گا لیکن اللہ کے فضل و کرم سے اپنا ضمیر نہیں بیچوں گا۔
"ایک جانب سے آواز آئی" جناب چیز وہی بیچی جاتی ہے جو موجود ہو۔ عظیم ریاست، پنڈی سید پور

"کتنے بھائی"

ملیر کالونی کراچی کی لیاقت مارکیٹ میں ایک حجام کوثر جو بہت ہی تیز استرے سے عرشی کی شیو کر رہا تھا۔ عرشی سے پوچھنے لگا۔ "آپ کتنے بھائی ہیں؟"
عرشی نے جواب دیا "اگر استرے سے بچ گیا تو چار ورنہ تین ہی سمجھو"۔ واجد نگینوی ایچ 1/10 ملیر کالونی

ایک بس میں ڈرائیور ایک ہاتھ سے اپنی مونچھوں کو تاؤ دے رہا تھا اور ایک ہاتھ سے تیزی سے بس چلا رہا تھا۔ لوگ خوف سے چلا رہے تھے۔ اچانک ایک شخص اٹھا اور کہنے لگا۔ بھائی جی آپ بس چلائیں۔ آپ کی مونچھوں کو تاؤ میں خود دیتا ہوں۔
کفیلہ تحلیل اعوان ناروال

"جان کنی"

ایک مصور نے اپنے ایک ڈاکٹر دوست کو اپنی نئی پینٹنگ دکھانے کیلئے بلایا۔
تصویر میں ایک آدمی کو سخت جانکنی کے عالم میں دکھایا گیا تھا۔
جب ڈاکٹر تصویر دیکھ چکا تو مصور نے اس کی رائے پوچھی۔
ڈاکٹر نے جواب دیا "مجھے تو کالے یرقان کا کیس معلوم ہوتا ہے"۔ ام سارا ڈی جی خان

ایک دفعہ ایک سیٹھ آدمی کا بیٹا قتل کے الزام میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ تو اس سیٹھ کا دوست مشورہ دیتا ہے کہ میرے جاننے

مسکرائیے آپ کے چہرے کی قدر بڑھے گی

والوں میں ایک قابل وکیل ہے اس سے بات کرتے ہیں۔ وہ دونوں اس وکیل کے پاس جاتے ہیں۔ وکیل پوری داستان سن کر کہتا ہے کہ میں اس کیس کے 5000 روپے لوں گا۔ سیٹھ حیرانگی کے ساتھ 5000 روپے؟ وکیل کہتا ہے چلو 4000 ہزار روپے لے لوں گا۔ سیٹھ حیرانگی کے ساتھ وہاں سے باہر آتا ہے اور اپنے دوست سے کہتا ہے کہ یہ تم مجھے کس وکیل کے پاس لے آئے تھے۔ جو قتل کے مقدمہ کے صرف 5000 روپے لے رہا تھا۔ خیر سیٹھ دوسرے وکیل کو دو لاکھ دیکر مقدمہ لڑتا ہے۔ لیکن سیٹھ مقدمہ ہار جاتا ہے اور اس کے بیٹے کو پھانسی کی سزا ہو جاتی ہے۔ سیٹھ بڑے غمزدہ انداز میں باہر آتا ہے تو اس کی ملاقات اسی پہلے والے وکیل سے ہوتی ہے۔ وکیل پوچھتا ہے کیوں سیٹھ کیا بنا بیٹے کا۔ سیٹھ افسوس کے ساتھ کہتا ہے کہ میرے بیٹے کو پھانسی کی سزا ہو گئی ہے۔ تو اس کے جواب میں پہلا وکیل کہتا ہے۔ یار یہی کام میں تمہارا 5000 روپے میں کروا رہا تھا۔
(نورین مشتاق، جناح پارک رحیم یار خان)

"فائدہ"

ماہر نفسیات: "مبارک ہو آپ کا علاج ہو گیا آپ اب بالکل ٹھیک ہیں"۔

دماغی مریض: "کیا فائدہ ایسے علاج کا...... آپ کے پاس آنے سے پہلے میں امریکہ کا صدر تھا لیکن اب عام آدمی ہوں"۔ سید ذوالفقار حسین زلفی۔ جھاوریاں

"حرام کھاتے ہیں"

ایک دیہاتی کا بکرا مر گیا۔ اس نے اپنے بیٹے سے کہا یہ بکرا لے جاؤ اور پولیس اسٹیشن میں دے آؤ۔ سنا ہے وہ لوگ حرام کھاتے ہیں۔ مدثر عامر مغل ڈسکہ

"طلب"

جج: میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ آخر تم نے یہ حرکت کیوں کی۔ تم ایک اچھے عہدے پر فائز تھے۔ بھاری تنخواہ لے رہے تھے۔ مستقبل میں مزید ترقی کے امکانات تھے۔ اس کے باوجود تم نے غبن کیوں کیا۔

ملزم: جج صاحب! بات یہ ہے کہ انسان کو جتنا زیادہ ملتا ہے اس کی ہوس اتنی ہی بڑھتی جاتی ہے۔

جج: ٹھیک ہے، میں تمہیں پانچ سال کی سزائے قید بامشقت دے رہا ہوں۔ زیادہ کی طلب ہو تو بتا دینا۔
حسنین محمد نواز شاہ

"مجبوری ہے"

الیکشن کا زمانہ تھا۔ ایک امیدوار اپنے انتخابی دورے پر اپنے سابقہ محلے کی طرف چلے گئے۔ ان کے ساتھ دو تین جانثار بھی تھے۔ انہوں نے ایک دروازے پر دستک دی۔ ایک صاحب باہر نکلے، بڑی بڑی مونچھیں اور سر پر ٹوپی تھی "جی فرمائیے" انہوں نے عجیب سی آواز میں امیدوار سے پوچھا۔ "بھائی بات دراصل یہ ہے کہ میں اس دفعہ پھر آپ کے علاقے سے امیدوار ہوں، معذرت چاہتا ہوں کہ اتنے عرصہ تک آپ لوگوں سے ملاقات نہ کر سکا۔ مگر آپ کو ہماری مصروفیات کا علم تو ہے نا!
جی ہاں میں جانتا ہوں آپ شاید ووٹ کے سلسلے میں آئے ہیں۔ "جی ہاں اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ مجھے خدمت کا موقع دیں گے۔ امیدوار نے لجاجت سے جواب دیا۔
"مگر ایک مسئلہ ہے آپ کے مخالف امیدوار سو روپے دے گئے ہیں۔
وہ صاحب بولے اچھا...... اچھا میں آپ کو ڈیڑھ سو روپے دوں گا" یہ کہہ کر انہوں نے روپے نکال کر ان کی مٹھی میں دے دیے۔ "تو پھر میں ووٹ کی امید رکھوں"۔ مجبوری ہے صاحب میں آپ کو ووٹ نہیں دے سکتا۔ مگر کیوں؟ ڈیڑھ سو کے بعد بھی، امیدوار تنگ آ کے بولا "اس لئے کہ ابھی میرا یہاں ووٹ ہی درج نہیں یہ کہہ کر وہ صاحب اپنی مونچھوں کو بل دیتے اندر چلے گئے۔ سمی نایاب، مہوش اقبال، جڑانوالہ

"نشان"

انسپکٹر: سپاہی سے، تم نے چور گرفتار کیا۔

سپاہی: چور گرفتار نہیں ہو سکا، اس کی انگلیوں کے نشان مل گئے۔

انسپکٹر: کہاں ہیں وہ

سپاہی: میری گال پر

ایگلو ایجوکیشن ہاؤس کے بچوں اوراساتذہ کے ذوق وشوق سے سجا

پھول سکول شو

ماڈلز کی نمائش۔ معصوم بچوں کی پرفارمنس اوراساتذہ کی محنت نے اسے یادگار بنادیا

ایک روشن صبح ایگلو ایجوکیشن ہاؤس کے پرجوش بچوں کا رنگا رنگ قافلہ روزنامہ نوائے وقت کے پانچوں فلور پر واقع ''حمید نظامی ہال'' پہنچا ان کے وہاں پہنچتے ہی ہال کی پرسکون فضا میں گہما گہمی شروع ہوگئی۔ بچے اپنی اپنی کلاس ٹیچرز کے ساتھ اپنے بنائے ہوئے اوراپنے ساتھ لائے ہوئے ماڈلز کو ہال میں موجود ایک بڑی سی کانفرنس میز پر ترتیب دینے لگے۔ اس سلسلے میں ٹیچرز کا جوش بھی کچھ کم نہیں تھا۔ ہال کے دروازے پر چھوٹے چھوٹے بچے قطار میں کھڑے ایڈیٹر بھیا کی آمد کے منتظر تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد ایڈیٹر بھیا پرنسپل صاحب اور جاوید صاحب کے ساتھ نمودار ہوئے تو بچوں نے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی ٹوکریوں میں سے ان پر پھول برسانا شروع کر دیئے۔ ایڈیٹر بھیانے مسکراتے ہوئے بچوں کے گال تھتھپائے اوراپنی نشست کی طرف بڑھ گئے۔ ان کی پیروی میں ہی جاوید صاحب، پرنسپل صاحبہ اور ٹیچرز بھی قطار میں یکے بعد دیگرے آگے بڑھیں اورسب نے اپنی اپنی نشستیں سنبھالیں۔

اب تقریب کا باقاعدہ آغاز ہوا ہال کی دیواروں اور سٹیج کو بچوں نے خوبصورت بینرز اور پھولوں وغیرہ سے سجایا ہوا تھا۔ پروگرام کی کمپیئرنگ کے فرائض ٹیچر عاصمہ نے سرانجام دیئے اور بہت بخوبی نبھائے۔ ان کا انداز بہت جاندار اور بے ساختہ تھا۔

سب سے پہلے کلاس 10 کے عدنان افضل نے تلاوت کی۔ اس کے بعد سکول کی پرنسپل ریحانہ جمیل صاحبہ نے تقریب سے خطاب کیا جس میں انہوں نے ''پھول'' میگزین کو سراہنے کے ساتھ ساتھ ایگلو ایجوکیشن ہاؤس کا جامع انداز میں تعارف پیش کیا جس میں انہوں نے سکول کی نصابی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ غیرنصابی سرگرمیوں پرروشنی ڈالی۔

پرنسپل کی تقریر کے بعد سکول کی دو ننھی ننھی بچیوں نے ایک خوبصورت ٹیبلو پیش کیا۔ جس میں باربی ڈول ایک خوبصورت نظم سناتی ہے۔ مگر اچانک ہی وہ خاموش ہو جاتی ہے۔ دوسری بچی بڑے معصوم انداز میں بتاتی ہے کہ گڑیا کی چابی گر گئی ہے۔ پھر وہ اس میں چابی لگاتی ہے تو گڑیا پھر سے نظم سنانا شروع کر دیتی ہے۔ تمام حاضرین اس ٹیبلو سے بہت محظوظ ہوئے۔

ایک دوسرا ٹیبلو ملی نغمے ''پاکستان پاکستان میری پہچان پاکستان'' پر پیش کیا گیا۔ اس میں بچوں نے مختلف روپ دھارے۔ بزرگ سپاہی سندھی، بلوچی پنجابی اور پٹھان مختلف رنگوں میں سٹیج پر آتے رہے۔ اس ٹیبلو کو بھی بہت پسند کیا گیا۔ ایڈیٹر بھیانے بھی ایک بچے کی معصوم پرفارمنس کی تعریف کی جس میں وہ نغمے کے ایک خاص بول ''محبت امن ہے'' پرساتھی بچے سے بڑی جلدی سے گلے ملتا ہے اور پھر فوراً پاکستان کا پرچم لہرانا شروع کر دیتا ہے۔ بھیاجی نے کہا کہ ایسا لگ رہا تھا جیسے اس بچے کی ٹرین چھوٹ رہی تھی۔

اس کے بعد 6th کلاس کی مہوش فاطمہ نے اپنی لکھی ہوئی نظم ''پھولوں جیسے بچو، تاروں جیسے بچو'' گا کر پیش کی۔ اس میں بچوں کے لئے آپس میں محبت اور اتفاق کا درس تھا۔

اس نظم کے بعد 10th کلاس کی بچیوں نے ایک دلچسپ ڈرامہ پیش کیا۔ جس میں بچیاں ''پھول'' میگزین چھپ چھپ کر پڑھتی ہیں لیکن انکی معلومات میں اضافے پر انکی امی حیران ہوتی ہیں تو بچیاں راز افشا کر دیتی ہیں کہ یہ ''پھول'' میگزین کے باقاعدہ مطالعے کا نتیجہ ہے۔

ڈرامے کے بعد 7th کلاس کی بچیوں نے ایک بہت مختصر مگر دلچسپ خاکہ پیش کیا۔ بعدازاں 8th کلاس کے بچوں نے ایک بہت دلچسپ اور سبق آموز ڈرامہ پیش کیا جس میں صفائی کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا تھا۔ بچوں کی پرفارمنس قابل دید تھی۔ ڈرامے کی خاص بات یہ تھی کہ اس میں جراثیم بھی کرداروں کی

باقی صفحہ نمبر 17 پر

مدیحہ نے اعتراف کر لیا کہ مسجد مما کے تعاون سے بنائی ہے

ہر عمر کے بچوں کیلئے
ماہنامہ پھول
لبيك اللهم لبيك
میں حاضر ہوں، اے اللہ، میں حاضر ہوں
محبت کا مرکز، عقیدت کی جا ہے
تمنا کا محور، دلوں کی شفاء ہے
مقامات مقدسہ کے فوٹوگرافر جناب عظمت شیخ کا پھول کیلئے تحفہ خاص

ذکریا یونیورسٹی ملتان کے ماس کمیونی کیشن ڈیپارٹمنٹ میں منعقدہ سیمنار میں مہمان اور میزبان

دو دن ملتان میں

ہر طرف پھول ہی کا تذکرہ تھا

رپورٹ:۔ محمد فاروق ملک ملتان

آنکھوں پر ہاتھوں کی چھت بناتے ہوئے ہم نے اوپر دیکھا مگر چڑھائی تھی کہ ختم ہونے میں ہی نہیں آرہی تھی اور سانس زیروزبر ہوتا جارہا تھا۔ بالآخر قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان کی چڑھائی ختم ہوئی اور ہم قلعہ کے مغربی دروازہ بطرف لوہاری گیٹ کو عبور کرتے ہوئے حضرت شاہ رکن عالمؒ کے دربار کے بالمقابل فوارے کے اچھلتے کودتے صاف شفاف پانیوں کے منظر کو آنکھوں میں سجاتے ہوئے کیفے عرفات میں داخل ہوگئے جہاں ایڈیٹر بھیا اختر عباس کے ملتان کے دو روزہ دورے کے پہلے دن سہ پہر کے وقت ان کے اعزاز میں خصوصی تقریب ''ایڈیٹر ماہنامہ پھول اختر عباس سے باتیں'' کا انعقاد کیا گیا تھا۔

دروازے کے بائیں طرف ایک غیر ملکی سیاح جوڑا

باوجود جائے نماز ندارد تھی تو پھر کیفے عرفات کے سامنے واقع مزار حضرت شاہ رکن الدین عالمؒ میں واقع مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔ نماز ادا کی اور پھر پروگرام کا باقاعدہ آغاز ہوگیا۔

کلبز کے قیام کا بنیادی مقصد نسل نو کو سچے معنوں میں مسلمان اور پاکستانی بنانا ہے تاکہ اقبال کا تصور پاکستان قائد کے افکار کی روشنی میں ترقی یافتہ ممالک کی فہرست میں شامل ہو سکے۔ انہوں نے کہا کہ بھیا جی کی تحریریں اور تقریریں زندہ رہنے کا حوصلہ پیدا کرتی اور کچھ منفرد کر گزرنے پر آمادہ کرتی ہیں۔

زبیر ارشد' عمر رحمٰن اور دیگر شرکاء نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ بھیا جی کا قلم مختلف موضوعات سے دھیرے دھیرے یوں پردہ اٹھاتا ہے کہ اول تا آخر تمام باتیں باآسانی دل میں اتر جاتی ہیں۔ بھیا جی کا یہی انداز ماہنامہ پھول میں نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پھول بچوں اور بڑوں کا پسندیدہ رسالہ ہے۔ اس موقع پر بھیا جی کی کتب بہانے باز' دو آنسو اور آداب زندگی پر بھی روشنی ڈالی گئی۔ پروفیسر حفیظ الرحمٰن' پروفیسر اسلم ملک اور پروفیسر خالد پرویز

یہ ڈسٹرکٹ کونسل کے رضا ہال میں نئی راہ کی تقریب رونمائی کا منظر ہے

''عصرانہ'' تناول فرمانے میں مشغول تھا اور استقبالیہ پر جناب عبدالحسن شاہین اور عبدالحسیب مہمانوں کو خوش کن مسکراہٹوں اور فقروں سے خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ انتظار کے لمحے طویل ہونا چاہتے تھے کہ ایک عجیب منظر نظر آیا۔ نوید جان مئے خراماں خراماں بھیا جی کی فائل اٹھائے چلے آرہے تھے۔ مظہر بھائی کی معیت میں ایڈیٹر بھیا جی کا ہنستا مسکراتا تروتازہ چہرہ نظر آیا نوید میاں بھیا جی کے ہمراہ تشریف لائے تھے۔ شرکا محفل کی تعداد مقررہ حد تک پہنچ چکی تھی۔ اس سے پہلے کے پروگرام کا باقاعدہ آغاز ہوتا۔ بھیا جی جو تمام مہمانوں سے فرداً فرداً ہاتھ ملا کر ایک نشست پر بیٹھے صحت اور حال چال پوچھ رہے تھے' ہمیں بلایا جائے نماز کا پوچھا کیونکہ نماز عصر کا وقت ہو چلا تھا۔ انتہائی تلاش بسیار کے

پروگرام کے کمپیئر نوائے وقت ملتان کے کالم نگار شاکر حسین شاکر تھے۔ جن کا اتہ پتہ نزدیک نزدیک نہیں تھا۔ مظہر بھائی نے کمپیئرنگ کے فرائض سنبھالے اور پروگرام کے مقررین پروفیسر خالد پرویز' پروفیسر حفیظ الرحمٰن خان' پروفیسر محمد اسلم ملک' پروفیسر علی اصغر سلیمی اور جناب عبدالحسن شاہین کا تعارف کروانے کے بعد اپنی سیٹ پر بیٹھے ہی تھے کہ شاکر حسین شاکر خراماں خراماں چلتے ہوئے آگئے اور تقریب کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی۔ تلاوت کلام پاک کی سعادت کامران سلیم جبکہ نعت شریف کی سعادت حلیمہ سعدیہ گیلانی نے حاصل کی۔ پھول کلب ڈی جی خان کی سابقہ صدر عابدہ بزدار آج کل اپنی جاب کے سلسلے میں ملتان میں موجود ہیں۔ انہوں نے اپنے اظہار خیال میں کہا کہ پھول

نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ بچوں کیلئے ادب کی تخلیق خاصا مشکل ہے۔ ابن انشاء' اسماعیل میرٹھی کے بعد بچوں کیلئے کوئی خاص کام نہیں ہوا۔ ایڈیٹر بھیا کی اس سلسلہ میں کاوشیں قابل ستائش ہیں اور پھول بچوں کا ایسا رسالہ ہے جو یہ کمی بطریق احسن پوری کر رہا ہے۔ پروفیسر خالد پرویز نے اپنی نئی کتاب لفظ لفظ خوشبو سے بھیا جی اور پھول کے حوالے سے لکھی گئی تحریر پھول اور ستارے کا عشق پڑھ کر سنائی۔ پروفیسر سمجھتے ہی نہیں بولتے بھی خوب ہیں۔ اس موقع پر پروفیسر خالد پرویز نے پھول کی مسلسل اشاعت کے 150 ویں ماہ کے حوالے سے بھیا جی کی خدمات کے اعتراف میں ''شیلڈ برائے حسن کارکردگی'' پیش کی۔ پروفیسر علی اصغر سلیمی نے ''ایڈیٹر بھیا کی باتیں'' کرتے

قلعہ کہنہ قاسم باغ میں ہم سب ''بھیا جی سے باتیں'' کے لیے جمع تھے

ہوئے کہا کہ ''جب ہم ایم اے میں تھے اس وقت بھیا جی فرسٹ ائیر میں تھے (عمر کے اس فرق کا اندازہ آپ خود کرلیں) انہوں نے مختلف اعداد و شمار پیش کرتے ہوئے کہا کہ بھیا جی نے پہلی بار اللہ جی کا لفظ اردو ادب میں اس قدر تسلسل اور محبت سے متعارف کرایا ہے کہ نئی نسل نے اس لفظ کو اختیار کرلیا ہے۔ سچ ہے جبار و قہار صرف دو جگہوں پر آیا ہے۔ جبکہ رحمٰن و رحیم بسم اللہ کے علاوہ بھی 114 سے زائد جگہوں پر قرآن پاک میں آیا ہے۔ اس کا مطلب ہوا کہ اللہ جی انتہائی شفیق و مہربان ہیں مگر اللہ جی کے بارے میں ہمارا تصور یہ ہے کہ وہ لاٹھی پکڑے سزا دینے پر آمادہ رہتا ہے۔ لفظ اللہ جی بذات خود اپنے اندر ڈھیر سارا پیار' چاہت اور کشش سموئے ہوئے ہے وہ تو ہمہ وقت محبت بانٹتا نظر آتا ہے۔ ایڈیٹر پھول اور پھول نے تعمیر شخصیت اور تزکیہ نفس کا درس دیتا ہے۔

عبدالحسن شاہین نے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ''بھیا جی سے شناسائی کا زمانہ 20 سال پر محیط ہے اور یہ انسپائریشن'' پر محیط ہے۔ ایک حدیث ہے کہ ''آخرت میں جن لوگوں کے ساتھ رہنا چاہتے ہو انہیں دنیا میں تلاش کرو'' ہم نے اپنے لئے آخرت میں بھیا جی کو چن لیا ہے۔ اس موقع پر بھیا جی آبدیدہ ہو گئے۔ بھیا جی کے ساتھ محبت و اعتماد کا تعلق لازوال اور اپنی مثال آپ ہے۔''

اس دوران نماز مغرب کا وقت ہوگیا۔ متفقہ فیصلہ کیا گیا کہ نماز مغرب ادا کرلی جائے۔ فضا میں سردی کی کاٹ بڑھ رہی تھی کیونکہ ہم ملتان کے بلند ترین مقام کو اپنا مسکن بنائے ہوئے تھے۔ نماز کے بعد گفتگو کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوا۔ شاکر حسین شاکر پروگرام کی دلچسپی برقرار رکھنے کیلئے وقتاً فوقتاً دلچسپ چٹکلے چھوڑتے ہوئے مزاح پیدا کرتے رہے۔ ایڈیٹر بھیا اختر عباس نے اپنے خطاب میں کہا کہ ہماری زندگیوں میں اللہ جی کا شکر کم ہے۔ مولا جن کو مہربان زبان دیتا ہے وہ گھر اور باہر ہر جگہ مہربانیاں بانٹتے رہتے ہیں۔ مولا جی کو غلطی کرکے پلٹ آنے والے اچھے لگتے ہیں انہیں اس بدو سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جو صحرا میں گمشدہ اونٹ ملنے پر خوشی سے نہال ہوگیا تھا۔ ''دل اچھا ہونا چاہیے کہ اگر کبھی طشت میں سجا کر دکھانا پڑے تو شرمساری نہ ہو'' (امام جعفر صادقؒ) دل میں کسی کے بارے بغض و حسد نہ ہو۔ خوش گمانی ضرور ہونی چاہیے۔ جو ساتھ نہ ہوں انکے لئے محبت ہونی چاہیے۔ دور دور سے جب جب کوئی یاد کرتا اور محبت دیتا ہے تو جبین شکر گزاری کیلئے جھک جاتی ہے۔ ہم جیسا چاہیں گے ویسا ہی ملے گا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ جی ڈھیر ساری نعمتوں کے ساتھ اگر دکھ بھی دیں تو شکر ادا کرنا چاہیے۔ وہ اس قدر ملے گا جس کو سنبھالا جاسکے گا۔ انسان خود کو بدلے تو دوسروں کو بدلا جاسکتا ہے۔ جب جب ہمارے دل میں اس کی رحمت کی آس اور امید کی تیاری کم ہوتی ہے آمادگی کم ہوتی ہے تو وہ آتا ہے اور دستک دیکر چلا جاتا ہے۔ جب تیاری مکمل ہو تو وہ پھر آکر اس میں بسیرا کرلیتا ہے۔

زکریا یونیورسٹی ملتان سے تشریف لانے وال پروفیسر علی اصغر سلیمی صاحب نے بھیا سے پرانے تعلقات کا ذکر کیا جب وہ کالج پڑھا کرتے تھے۔ پھر انہوں نے کہا کہ پھول کا نئی نسل پہ اتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے ذہنی تربیت اور تعلیم کے ساتھ ساتھ اللہ جی کا لفظ یوں متعارف کروایا کہ سب کی زبانوں پر جاری ہوگیا ہے۔ ورنہ ہم تو اب تو جبار اور قہار ہی مانتے تھے یوں محبت کرنے والا۔ توجہ دینے

اللہ جی کے بارے میں ہمارا تصور یہ ہے کہ وہ لاٹھی پکڑے سزا دینے پر آمادہ رہتا ہے

فضا میں سردی کی کاٹ بڑھ رہی تھی کیونکہ ہم ملتان کے بلند ترین مقام کو اپنا مسکن بنائے ہوئے تھے

جب جب ہمارے دل میں اس کی رحمت کی آس اور امید کی تیاری کم ہوتی ہے آمادگی کم ہوتی ہے تو وہ آتا ہے اور دستک دیکر چلا جاتا ہے۔ جب تیاری مکمل ہو تو وہ پھر آکر اس میں بسیرا کرلیتا ہے

والا۔ خیال رکھنے والا مہربان رب تو ہمارے شب و روز میں فٹ ہی نہیں آتا تھا۔ حالانکہ قرآن پاک میں 114 بار سے زائد تو اللہ جی نے اپنے آپ کو رحیم و کریم کہا۔ بسم اللہ میں شامل الرحمٰن اور الرحیم الگ ہے۔ کل دو جگہ جبار کا ذکر ہے وہ بھی ایک پس منظر کے ساتھ' پھول اور بھیا جی نے اللہ کے مہربان Concept سے دلوں اور زندگیوں کو بہت امید اور یقین دیا ہے۔

مقررین میں پروفیسر حفیظ الرحمٰن' پروفیسر خالد پرویز' پروفیسر اسلم ملک' پروفیسر علی اصغر سلیمی' شاکر حسین شاکر' میاں نعیم ارشد' خواجہ مظہر صدیقی اور دیگر شامل تھے۔ جبکہ سامعین شرکاء محفل میں عرفات ظہور' رفیق ناز' زبیر ارشد' کامران سلیم' عمر رحمٰن' عبدالحسیب' عابد عباسی' عبدالسلام تابش' سہیل' علی خان' فاروق ملک' ارتضٰی حیدر' خواجہ سلیمان' حلیمہ سعدیہ' حنا حبیبہ' عابدہ بزدار' آسیہ کنول' مہناز کنول' نوید جان میؤ اور دیگر شرکاء شامل تھے۔ آخر میں لذت کام و دہن کا شاندار انتظام تھا۔ چائے' سموسوں' سینڈوچز اور بسکٹ بھی شامل تھے۔ جو بھیا جی وقتاً مہمان ہونے کے باوجود فوقتاً ہمیں اور دیگر شرکاء کو پیش کرتے ہوئے سنت کی یاد دلاتے رہے۔ ذائقے کے ساتھ ساتھ بھیا جی کی محبت اور مان بھرے انداز نے تقریب کا لطف دوبالا کردیا اور گرمجوشی کے اس انداز سے سردی کی کیفیت کم ہوگئی۔ تقریب بھی ختم ہوگئی تھی۔

دوسرا دن

پھر...... یوں ڈھیر سارے پھول اور تارے اکٹھے ہوتے چلے گئے۔ رضا ہال میں مظہر بھائی کی اولین تخلیق ''نئی راہ'' کی تعارفی تقریب منعقد ہوئی تھی اور یہ بھیا جی کی ملتان آمد کا دوسرا دن تھا۔ صدر تقریب پروفیسر ڈاکٹر انوار احمد (ڈین بہاء الدین زکریا یونیورسٹی)' مہمانان خصوصی ایڈیٹر بھیا اختر عباس (ایڈیٹر ماہنامہ پھول)' عبدالحسن شاہین' مہمانان اعزاز عامر ڈوگر (ضلعی نائب ناظم)' ڈاکٹر جاوید صدیقی (ایم پی اے) اور مظہر بھائی کے والد محترم خواجہ محمد عالمگیر جبکہ اسٹیج سیکرٹری نوائے وقت ملتان کے کالم نگار عارف الاسلام صدیقی تھے۔ مظہر بھائی نے بھیا جی کا موبائل نمبر ملایا اور لوکیشن (Location) دریافت کی تو بھیا جی نے جواباً کہا کہ ہم آپ کے بہت قریب' قریب اور عنقریب پہنچنے والے ہیں۔ یہی ہوا کہ ابھی مظہر بھائی نے موبائل آف کیا تھا کہ ایڈیٹر بھیا جی پروفیسر خالد پرویز کے ہمراہ مین گیٹ سے اندر داخل ہوئے تمام پھول ٹیم نے خوش آمدید اور صبح بخیر کے کلمات سے بھیا جی کا استقبال کیا۔ ڈاکٹر انوار احمد بھی تشریف لا چکے تھے اب مظہر بھائی کے ابو جان خواجہ عالمگیر کا انتظار تھا۔ تقریب کی مووی بنانے کی ذمہ داری بچوں کے لکھاری کمال ایوب صدیقی نے خوب نبھائی۔ یونیورسٹی کی طالبہ الماس زریں اس سے پہلے ساؤنڈ سسٹم چیک کرنے اور نعت شریف کی ریہرسل میں مصروف تھیں۔ اس تقریب کا اہتمام دیپ آرگنائزیشن نے کیا تھا۔

چند لمحات کے مزید انتظار کے بعد پروگرام کا باقاعدہ آغاز ہوا عارف الاسلام صدیقی نے کمپیئرنگ کے فرائض سنبھالے اور مہمانان گرامی کو نشستیں سنبھالنے کا کہا۔ جمہوری حکومتوں خصوصاً مارشل لاء حکومتوں کی یاد تازہ کرتے ہوئے صدر تقریب نے چیف ایگزیکٹو کے اختیارات سنبھالتے ہوئے مظہر بھائی کو بڑی کرسی پر جلوہ افروز ہونے کو کہا مظہر بھائی عاجزانہ و انکسارانہ ''ناں ناں'' کرتے رہے اس موقع پر ایڈیٹر بھیا نے مظہر بھائی کی ''ناں'' کو ''ہاں'' میں بدلوا دیا۔

پروفیسر اسلم ملک نے خوبصورت آواز انداز میں قرآن پاک کی آیات کے ذریعہ پروگرام کا آغاز کیا۔ نعت رسول اکرمؐ الماس زریں نے دلکش انداز میں پیش کرکے محفل پر وجد طاری کردی۔ عارف الاسلام صدیقی نے گیارہ (11) کے ہندسے کو پکڑا اور مظہر بھائی کی پیدائش سے گیارہ سال پہلے سے لیکر پیدائش' پھول ایڈیٹر بھیا اختر عباس' اپنے نام' تمام رشتہ دار اور بھری محفل کا رشتہ گیارہ کے عدد سے جوڑتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی انتہائی کامیاب سعی کی کہ گیارہ کے عدد کے بغیر ہماری زندگیاں ادھوری' بے رنگ اور بے معنی ہیں گیارہ کے عدد سے یہ انسیت اور رشتہ داری حاصل کیا ہوئی کہ تمام محفل آخر تک گیارہ کو یاد کرکے لطف اندوز ہوتی رہی۔ اس میں اضافہ عارف الاسلام صدیقی وقتاً فوقتاً پرمزاج اشعار اور طنزیہ و برجستہ فقروں سے کرتے رہے۔ مقررین میں بھیا کے پیارے علی ساجد (خاصے بڑے ہوگئے ہیں) ارتضٰی حیدر حلیمہ سعدیہ گیلانی اور دیپ آرگنائزیشن کے میاں نعیم ارشد نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ ایڈیٹر بھیا اور ماہنامہ پھول خوشبو عام کرنے اور ذہنوں کو جلد بخشتے ہیں۔ مایوسیوں' پریشانیوں اور سماجی برائیوں کے خلاف خواجہ مظہر کی ''نئی راہ'' قابل تعریف ہے نوائے وقت ملتان کے کالم نگار شاکر حسین شاکر کمال کے آدمی ہیں۔ انہوں نے اپنے دلی خیالات کو الفاظ کی مالا میں پروکر سامعین کیلئے خوش کن بنائے ہوئے کہا کہ بچپن میں بچوں کی کہانیاں پڑھتے تھے۔ بعد میں اسی حوالے سے خواجہ مظہر صدیقی سے تعارف ہوا جو صورت سے جہادی تنظیم کے کارکن مگر ذہنی طور پر مسلم لیگی ہیں۔ بہت مہمان نواز اور خدمت کا پیکر ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایڈیٹر بھیا خوب لکھتے' بولتے اور میدان صحافت میں چوکے چھکے لگانے والے ہیں۔ اداریہ اور بیڈ ٹائم سٹوری پڑھ کر دل چاہتا ہے کہ سر پر ٹوپی رکھ کر جمعہ کی نماز پڑھنے نکل جایا جائے دن اتوار کا ہی کیوں نہ ہو۔ معروف بینکار و دانشور عزیز احمد خان نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ صاحب کتاب قوم کے بچوں کا درد سمجھنے والا اور ہر عمر کا ادیب ہے انہوں نے شعر سنایا کہ

ے اب روایات میں ''نئی راہ'' نکالی جائے
چاندی اپنے ہی کھیتوں میں اگالی جائے

عامر ڈوگر (ضلعی نائب ناظم) اور ڈاکٹر جاوید صدیقی (ایم پی اے) نے اپنے خطاب میں کہا کہ بچوں کے لئے کام کے لحاظ سے خواجہ مظہر صدیقی کسی تعارف کے محتاج نہیں اب ان کی کتاب اس پرآشوب زمانے میں برائیوں کے خلاف ''نئی راہ'' ہے خواجہ اشفاق صدیقی (تاجر و سماجی کارکن) خواجہ عالمگیر (والد) نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ''بچے ہمارا مستقبل ہیں' مظہر صدیقی بچوں کے ادب کو پروان چڑھاتے ہوئے ہمارا مستقبل پروان چڑھا رہا ہے'' درمیان میں سردی کی وجہ سے تالیوں کی گونج پاکستانی کرنسی کی طرح کم و زیادہ ہوتی رہی بلکہ مسلسل کم ہوتی رہی۔ سستی اور سردی کا علاج بوتلوں سے کیا گیا جو پلوٹو سے زیادہ سرد سرد تھیں۔ اس لئے انہیں چائے کی طرح معدہ میں اتارا گیا۔ تالیوں کی گونج کم ہوتی تو عارف الاسلام صدیقی پھر سے چٹکلوں کی صورت میں توانائی فراہم کردیتے۔

صدر پھول کلب پنجاب و مصنف کتاب خواجہ مظہر صدیقی نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ یہ کتاب اختر عباس بھیا کی رفاقت کا حاصل ہے اگر میں بھیا جی سے متعارف نہ ہوتا تو کبھی کتاب کا مصنف نہ بنتا۔ خواجہ مظہر صدیقی نے کہا کہ میں اچھے' مثبت اور تعمیری رویوں کا فین رہا ہوں۔ میں ہمیشہ اختر عباس کی پیروی کرتا ہوں۔ اختر بھیا اصل اور میں ان کی نقل ہوں۔ مظہر بھائی نے مزید کہا کہ میں نے مولانا محمد حسین آزاد' ممتاز علی' مولوی نذیر احمد اور محمدی بیگم کی روایات کو آگے بڑھایا ہے تاکہ ادب کے ذریعہ بچوں کی ذہنی تربیت ہو اور کہانی مقصدیت کے تحت لکھی جائے اور بچوں میں دین اور وطن سے محبت کا جذبہ پروان چڑھے (اللہ جی اس میں برکت اور پیار ڈالیں) عبدالحسن شاہین نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ کتاب کا سرورق اور آخری صفحہ متاثر کن ہیں دو حصوں پر مشتمل کتاب میں ہماری روزمرہ زندگی کے مسائل پر نہایت موثر انداز میں قلم اٹھایا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ طباعت اور سرورق کو مزید بہتر بناتے ہوئے پکٹوریل (picktorial) مواد کی مدد سے اس کتاب کو چار چاند لگ سکتے ہیں اس میں قیمت بھی درج ہونی چاہئے۔ ایڈیٹر بھیا اختر عباس (جو دھیمی دھیمی مسکراہٹیں بکھیرتے رہے تھے) نے اپنے خطاب میں کہا کہ خواجہ مظہر صدیقی دھیمے مزاج اور شائستہ لب و لہجہ والی شخصیت ہیں۔ مجھے ان کی آنکھیں اچھی لگتی ہیں ان میں حیا اور سیر چشمی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے دوسروں کو ٹکر مار کر آگے بڑھنے کی خواہشات ناپائیدار ہوتی ہیں میں نے بہت سے رفاقت کے طویل سالوں میں خواجہ صاحب کی زبان کو دوسروں کیلئے برا چاہتے اور کینے سے آلودہ ہوتے نہیں دیکھا رب یقین کا نام ہے اس پر یقین رکھنے والوں کو اللہ جی کی مخلوق کا برا اور کمتر سوچنے پر نہیں جانا چاہئے۔ خوشی اور خوش غنی اچھا سوچنے والوں کے لئے ہوتی ہے انہوں نے کہا کہ نرالا سویٹس پر تحقیق کی گئی کہ کیا وجہ ہے کہ لوگ ان کو اتنا پسند کرتے ہیں ایک زمانہ تھا ان کے بڑے حلوہ پوری اور ناشتہ کی دکان کرتے تھے۔ صبح سویرے جب گاہک حلوہ پوریاں لینے کیلئے لائنیں بنا کر کھڑے ہوتے تو ایک طرف چند مسکین اور فقراء بھی ہاتھوں پر خالی روٹی رکھے منتظر ہوتے کہ ابھی مالک فارغ ہوکر ہمیں بھی روٹیوں پر لاگا لگا کر دے گا پھر وہ آگے آتے تو دکان کا مالک وہ روٹی حلوے کے تھال پر یوں رکھتا اور دباتا کہ گھی ساری روٹی پر پھیل جاتا اور صرف گھی ہی نہیں' ساتھ تھوڑا حلوہ بھی آجاتا وہ کھاتے اور خوشی سے دعائیں دیتے' یہ لاگا ہی پسندیدگی کی وجہ تھی۔ مظہر خوشبخت ہے اس کو زندگی میں لاگے لگے ہیں۔ میری دعا اور خواہش ہے کہ کتابوں کی طرف یہ ان کا پہلا قدم ہو۔

صدر تقریب پروفیسر ڈاکٹر انوار احمد (ڈین زکریا یونیورسٹی) نے اپنے خطاب میں کہا کہ کتاب کا سرورق ان بچوں کا عکاس ہے جو بچپن سے موت تک کوڑے کرکٹ کے ڈھیر میں تلاش زیست میں اپنی عمریں گزار دیتے ہیں یہ ایک سماجی برائی ہے جس سے مظہر صدیقی نے کمال خوبصورتی سے پردہ اٹھایا ہے اختر عباس' خواجہ مظہر اور پھول کلبز تخلیقی تجربہ اور فکری تحریک ہیں بچوں کیلئے ادب کی تخلیق خاصا مشکل ہے کہاس میں ادیب کو بچوں کے ساتھ بچہ بن کر رہنا پڑتا ہے اور انہیں کی زبان میں لکھنا پڑتا ہے۔ خواجہ مظہر میں یہ خوبی موجود ہے کہ وہ ہر عمر کے بچوں اور بڑوں کیلئے انہی کی زبان میں بولتا' لکھتا اور سوچتا ہے''

نوائے وقت ملتان کے فوٹوگرافر خالد نذیر چودھری نے کتاب کا سرورق ترتیب دیا ہے اس موقع پر ایڈیٹر بھیا نے خالد چودھری کو کتب کا تحفہ بھی دیا۔ آخر میں شرکاء تقریب اور تمام اہل قلم میں مصنف کی کتاب دستخط شدہ پیش کی گئی۔ صبح 10 بجے کا پروگرام تقریباً اڑھائی بجے سہ پہر اختتام پذیر ہوا۔

مایوسیوں' پریشانیوں اور سماجی برائیوں کے خلاف خواجہ مظہر کی ''نئی راہ'' قابل تعریف ہے

تالیوں کی گونج کم ہوتی تو عارف الاسلام صدیقی پھر سے چٹکلوں کی صورت میں توانائی فراہم کردیتے

مارشل لاء حکومتوں کی یاد تازہ کرتے ہوئے صدر تقریب نے چیف ایگزیکٹو کے اختیارات سنبھالتے ہوئے مظہر بھائی کو بڑی کرسی پر جلوہ افروز ہونے کو کہا

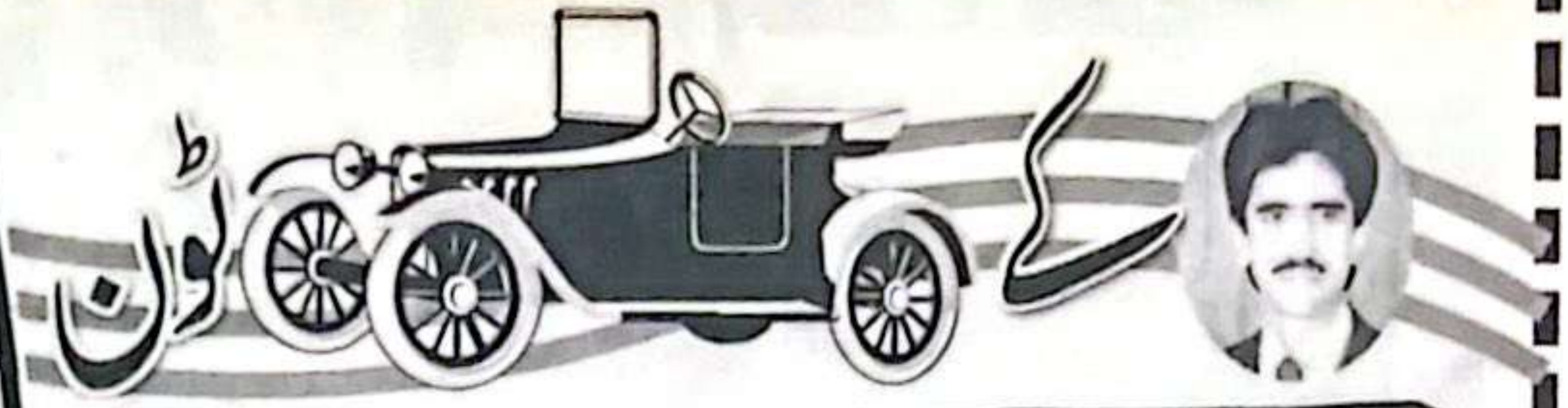

ارے بیٹا خیرات نہیں میرا بیٹا تو پاکستانی ٹیم کی جیتنے کی پوزیشن پوچھنا چاہتا ہے۔

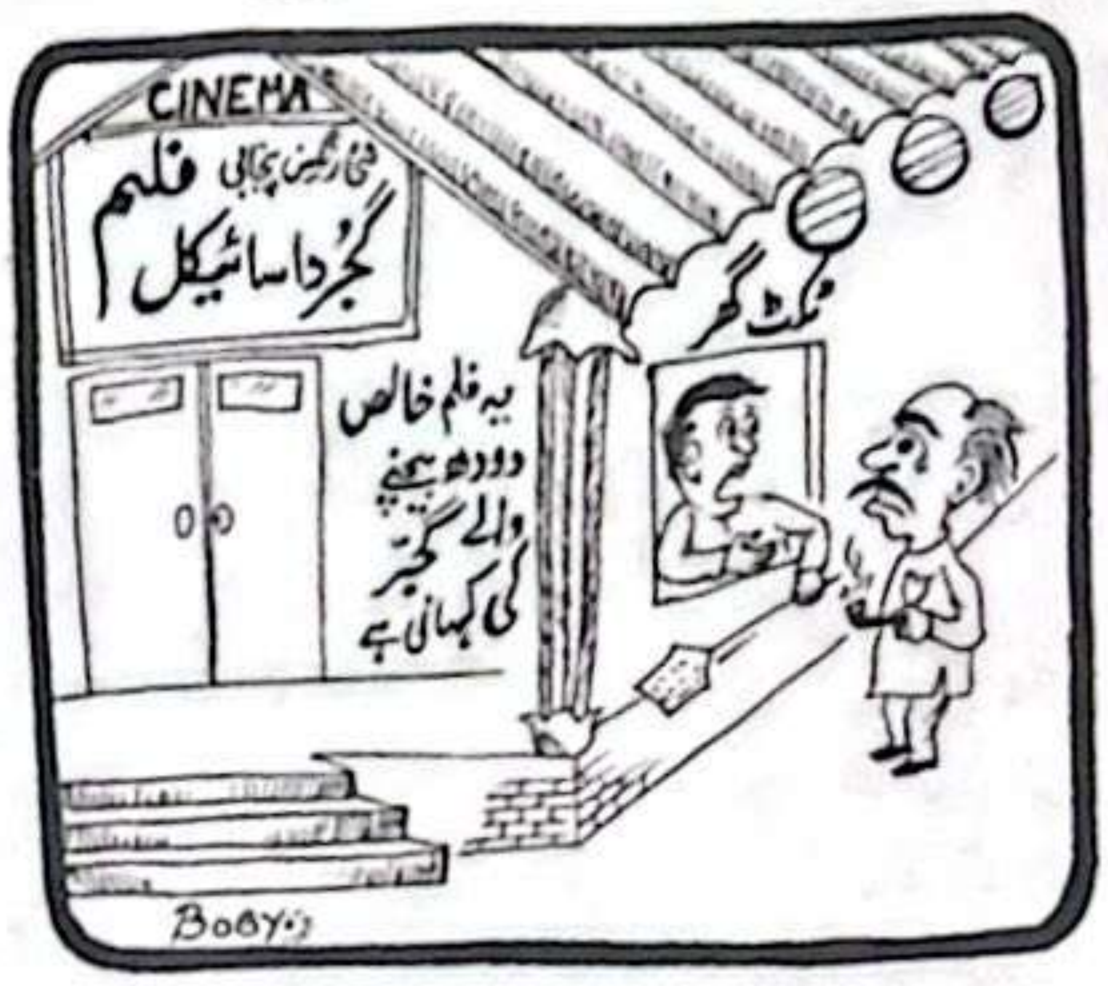

بس جناب جس دن سے ورلڈ کپ شروع ہوا ہے
اس دن سے یہاں مکھیاں ہی مارتے ہیں۔

ایڈیٹر بھیا شکر ہے نظامی صاحب نے
ورلڈ کپ دیکھنے کیلئے رنگین ٹی وی دیا ڈر تھا
کہ پھول کی طرح بلیک اینڈ وائیٹ
ہی مل جائے۔

ممی یقین کریں کرکٹ کھیلنے نہیں جا رہا یہ حلیہ تو سردی سے بچنے کیلئے بنایا ہے۔

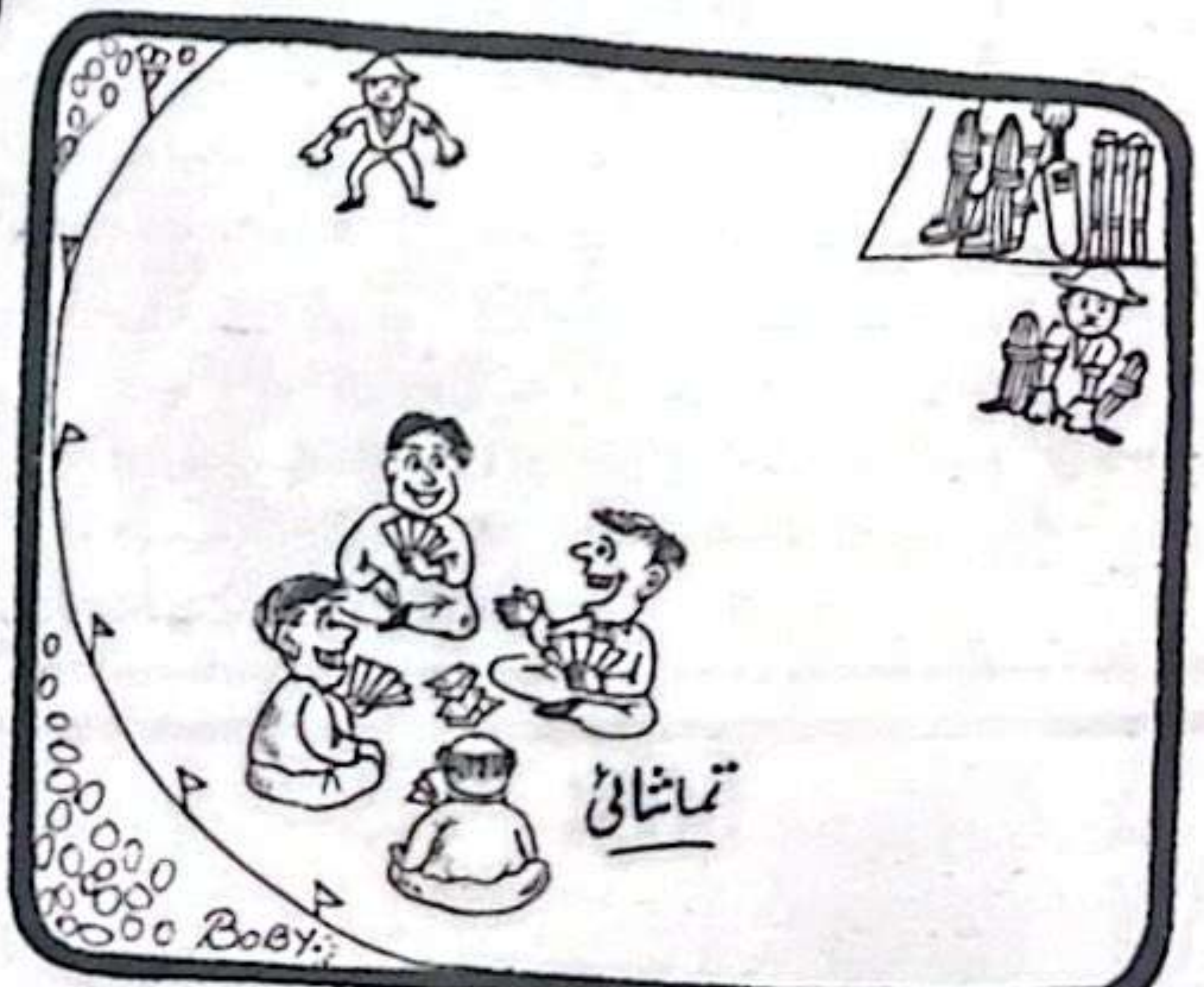

بھائی گھبرانے کی بات نہیں ان گراؤنڈوں میں ہوتا جوا ہی ہے
بس آج ہم ذرا اصل شکل میں کھیل رہے ہیں۔

بس بہن جب پاکستانی ٹیم ہار جاتی ہے
میرا بیٹا جذباتی ہو کر اسی طرح
انہیں مارنے گھس جاتا ہے۔

منے کے ابا آج کا میچ بڑا دلچسپ ہے آج بازار سے ہی کھانا لانا پڑے گا۔

ڈر کیوں نہ لگے بے گناہ کشمیریوں کی بددعائیں جو لے رہے ہو۔

HEART TRANSPLANT

رفعت مقصود سیالکوٹ، سحرش بتول جھنگ

س...... HEART TRANSPLANT کیا ہوتا ہے BLOOD TRANSFUSION کیا ہوتا ہے؟

چونکہ ان دونوں سوالوں کا ایک خاص ربط ہے لہٰذا ان کے جوابات تقابلی انداز میں پیش کرتے ہیں سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ کون سے عوامل ہیں جو رد REJECTION کو متحرک کرتے ہیں۔ انتقال خون اور دل کے ٹرانسپلانٹ میں کیا فرق ہے۔ عضویاتی رد یا خلیوں کا رد دو مختلف افراد کے مابین مختلف ہوسکتا ہے یہ انہی عوامل کے تحت ہوتا ہے جن کی مدد سے ویکسین لگانے سے بیماری سے تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ مدافعتی نظام ایک جاندار جسم میں بیرونی مداخلت کاروں مثلاً وائرس وغیرہ کی موجودگی کی پہچان کر کے ان کے خلاف مدافعتی ردعمل پیدا کرتا ہے اسی طرح یہ ٹرانسپلانٹ کے خلاف بھی مدافعت کا باعث بنتا ہے۔ یہ مدافعتی ردعمل افراد کے مابین جینیاتی فرق کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ پروٹین کے مالیکیولوں کا ایک گروپ ہوتا ہے جو کہ Histocompatiblity Mslecules کہلاتے ہیں۔ یہ M H C جینز سے تشکیل پاتے ہیں اور عموماً خلیے کی سطح پر پائے جاتے ہیں۔ یہ مالیکیول تمام افراد میں مختلف ہوتے ہیں ہیں اور Multiple Allellic حالت میں ہوتے ہیں۔ M U C کو انسانوں میں (ایچ ایل اے) کہتے ہیں۔ ان اینٹی جینز کو ساخت اور عمل کے لحاظ سے دو اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے جنہیں آسانی کی خاطر کلاس الف اور کلاس ب کہا جاتا ہے ٹرانسپلانٹ کے رد میں زیادہ تر مزاحمتی کردار انہی ایم ایچ سی مالیکیولوں کے فرق کی وجہ ہوتا ہے ٹرانسپلانٹ سے مراد ایک خراب یا تباہ شدہ عضو کے عمل کو مستقل طور پر اس جیسے عضو یا حصے میں بدلنا ہی ہوتا ہے۔ لیکن اس کیس میں تبدیلی جلد گزر جانے والے جز کی ہے۔ خون کے بہت زیادہ ضائع ہوجانے سے بقا کے لئے انتہائی ضروری دو عوامل یعنی تنفس اور جماؤ بتدریج ختم ہوتے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ سرخ خلیوں یعنی Erythrocytes کا ضیاع ہوتا ہے جو کہ بافتوں تک آکسیجن پہنچانے اور کاربن ڈائی آکسائیڈ واپس لانے کی ذمہ دار ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ PLATELETS جو خون کے جمنے میں مرکزی کردار ادا کرتے ہیں لہٰذا ان کی کمی سے خون جمنے کی صلاحیت کھو بیٹھتا ہے ان مخصوص اجزا کی زندگی انفرادی طور پر زیادہ نہیں ہوتی اور یہ خود بخود اپنے متبادل فراہم کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے بلکہ یہ ہڈیوں کے گودے میں پائے جانے والے Progenitor Cells سے کشید ہوکر آتے ہیں اس لئے انتقال خون کا مطلب خون کے سرخ خلیات اور PLATELETS کے عمل کو اس وقت تک مدد فراہم کرنا ہے جب تک جسم انہیں خود بنانے کے قابل نہیں ہوجاتا۔

سی ڈی کیا ہے؟

محمد یوسف علی...... رحیم یار خان

س...... سی ڈی کیا ہے اور کیسے کام کرتی ہے؟

ج...... اس کو سمجھنے کیلئے فرض کریں کہ آپ کے پاس ایک میوزک سی ڈی ہے کسی سی ڈی پر میوزک دراصل ڈیجیٹل ڈیٹا کا ایک بڑا ذخیرہ ہوتا ہے سی ڈی تخلیق کرنے کے عمل کے دوران میوزک جو کہ برقی مقناطیسی سگنلز یا ANALOG SIGNAL کی صورت میں ہوتا ہے اسے نمبروں میں تبدیل کرلیا جاتا ہے۔ جو کہ ایک Analog to digital Convertro کی مدد سے کیا جاتا ہے یہ ایک ایسا سرکٹ ہوتا ہے جو متواتر بدلنے والے سگنلز مثلاً وولٹیج کو اعداد میں تبدیل کردیتا ہے۔ یہ سرکٹ فلپ فلاپ سرکٹ کہلاتے ہیں۔ سی ڈی پر سٹور کرنے کے لئے سگنلز کو 44100 مرتبہ دائیں اور بائیں چھانٹا جاتا ہے اور یہ اس نمبر کو تخلیق کرتا ہے جو کہ 65535 - 0 کی رینج میں ہوتا ہے اسی کی وجہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ Sample Point پر میوزک کس طرح اور کتنا بلند آہنگ ہوگا۔ یہ عمل میوزک کو ہر سیکنڈ کیلئے 44100 نمبروں کی دو لائنوں میں تبدیل کردیتا ہے۔ جن میں سے ایک دائیں چینل کیلئے اور دوسری بائیں چینل کے لئے ہوتی ہے۔ اس طرح ایک گھنٹے کا میوزک 44100 X 2 X60 X60 = 317`520`000 نمبروں کی لائن پر مشتمل ہوتا ہے سی ڈی پر نمبر ریکارڈ کرنے کا ایک مخصوص طریقہ ہے جو کہ اس کی ٹیکنیکل دستاویز جسے Red bak کہتے ہیں۔ پر مشتمل ہوتا ہے یہ اس بات کی تخصیص کرتی ہے کہ سی ڈی پر نمبر کس ترتیب سے پیش کرنے ہیں۔ سی ڈی پر نمبر PITS اور Lands کی صورت میں ذخیرہ کئے جاتے ہیں۔ ان PITS اور Lands کو ایک شفاف دھاتی پلیٹ پر پیدا کر کے اسے دو باریک پلاسٹک کی ڈسکوں میں محفوظ کرلیا جاتا ہے سی ڈی پر PIT صفر کو جبکہ Land ایک کو ظاہر کرتی ہے۔

گائیڈنس سسٹم

محمد ارسلان شبیر...... ضلع خانیوال۔۔۔ س...... میزائل کا گائیڈنس سسٹم کیا ہوتا ہے؟

ج...... میزائلوں یا سمارٹ بموں کو گائیڈ کرنے کے کئی طریقے ہوتے ہیں۔ سب سے پرانا طریقہ غالباً انفراریڈ یا حرارت کے تعاقب سے گائیڈ ہونے والا ہے۔ جو کہ زیادہ تر فضا سے فضا میں مار کرنے والے میزائلوں میں استعمال ہوا۔ ان میزائلوں میں حرارت سے حساس نظام لگا ہوتا ہے اور ایک دفعہ جب ٹارگٹ کا تعین ہوجاتا ہے تو میزائل میں موجود نظام کی مدد سے ٹارگٹ سے خارج ہونے والی حرارت اور اسے پیدا کرنے والے ذریعے مثلاً ہوائی جہاز کے انجن کو نشانہ بنا کر میزائل لمحوں میں ہی اپنے ہدف کو جالیتا ہے کچھ میزائلوں میں نصب ریڈار کی مدد سے یا زمینی ریڈار کی مدد سے رہنمائی کر کے ہدف کو فنا کیا جاتا ہے۔ ماضی قریب کے میزائلوں کو لیزر بیم کے ذریعے بھی گائیڈ کیا گیا۔ کچھ میزائلوں میں پہلے سے فیڈ کئے گئے نقشے کے مطابق گائیڈنس کا نظام ہوتا ہے۔ جو کہ خود کار طریقے سے نقشے کے مطابق راستے اور سمت کا تعین کرتے ہوئے ہدف پر جاگرتا ہے یہ نظام کروز قسم کے میزائلوں میں موجود ہے۔ ایک اور قسم کے گائیڈنس کے نظام میں ہدف کے قریب مخصوص فریکوئنسی کے سگنلز نشر کرنے والا چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نصب کردیا جاتا ہے جو کہ عام حالات میں آف رہتا ہے لیکن اسے بوقت ضرورت ریموٹ کنٹرول سے آن کرلیا جاتا ہے اور اس کے سگنلز کا تعاقب کرتے ہوئے میزائل چند منٹوں کے اندر ہدف کو تباہ کردیتا ہے سمارٹ بموں اور توپخانے کو بھی زمینی ریڈاروں یا ہوائی جہازوں سے پیدا کردہ طاقتور لیزر کے ذریعے گائیڈ کیا جاتا ہے گلوبل پوزیشننگ ایک نسبتاً جدید ترین نظام ہے جو جاسوسی طیارے یا سیٹلائیٹ سے رہنمائی لے کر ہدف کو تباہ کردیتا ہے۔ اس سسٹم میں ساکن اور متحرک دونوں اقسام کے اہداف کو کامیابی سے نشانہ بنانا ممکن ہے۔

MRI

سحر سلیم...... لاہور

س...... ایم آر آئی کے کیا مراد ہے؟

ج...... ایم آر آئی سے مراد MAGNETIC RESONANCE IMAGING ہے ابھی میڈیکل امیجنگ کی دنیا میں سی ٹی اور الٹرا ساؤنڈ کے الفاظ پوری طرح مشہور عام نہیں ہو پائے تھے کہ یہ دریافت ہوا کہ مقناطیس اور مقناطیسی میدان کی مدد سے زیادہ بہتر عکس حاصل کیا جاسکتا ہے۔ ان نئے حاصل ہونے والے امیج سے کئی نئی جہتیں سامنے آئیں اس طریقے سے حاصل ہونے والے امیج یا عکس زیادہ واضح اور نمایاں ہونے کے ساتھ ساتھ فزیشنز کیلئے کئی نئے پہلوؤں مثلاً گھٹنے، کندھے، اور ہڈیوں کے اطراف کے ساتھ ساتھ دماغ کی تصویر بنی گردن اور زیریں پشت کے حصوں کو تین مختلف زاویوں یعنی اندرونی بالائی سیدھا، اور اطراف سے دیکھنا ممکن ہوگیا جبکہ اس کے مقابلے میں سی ٹی سے صرف اندرونی بالائی زاویے سے مشاہدہ ممکن تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں ریڈی ایشن اور سائیڈ ایفیکٹس کا خطرہ بھی بہت کم تھا۔ مقناطیسی گونج کے ذریعے عکس بندی یعنی MAGNETIC RESONANCE IMAGING نے میڈیکل کے شعبے میں ایک انقلاب برپا کردیا۔

اس میں مریض کو ایک ٹیوب میں لٹا دیا جاتا ہے جہاں اس کے جسم سے کئی مختلف مقناطیسی میدان منسلک کئے جاتے ہیں۔ ان مقناطیسی فیلڈوں کے مقابلے میں جسم کیسے ردعمل کا مظاہرہ کرتا ہے اور جب یہ مقناطیسی میدان ہٹالئے جاتے ہیں تو یہ کیسے پرسکون ہوتا ہے یہ تمام تر معلومات نوٹ کر کے ان معلومات کے اضافے کے ساتھ کہ یہ عوامل کہاں وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ کمپیوٹر کو بھیج دی جاتی ہیں۔ ان مقامات کے بے شمار نمونے کمپیوٹر تک پہنچتے ہیں اور انہی معلومات کو پروسیس کر کے کمپیوٹر ایک عکس پیدا کرتا ہے۔

Scanned with CamScanner

ذکر ایک دانا' بینا اور توانا کا

آسیہ کنول، ملتان

کبھی کبھار ایسی رپورٹ بھی لکھنی اور پڑھنی چاہیے جو نہ آپ بیتی لگے...... نہ سفر نامہ...... نہ کسی تقریب کی روداد...... نہ داستان...... تو پھر کیا لگے......؟ یہ آپکے کرنے کا کام ہے پڑھیں اور پتہ لگائیں کہ یہ رپورٹ اپنے اندر کونسی انفرادیت سموئے ہوئے ہے۔ آغاز سفر سے کرتی ہوں ہم نے ملتان سے لاہور کا سفر اپنے ایم اے کے مقالے کی ریسرچ کے سلسلے میں کیا۔ ابتدائی ملاقاتیں اور باتیں تو صرف کتابوں سے یا پھر اپنے چھوٹے بھائی سہیل سے، جسے دوران قیام ہماری مدد، حفاظت اور راہنمائی (پیسوں کے معاملے میں) پر مامور کیا گیا تھا۔ لہٰذا وہ حکم کا پابند اور لائبریری میں نظر بند تھا۔ تیسرے روز ہم نے اسکی آنکھوں میں اداسی دیکھی تو کہا کہ چلو اختر عباس بھیا سے رابطہ کرتے ہیں، یہ سن کر اسکا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔ رابطہ ہوا۔ حال احوال پوچھنے اور بتانے کے بعد ایک سات آٹھ سال پرانی خواہش تر و تازہ ہو کر نوک زبان پر اظہار کے لئے مچلنے لگی۔ ہم نے ہتھیار ڈال دیئے اور اظہار کر ڈالا۔ بھیا جی سوچ و بچار کے بعد بولے کہ کل فون کر کے پتہ کرلیں۔ 31 دسمبر کی شام کو ہی لاہور سے ملتان کیلئے روانہ ہونا تھا اور خواہش کی تکمیل کا وقت بھی 31 دسمبر کی شام پانچ بجے کا طے ہوا۔ ہم اور سہیل اپنے بھاری بھر بیگ کے ساتھ مسلم ٹاؤن موڑ پر عربین ڈیلائٹس کے سامنے کھڑے تھے کہ بھیا جی کی گاڑی رکی۔ ہم سوار ہوئے گاڑی آہستہ ہوئی ہم نے نگاہیں دوڑائیں تو پتہ چلا کہ ہم ماڈل ٹاؤن میں واقع ''داستان سرائے'' کا گیٹ عبور کر آئے ہیں۔

تحقیق اور تصدیق کے بعد جب ہمیں ڈرائنگ روم میں بٹھایا گیا تو احساس ہوا کہ واقعی ہم کسی بڑی اور قیمتی شخصیت سے ملنے آئے ہیں۔ بھیا کی طرف سے سوال آیا کہ کیا سوچ رہی ہیں؟ ہم نے کہا کہ ''داستان گو'' (اے حمید) پڑھی تھی۔ کنفرم کر رہے ہیں کہ یہ وہی ڈرائنگ روم ہے جسکی تصویر ''داستان گو'' بھی تھی۔ یہی سوال سہیل سے پوچھا گیا۔ جواب ملا کہ ''زاویے'' کا منظر یاد آ رہا ہے۔ ہم نے بھی اسی سوال کو پکڑا اور بھیا جی کو تھما دیا۔ پتہ چلا کہ نوشی بھابھی یاد آ رہی ہیں۔ بھیا نے انہیں ساتھ لانے کا وعدہ کیا تھا اور جا کر انہیں لانے کا سوچ رہے ہیں تا کہ وعدے کا بھرم رہے اور ان کو خوشی ملے۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور اشفاق بابا (اشفاق احمد) دھیرے دھیرے ہماری جانب بڑھے ہم تینوں نے اٹھ کر سلام کیا اور ان کا پیار لیا۔ انہوں نے بھیا کو سینے سے لپٹا کر پیار کیا۔ اشفاق بابا بڑے صاف ستھرے، اجلے اجلے گپلو سے لگ رہے تھے۔ ہم بابا جی کیلئے پھول لائے تھے وہ انہیں پیش کیے۔ اپنا تعارف کروایا اور بتایا کہ ہم یہاں ''تھیسس'' کے سلسلے میں آئے ہیں۔ بابا نے مقالے کا عنوان پوچھا تو ہم نے بتایا کہ عنوان ہے ''عالم اسلام کی آزادی میں عسکری اور سیاسی جدو جہد کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ'' پھر پانچ بجے سے پونے سات تک جو گفتگو ہمارے اور اشفاق بابا کے درمیان ہوئی اسکو ہم عنوانات کے تحت بیان کر دیتے ہیں تا کہ آپکو پڑھنے، یاد رکھنے اور مزہ لینے اور آگے بیان کرنے میں آسانی رہے۔ ان میں کچھ باتیں تو ہمارے مقالے کے حوالے سے تھیں۔

دانا، بینا اور توانا

بانگ درا میں انسان کی تعریف میں اقبال فرماتے ہیں۔

چاہے تو بدل ڈالے ہیت چمنستان کی
یہ ہستی دانا ہے، بینا ہے، توانا ہے

دانا سے مراد دانائی ہے بینا سے مراد اچھائی اور برائی میں تمیز اور توانا سے مراد جو کچھ خیال میں آئے اسے عمل میں لانے کی قوت۔ اشرافیت کی یہ تینوں بنیادیں اشفاق احمد میں موجود ہیں۔ اشفاق احمد وہ ہستی ہے جسکو اللہ نے اعلیٰ ترین صلاحیتوں اور خوبیوں سے نوازا ہے۔ اشفاق احمد کی کتابیں تو آپ میں سے اکثر نے پڑھی ہوں گی لیکن ان کی گفتگو کے مزے ان کے قریب بیٹھ کر چند خوش قسمت لوگوں نے لئے ہوں گے۔ ہم وہ مزہ آپ سے شیئر کرتے ہیں۔

حاجی امداد اللہ مکی کی معصومیت

گفتگو کا آغاز بابا نے اس طرح کیا کہ ''یار، اختر تو اتنے دنوں سے آیا نہیں، میں نے تجھے بتانا تھا کہ وہ ہے نا عطا الحق قاسمی، ایک جگہ اس نے کہا کہ میں اشفاق احمد کی صلاحیتوں اور خوبیوں کا اعتراف کرتا ہوں لیکن مجھے اشفاق احمد کے نظریات سے اختلاف ہے یہ ملا کو ہیرو مانتا ہے۔ بابا کہنے لگے کہ اس ملا نے ہمارا کیا بگاڑا ہے جو ہم اس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ یہ ہم سے مانگتا نہیں، دیتا ہی چلا جاتا ہے۔ اس نے ہم پر کبھی پابندی نہیں لگائی کہ کونسا علم پڑھ رہے ہو، کہاں پڑھ رہے ہو۔ کیوں پڑھ رہے ہو۔ کوئی وکیل بنتا ہے تو اپنے لئے۔ ڈاکٹر اور بیرسٹر بنتا ہے تو اپنے لئے۔ جب ملک و قوم کو ضرورت پڑتی ہے تو سب سے پہلے ملا اپنی خدمات پیش کرتا ہے۔ کوئی مر جائے تو ہماری پریشانی نہیں ہوتی کہ میت کو نہائے گا کون یا نماز جنازہ کون پڑھائے گا۔ پھر بابا جی ہماری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ یہ بات آپکے مقالے کے حوالے سے ہے، 1857ء کی ''جنگ آزادی میں سب سے پہلی توپ ملا نے چلائی۔ اس ملا کا نام حاجی امداد اللہ مکی تھا۔ امداد اللہ مکی صاحب نے جب توپ چلائی تو بڑے زور سے پیچھے گرے پگڑی ایک طرف اور دوسری طرف خود۔ تھوڑی دیر بعد اٹھ کر بولے یہ تو بڑے زور کا پٹاخہ بجتا ہے۔ بابا ہنس کر کہنے لگا کہ کتنا معصوم تھا حاجی امداد اللہ مکی، پھر بابا نے ''اخوان الصفا'' کے بارے میں بتایا کہ یہ ایک خفیہ تنظیم تھی انہوں نے دنیا کا سب سے پہلا انسائیکلو پیڈیا لکھا۔ ان کا کام زیادہ تر عقلی علوم کا فروغ تھا۔

تواضع

ہماری تواضع کافی اور نمکو سے کی گئی۔ اختر بھیا نے بابا سے پوچھا کہ اس بار میٹھے میں کچھ نہیں ہے۔ بابا ابھی جواب دینے ہی والے تھے کہ ہم نے سوال کر ڈالا کہ آپکو میٹھے میں کیا پسند ہے؟ کہنے لگے کہ میٹھے میں سبھی کچھ پسند ہے، ہم نے کہا کہ پھر تو ہمیں ملتان سے ''سوہن حلوہ'' لانا چاہیے تھا۔ بابا نے ہنستے ہوئے کہا کہ وہ تو میں بڑے شوق سے فٹافٹ کھا جاتا ہوں۔

چھپکلی نے آنکھ ماری' عبدالحیٰ نے کتاب اٹھالی

بابا جی نے بتایا کہ آج صبح ایک شخص میرے گھر آیا۔ اسکا نام عبدالحیٰ تھا' کہنے لگا کہ مجھے اشفاق احمد سے ملنا ہے' مجھے پتہ چلا ہے کہ داستان سرائے میں عجیب اور انوکھے واقعات درج ہوتے ہیں' میں نے بھی ایک واقعہ درج کروانا ہے' میں نے پوچھا کہ آپ کیا کرتے ہیں وہ صاحب کہنے لگے کہ میں کچھ نہیں کرتا' جو کچھ ہو رہا ہے میں اس ہونے میں شامل ہو جاتا ہوں' ''ہوت'' کا باشندہ ہوں ''ہوتی'' ہوں۔ کہنے لگا کہ مجھے کتابیں پڑھنے کا تو شوق ہے لیکن خریدنے کا نہیں' ممتاز مفتی کی کتاب ''تلاش'' پڑھی' اچھی لگی سو میں نے خرید لی۔ دوست احباب نے مجھ سے لیکر پڑھی' پھر ایسا ہوا کہ وہ کھو گئی' بڑا ڈھونڈا' نہیں ملی۔ میری بیوی چھپکلیوں کی ازلی دشمن ہے ایک روز میں بیٹھا تھا کہ ٹیبل کے پاس چھپکلی نظر آئی۔ میری بیوی نے جوتا اٹھایا اور اسکو مارنے پر تل گئی میں نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا کہ جب چھپکلی نے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا تو تم اسے مارنے پر کیوں تلی ہو۔ بالآخر اس نے میری بات مان لی پھر بہت دنوں تک وہ چھپکلی نظر نہیں آئی۔ ایک روز مجھے کتابوں کی الماری کے پیچھے کھٹ کھٹ کی آواز سنائی دی میں اٹھا الماری کو ذرا آگے کھینچا تو دیکھا کہ وہاں وہی چھپکلی تھی' جسکی میں نے جان بچائی تھی۔ اس چھپکلی نے مجھے آنکھ ماری اور نیچے کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے نیچے دیکھا تو وہاں تلاش پڑی تھی۔

صوفی اللہ کی تلاش میں اور اللہ نبی کی تلاش میں

اتنے میں ڈرائنگ روم میں دو افراد کا اور اضافہ ہو گیا یہ بابر حیات اور عبدالجبار تھے۔ بابا نے ان سے آتے ہی سوال کیا کہ میاں کیا کر رہے ہو۔ عبدالجبار بولے کہ ایم بی اے باباجی کہنے لگے کہ یہ تو خاصا پرانا ہو گیا ہے۔ کسی نئے مضمون میں ماسٹرز کرتے۔ انہوں نے بابا کو یوں تسلی دلائی کہ پنجاب یونیورسٹی نے ایم بی اے کی سلیبس میں خاص تبدیلی کی ہے اب یہ نیا ہی ہے۔ باباجی نے ایک اور واقعہ سنایا کہ سرگودھا کے ایک چرواہے سے میری ملاقات ہوئی میں نے اس سے کہا کہ تم بکریاں کیوں چراتے ہو۔ یہ بھی کوئی کام ہے پیسے جمع کرو اور باہر چلے جاؤ۔ وہ چرواہا بولا کہ میں بکریاں اس لئے چراتا ہوں کہ میرا باپ بکریاں چراتا تھا' باپ بکریاں اس لئے چراتا تھا کہ اسکا باپ بکریاں چراتا تھا۔ بابا بولے تمہارا دادا بکریاں کیوں چراتا تھا۔ وہ کہنے لگا کہ اس لئے کہ انبیاء بکریاں چراتے تھے۔ بابا کہتے ہیں کہ پھر اس شخص نے مجھے بڑے کام کی بات بتائی کہ بکری کی فطرت میں نہ ماننے کی صفت ہے' بکری کو جدھر جانے سے منع کرو وہ اسی طرف جائے گی۔ ایسے میں چرواہے کے اندر صبر اور استقامت کی صفت پیدا ہوتی ہے۔ انبیاء بکریاں اس لئے چراتے تھے کہ ان میں صبر پیدا ہوا اور وہ نہ ماننے والوں کو ساتھ لے کر چلیں۔ باباجی کو اس وقت حضرت موسیٰ بڑے یاد آئے۔ کہنے لگے کہ حضرت موسیٰ بڑے سادہ اور معصوم تھے۔ اللہ نے انہیں کتاب دینا چاہی تو کہنے لگے نہیں نہیں کہ میں یہ اتنا بڑا کام نہیں کر سکتا اور یہ کہ میری زبان میں لکنت ہے تو اللہ نے ان کے بھائی کو اس کام میں ان کا مددگار بنا دیا۔ باباجی نے کہا کہ صوفی تو سارا وقت اللہ کی تلاش میں جنگلوں بیابانوں میں اللہ کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے۔ انبیاء کا وصف یہ ہے کہ اللہ انکی تلاش میں رہتا ہے ان کے پیچھے پیچھے رہتا ہے' واہ جی' واہ انبیاء کا وصف!!!

خوشی یا ڈیپریشن' چوائس آپکی اپنی

باباجی ہمکو بھی کھا رہے تھے اور قصے بھی سنا رہے تھے۔ بات جدوجہد پر آئی تو کہا اللہ نے جسکو جو مقام دیا ہے وہ اس سے ناخوش ہے ایسی چیز کے حصول کیلئے جدوجہد کرتا ہے۔ جس کے حصول کی جدوجہد میں وہ بہت سے لوگوں کو اپنے پیچھے منہ کے بل گرا دیتا ہے اور آگے بڑھ جاتا ہے۔ ہم نے کہا کہ تبدیلی تو ہر شخص چاہتا ہے اور وہ اس کیلئے کوشش بھی کرتا ہے۔ بابا نے جواب دیا کہ تبدیلی ضرور چاہو لیکن تبدیلی جو ممکنات میں سے ہو' ایسی نہیں جو دوسروں کے حق پر قابض ہو کر لائی جائے۔ بابر حیات نے کہا کہ پھر تو تقدیر کو سب کچھ سمجھا جائے اور جدوجہد نہ کی جائے۔ تو بابا بولے کہ کبھی نے بھی نہیں کہا کہ میں نے طوطا بننا ہے' درخت اور پودے جہاں ہیں' وہیں خوش ہیں ایک روز میرے پوتے نے سوال کیا کہ دادا آپکو کیسے پتہ ہے کہ درخت خوش ہیں' میں نے کہا کہ درخت پر پھول اگتے ہیں پھل لگتے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ خوش ہیں۔ اگر ناراض ہوتے تو جب تم ان کے پاس جاتے تو یہ تمہیں رکھ کر تھپڑ مارتے۔ باباجی کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک شخص آیا اور اس نے مجھے تین دن کی مہلت دی ہے اگر میں نے اس کے مسئلے کا حل نہ بتایا تو وہ اسکا کہنا ہے کہ وہ خودکشی کرلے گا۔ باباجی نے بتایا کہ مجھے ڈاکٹرز کی ایک تقریب میں پتہ چلا کہ ہمارے ملک میں ڈیپریشن کی دوائیاں ایک بلین کی آتی ہیں اور یہ مرض تیزی سے بڑھ رہا ہے مجھ سے لوگ پوچھتے ہیں کہ آپکا کیا حال ہے تو میں کہتا ہوں کہ میں بہت خوش ہوں' خوشی کی وجہ پوچھتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ مجھے آکسیجن مفت مل رہی ہے۔ آکسیجن لینے کیلئے مجھے کسی دکان کے سامنے لائن میں نہیں لگنا پڑتا' یہ اللہ نے مجھے مفت فراہم کی ہے جو انسان جس جگہ ہے اس کام کے حصول کیلئے کوشش کرے جو وہ کر سکتا ہے جو اس کے بس میں نہ ہو اس کیلئے وہ جدوجہد نہ کرے۔

ڈراموں اور کتابوں کا ذکر

سہیل نے سوال کیا کہ میں ماس کمیونیکیشن کا سٹوڈنٹ ہوں ایک روز میرے ایک پروفیسر نے آپکے انداز تحریر پر یہ تبصرہ کیا کہ آپکا انداز بیاں خاصا مشکل ہے جو ناظرین اور قارئین کو سمجھنے میں وقت پیش آتی ہے تو باباجی کہ میرا انداز بیاں تو نہایت سادہ ہے وہ تانگے والے اور ریڑھی والے کی سمجھ میں تو فوراً آجاتا ہے معلوم نہیں کہ اس پڑھے لکھے شخص کی سمجھ میں دیر سے کیوں آتا ہے۔ شیخوپورہ کا ایک سردار آیا اور کہنے لگا کہ آپ ان موضوعات پر کہانی لکھا کریں' یتیم کا دکھ' بیوہ کی عید' پھر ان کے ڈراموں کی بات ہوئی۔ لبیک' قراۃ العین' ماما سیمی کی مقبولیت کا ذکر ہوا۔ باباجی نے بتایا کہ ہم نے صرف دو ہی ایکٹر پیدا کئے ہیں ایک قائداعظم اور دوسرا بدیع' قائداعظم جب انگلستان میں تھے۔ وہاں کے ایک تھیٹر کے ڈرامے میں ایک ایسا کردار تھا' جس کیلئے ایک سو افراد کا آڈیشن کیا گیا۔ قائداعظم نے بھی دیا۔ اس کردار کیلئے جس شخص کا نام منتخب کیا گیا وہ نام قائداعظم کا ہے۔ قائداعظم بڑے خوش ہوئے اور والد صاحب کو خط لکھ کر اجازت چاہی۔ جواب آیا تو اس میں لکھا تھا کہ تیری ایسی کی تیسی' میں نے تجھے جس کام کیلئے بھیجا تھا' بس تو وہی کر' سو قائداعظم نے وہ کردار ادا کرنے سے انکار کر دیا۔

فیض احمد فیض اور جنوں کا خوف

اشفاق بابا نے سامنے والے صوفے پر اشارہ کر کے کہنے لگے کہ اس صوفے پر فیض احمد فیض بیٹھے تھے میں نے کہا یار تم پنجابی میں شاعری کیوں نہیں کرتے وہ کہنے لگا کہ میرے سامنے جو پنجابی شاعری کے بڑے بڑے جن کھڑے ہیں میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ باباجی کہتے ہیں کہ میں نے جواب دیا کہ یہ شاعری نہیں کرتے بلکہ گنگناتے تھے۔

سٹی گم ہونا

اشفاق بابا نے ایک بار پھر بڑی بے قراری سے کہا اختر بھیا تو تو آیا نہیں اتنے دن میں بڑا پریشان تھا۔ خالد مقبول نے ایک تقریب میں بڑا مشکل سوال کر ڈالا۔ سوال سن کر میری تو سٹی گم ہو گئی۔ میں نے اس سے معذرت کر لی اور اب تک میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکا۔ سوال اس نے یہ کیا کہ ''تاج کمپنی'' کے حصہ داران میں سے ایک جیل میں تھا' بڑی مشکلوں سے وہ ایک کروڑ میں سے 5 لاکھ دینے پر راضی ہوا۔ ہم سب بڑے خوش ہوئے کہ اس نے چیک کاٹ دیا ہے پھر ضمانت پر رہا ہو گیا۔ جب گھر پہنچا تو اسکا لان سجا ہوا تھا۔ ٹینٹ لگے تھے ایک شاندار کرسی اسکی منتظر تھی۔ وہاں موجود دو ہزار لوگوں نے اسکا استقبال کیا اور جھک کر ملے خالد مقبول نے کہا کہ اشفاق احمد صاحب مجھے یہ بتا دیں کہ یہ کون لوگ تھے۔ باباجی کہنے لگے میں یہ سن کر بڑا پریشان ہوا اور اب تک ہوں۔

سارہ کی پریشانی اور ہم سب کی حیرانی

ہماری آمد سے پہلے وہاں ایک محترمہ سارہ صاحبہ تو پہلے ایک بار رو چکی تھیں' دوبارہ رونے کا ارادہ کئے ہوئے تھیں۔ پھر کچھ تسلی اختر بھیا نے دلائی اور کچھ بابا نے' رونے کی وجہ بی اے تھا۔ ساتویں بار بی اے کے امتحان کی تیاری کر رہی تھیں۔ پریشان تھیں کہ بی اے اب بھی کلیئر نہیں ہو سکے گا۔ اختر بھیا نے کہا کہ بی اے میں کمپارٹمنٹ کا آنا تو پاکستان ایمان کا تقاضا ہے آپ کیوں پریشان ہیں۔

بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہوں نے بی اے نہیں کیا وہ بھی زندہ ہیں اور خوش باش ہیں آپ بھی ان لوگوں میں شامل ہو جائیں۔

اشفاق صاحب کو حسنات اور ڈیانا کی یاد بھی آئی بھانجے حسنات کی تعریف دو چار جملے بھی ادا ہو گئے پھر بھیا نے بتایا کہ یہی جگہ ہے جہاں لیڈی ڈیانا ان سے ملنے آئی تھی اور کتنی دیر بیٹھی باتیں کرتی رہی۔

جی تو آپ نے مزے لے لے کر بابا کی باتوں اور یادوں کے اب آگے بڑھتے ہیں اور دوبارہ سفر کی طرف چلتے ہیں۔ بھیاجی نے پونے سات بجے ہماری طرف اشارہ کیا کہ کیا خیال اب اجازت طلب کی جائے۔ ہم نے کہا ''ہاں'' باباجی سے اجازت لی' ان کا پیار اور دعائیں لیں اور واپسی کیلئے چل پڑے۔ اشفاق بابا بڑے چالاک ہیں بانو آپا کی جھلک تک نہیں دکھائی پتا چلا کہ مغرب کے بعد کا وقت ان کی تسبیح اور مناجات کا ہوتا ہے۔ اللہ جی ان دونوں قیمتی ہیروں کی چمک اور خوبصورتی قائم رکھے۔ باباجی کی باتیں ان کے قریب بیٹھ کر میٹھی اور دھیمی آواز میں سنیں تو لگتا ہے احساس ہوتا ہے کہ زندگی بہت حسین اور انمول نعمت ہے اسے دیانت اور خدمت کے جذبے کے ساتھ گزارا جائے تو نعمتیں اور محبتیں بے بہا ملتی ہیں۔

وہ سارے حسین لمحے اپنی جگہ مگر یہ لمحہ ان سارے لمحوں پر غالب آنے کیلئے مچل رہا ہے' اختر بھیا' ہمیں بس سٹینڈ پر چھوڑنے آئے کیونکہ ہمیں ملتان کیلئے روانہ ہونا تھا۔ بھیاجی گاڑی سے اترے سہیل سے گلے ملے' ہاتھ ملایا اور بائیں ہاتھ سے سہیل کی کلائی تھامی اور ایک اچھی سی نصیحت کی' پھر ہمارے سر پر ہاتھ رکھا اور دعائیں دیتے چلے گئے اس وقت ہمیں اپنے استاد محترم علی اصغر سلیمی کی وہ بات یاد آ گئی وہ کہا کرتے ہیں کہ بڑوں کو شفیق ہونا چاہئے اور شفقتیں بانٹنی چاہئیں' یہاں تک کہ وہ چھوٹوں میں منتقل ہو جائیں۔ اتنی عزت' اتنا اکرام' خوشی سے ہماری آنکھیں بھر آئیں۔

سنا ہے اختر عباس بھیا نے نیا گھر خریدا ہے اللہ جی انہیں خوش رکھے' شاد رکھے' آباد رکھے! آمین

آپکے' ہم سب کے ایڈیٹر بھیا کو......!!!

تعاون
مکتبہ تعمیر انسانیت
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

بچوں اور بڑوں کیلئے دلچسپ کتب چھاپنے والا ادارہ
البدر پبلی کیشنز
23- راحت مارکیٹ اردو بازار لاہور

صفحہ بتایئے انعام پایئے

مرتب بلال ادریس

شمع نورین بخاری (مظفر گڑھ)' صفیہ جبین (جہلم)' رابعہ تاثیر (اوکاڑہ) ' فائزہ عالم (بہاولنگر) ' امان اللہ (ڈیرہ غازیخان)' فائزہ عروج (ملتان)' طاہر مبشر (شاہ کوٹ)' طیبہ ذوالفقار (ساہیوال) ' ضیاء عمر (اوکاڑہ) ' ساجد علی عاجز (خانیوال) ' صبا عائشہ' علی رضا (ملتان) ' رانا عامر علی (قصور) ' اکبر علی (قصور)' آمنہ وکیل (ھنگو)' پونم اشفاق (ھنگو)' صائمہ ناز (ھنگو)' جسمین احمد (ھنگو)' منزہ شاہ (ھنگو)' سہیل مصطفیٰ (سرگودھا)' ریحان سعود (ڈیفنس)' عران خان (فتح والی) ' نازیہ پروین (نارووال) وجیہہ خلیق (فیصل آباد)' قاسم محمود (اعوان چوک)' بلال رحمانی (فتح والی) ' عباس رحمانی (فتح والی) '(افضان الطاف) (وزیر آباد) خرم نواز (ملتان) ' عبدالحمید ساگر (اوکاڑہ) 'گلشن اسلم (میر پور)' رانا محمد جمیل کنور (قصور)' صوفیہ عمر (اوکاڑہ)' یاسر عمران (منڈی بہاؤالدین)' محمد ناظم علی (بہاولنگر)' محمد راشد علی (بہاولنگر)' وسیم اکرم (بہاولنگر)' گلفام اظہر (بہاولنگر)' شگفتہ اصغر (بہاولنگر) 'نور ربیعہ انعم (بہاولنگر)' ملک جہانزیب (بہاولنگر)' مصباح ظہیر (بہاولنگر) ' جویریہ احسان (ملتان)' نعیم اکرم (بہاولنگر) ' عائشہ رشید (بہاولنگر)' رابعہ عالم (بہاولنگر)' ثاقب رشید (بہاولنگر)' بلقیس اصغر (بہاولنگر) ' نعیم احمد (بہاولنگر)' فہیم اکرم (بہاولنگر) 'نیب رشید (بہاولنگر)' شاہین اختر (ملتان)' سیمی نایاب (سرگودھا)' مصباح شہباز (سیالکوٹ)' رابعہ نورین (فیصل آباد)' آمنہ عمر (اوکاڑہ)' عرفان مدثر (جہلم)' شمائلہ نسیم (جہلم)' کاشف سلیم (پھالیہ)' محمد عاقب سلیم (پھالیہ)' عاطف سکندر (پھالیہ)' شمریز بابر (پھالیہ)' عامر عباس (پھالیہ)' یاسر عمران (پھالیہ)' سمیرا امین (لاہور)' کامران جاوید (لاہور)' مدثر جاوید (فیصل آباد)' نصر اللہ (ڈیرہ غازی خاں)' شکیلہ منظور (قصور)' وسیم اکبر (قصور) 'تنویر احمد بھٹی (گوجرانوالہ)' قراۃ العین (خانیوال) ' رابعہ افتخار (لاہور)' سید ذوالفقار حسین زلفی (جھاوریاں) ' محمد عابد (سکرنڈ سندھ)' خرم افتخار (ڈنڈوٹ)' طاہرہ بینش (لاہور)' شکیل احمد (پسرور)' زرینہ پیر بخش (ٹوبہ ٹیک سنگھ)' محمد ذیشان شانی (ڈیرہ غازیخان)' طیبہ کنول (ڈیرہ غازیخان)' ماورا خان (ڈیرہ غازیخان)' محمد ساجد اوٹھی (فتح والی)' نصر اللہ خان نصر (ڈیرہ غازیخان)' شاہد نواب (لودھراں)' عبدالرؤف عمران (جعفر آباد ' بلوچستان) 'آصف علی بھٹی (بہاولنگر)' محمد افضل (لودھراں)' ماریہ عثمان (کراچی) سعید (قصور)' عائشہ ہاشمی (اوکاڑہ)' عمر احمد (رینالہ خورد)' سمیرا اسلم (فیصل آباد)' آمنہ (لاہور)' عائشہ تبول (ڈسکہ)' مبشر ارشاد (ڈسکہ)' مدیحہ ارشاد (ڈسکہ)' عظمی منور (بدوملہی)' عائشہ حسین (گوجرانوالہ) 'عمارہ نذیر (حافظ آباد)' مریم فیاض (منڈی بہاؤالدین)' فاطمہ (دادو ' سندھ) عاطف بلال (چکوال)' مظہر عثمان (اٹک)' ثوبیہ یاسین (ملتان)' بشیر عابد (حجرہ شاہ مقیم) ' شاہین ممتاز (میانوالی) 'ممتاز خان (میانوالی) ' عزیز اللہ (ھنگو)' نعیم نسیم الرشید (شیخوپورہ)' حسنین رضا (پاکپتن)' طہٰ یاسین (حیدر آباد)' شائستہ تصدق' پنڈ دادنخان 'شافیہ خالد' نارنگ منڈی' سعدیہ نورین' نارووال نعیمہ نورین' نارووال' برہان حیدر تاثیر' اوکاڑہ' عبدالوقار' بہاولنگر' عمارہ اسحاق' گوجرانوالہ' رافعہ تاثیر' اوکاڑہ' جنید اقبال' بصیر پور۔ زوبیہ یوسف' سرگودھا۔ شکیل احمد' گجرات۔ محمد عمران' فاروق آباد' وسیم احمد وسیم' سوکن ونڈ۔ خالد محمود سوکن ونڈ۔ زین العابدین' بصیر پور۔ کاشف عثمان' چکوال۔ شازیہ کرامت نارووال۔ قیصر علی چوہدری' حافظ آباد۔ جنید خالد' کراچی۔ عرفان شوکت' حافظ آباد۔ فوزیہ چوہدری' بھائی پھیرو۔ جاوید مسیح' اوکاڑہ۔ سلیمان خان' فتح والی۔ عابد مجید' گھوئکی۔ مرزا مظہر حسین' واہنڈو۔ نصر اللہ خان' خوشاب محمد سعد وقاص لاہور۔ نعمان راحیل' راجن پور۔ مصباح ظفر' فیصل آباد۔ باسط علی نسیم ہاشمی کوٹلی آزاد کشمیر۔ صائمہ عقیقہ' چتوکی۔ کومل خان' گوجرانوالہ۔ ظفر یاسین' حیدر آباد۔ قمر الزمان' جھنگ۔ فائزہ عروج' ملتان۔ محمد اشرف' ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ فرحت جبین' مانانوالہ۔ محمد بلال' مانانوالہ۔ ڈاکٹر رضوان' رحیم یار خان۔ ڈاکٹر فرحان' رحیم یار خان۔ تانیہ عرشی رحیم یار خان۔ فاروق اعظم صدیقی' جہلم محمد علی صدیقی' جہلم۔ حافظ اسد اللہ' خوشاب۔ عظمیٰ خان' فیصل آباد۔ یاسمین قمر' مظفر گڑھ۔ مہ رخ مونیا' پاکپتن شریف۔ ماریہ عثمان' کراچی۔ چودھری فہیم شکور' پاکپتن۔ اسامہ امجد' بہاول نگر۔ محمد ریاض' بہاول نگر۔ قاسم علی' بہاول نگر۔ عابد محمود' بہاول نگر۔ محمد عدنان' بہاول نگر۔ ام حبیبہ' بہاولنگر میاں نصیر احمد' بہاولنگر۔ ڈاکٹر خالد محمود' بہاولنگر۔ غفران علی' بہاولنگر۔ فرمان علی' بہاولنگر۔ عرفان اللہ' بہاولنگر۔ زاہد علی' بہاولنگر۔ مہر النساء' بہاولنگر۔ علی اکبر' بہاولنگر۔ حمزہ علی' بہاولنگر۔ محمد ارشد تبسم' بہاولنگر۔ ثناء انور' بہاولنگر۔ زاہد اقبال' بہاولنگر۔ اقصیٰ ریاض' بہاولنگر۔ ذہین ریاض' بہاولنگر۔ ثمن اقبال' بہاولنگر۔ محمد اشرف' چشتیاں۔ بلال امجد' بہاول نگر۔ وقاص ریاض' بہاولنگر۔ ماریہ امجد' بہاولنگر۔ محمد حنیف' بہاولنگر۔ طارق محمود' بہاولنگر۔ طاہر محمود' بہاولنگر۔ عمران رشید' شیخوپورہ۔ طاہر بشیر سیال' بہاولنگر۔ ماریہ اقبال' نارووال۔ طیب اقبال' بدوملہی۔ ماریہ اقبال' بدوملہی۔ شائلہ اقبال' بدوملہی۔

انعامی کوپن

پتہ ماہنامہ پھول 4- شاہراہ فاطمہ جناح لاہور

اس ماہ کے جملے

1- مغرب اس کا عروج دیکھ چکا ہے
2- یہ بات سنی تو دھچکے پڑ گئے
3- میں اس کی عیادت کو یہاں آیا تھا
4- تمام کلاس ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گئی
5- اور اللہ میری قربانی قبول فرمائے

یہ رہے صفحات کے نمبر

1........2........3........

4........5........

نام........ عمر........

گھر کا پتہ........

....

کوئز کی دنیا

1- پاکستان نے پہلا مواصلاتی سیارہ کب چھوڑا؟
(1) 2001ء (2) 2002ء (3) 2003ء

2- یوم کشمیر کب منایا جاتا ہے؟
یکم فروری، 5 فروری، 10 فروری

3- عالمی کرکٹ کپ کہاں ہو رہا ہے؟
(1) انگلینڈ (2) جنوبی افریقہ (3) آسٹریلیا

4- 'ہالی وڈ' دنیا کے کس ملک میں واقع ہے؟
(1) امریکہ (2) نیوزی لینڈ (3) ہالینڈ

”واہ کیا بات ہے“

مرتب: سید عمران رضا

سچا جھوٹ

جنگ ختم ہونے کے بعد میں گاؤں پہنچا تو خبر مشہور ہوگئی کہ کپتان محمد خان آیا ہے، ہم نے پہلے دو دن میں کوئی ایک ہزار معانقے کئے اتنی ہی ہمارے گاؤں کی مردانہ آبادی تھی۔ چھاتی دکھنے لگی لیکن دل کو ایک عجیب سکھ حاصل ہوا۔ مہینے بھر میں صرف چند دن اپنے گھر کھانا کھایا، وہ بھی والدہ کے اصرار پر کہ مجھے اپنے بیٹے کو جی بھر کر دیکھ لینے دو۔ جب وہ بہت دیر دیکھ چکیں تو وہی کہا جو صرف ماں کہہ سکتی ہے۔ ”بیٹا اب ساری فوج میں تمہی بڑے افسر ہونا“؟ میں والدہ کو دیکھتا اور سوچتا کہ اگر اس پیکر محبت کا وجود نہ ہوتا تو کیا مجھے وطن واپسی کا یہی اشتیاق ہوتا؟ میں نے کسی جھجک کے بغیر جواب دیا۔ ”ہاں ماں! ایک آدھ کو چھوڑ کر سب میرے ماتحت ہیں“ ماں کی دنیا آباد ہوگئی۔ ویسے سچ یہ تھا کہ ایک آدھ نہیں بلکہ ایک لاکھ چھوڑ کر بھی ہمیں اپنے ماتحت ڈھونڈنے کیلئے چراغ تو کیا سرچ لائٹ کی ضرورت تھی مگر اس سچ کا کیا فائدہ جس سے ماں کا دل دکھے۔

(کرنل محمد خان کی کتاب بجنگ آمد سے اقتباس)

محمد اشتیاق سلیمی۔ قبولہ شریف

چار علوم

حضرت حاتم اصمؒ نے فرمایا کہ ”میں نے چار علم حاصل کر کے باقی تمام علوم دنیا سے نجات پائی ہے، لوگوں نے سوال کیا وہ چار علم کون سے ہیں؟ فرمایا۔ پہلا یہ کہ میں نے جان لیا کہ میرا رزق مقدر ہو چکا ہے اور اس میں کمی یا زیادتی نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا میں زیادہ کی جستجو سے بےفکر ہوگیا ہوں۔ دوسرا یہ کہ میں نے جان لیا کہ مجھے ایک تلاش کرنے والا (یعنی موت) ہے۔ جس سے فرار ممکن نہیں۔ لہٰذا میں نے اسکی تیاری کر لی ہے۔ تیسرا یہ کہ نیک اعمال کرتا ہوں۔ اور چوتھا یہ کہ میں نے جان لیا ہے کہ میرا ایک مالک ہے جو میرے تمام احوال سے واقف ہے۔ لہٰذا میں اس سے شرم کرتا ہوں اور ایسے کاموں سے اجتناب کرتا ہوں۔ جن سے اس نے منع کیا ہے۔ کیونکہ بندہ جب یہ جانتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہر وقت دیکھ رہا ہے۔ تو وہ کوئی ایسا کام نہ کرے گا جو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے اسے شرمندگی وندامت سے دوچار کردے۔

(کشف المحجوب سے ماخوذ)

مرسلہ: جمیل احمد کوکب: بھکی

حوض کوثر کا پانی

حضرت عبداللہ بن عمروؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ حوض میری ایک مہینے کی مسافت کا ہے (یعنی بہت وسیع ہے) اور اس کے کونے برابر ہیں۔ (یعنی مربع ہے)

اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور بو اس کی مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اس کے آبخورے مانند آسمان کے ستاروں کے ہیں (یعنی بکثرت ہیں اور ستاروں کی طرح چمکتے ہیں) جو شخص پیئے گا اس میں سے۔ وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ (بخاری۔ مسلم) محمد اشفاق چیمہ گاؤں برج چیمہ

انصاف

مسجد نبویؐ کے ساتھ حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ کا مکان تھا جسکا پرنالہ مسجد نبویؐ کے صحن میں گرتا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ کا دور خلافت آیا تو آپ نے یہ دیکھ کر کہ پرنالے کا پانی مسجد نبویؐ میں گرتا ہے جس سے نمازیوں کے کپڑے خراب ہوتے ہیں، حکم دیا کہ پرنالہ اکھڑوا دیا جائے۔ حضرت عباسؓ نے مدینہ کے قاضی حضرت ابی بن کعب کی عدالت میں حضرت عمر کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا۔ جب دونوں فریق عدالت میں پیش ہوئے تو حضرت عمر نے فرمایا کہ ”میں پرنالہ اکھڑوانے کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں، میں نے یہ اس لئے کیا کہ مسجد میں آنے والوں کے کپڑے خراب نہ ہوں، اور میں نے اپنی سمجھ کے مطابق کوئی ناواجب کام نہیں کیا“۔

اب قاضی صاحب نے حضرت عباسؓ سے پوچھا کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

آپؓ نے کہا کہ جب سے یہ مکان بنا ہے، پرنالہ وہیں رہا اور اس پرنالے کو حضورؐ نے لگوایا۔ حضورؐ نے حکم دیا کہ میرے کندھوں پر کھڑے ہو جاؤ اور پرنالہ لگا دو۔ چنانچہ حضورؐ کے ارشاد کے مطابق میں نے پرنالہ یہاں لگا دیا۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی حضرت ابوبکر کے دور خلافت میں کسی نے اعتراض نہیں کیا مگر عمرؓ نے آکر اسے اکھڑوادیا ہے۔

قاضی نے حضرت عباسؓ سے کہا: ”کیا آپ اپنے دعوے کے ثبوت میں کوئی گواہ پیش کر سکتے ہیں“؟ حضرت عباس گواہ لے آئے جنہوں نے اس بیان کی تائید کر دی۔

یہ سن کر آپؓ آگے بڑھے اور حضرت عباسؓ سے معافی مانگی اور حضرت عمر نے حضرت عباس کو اپنے کندھے پر کھڑا کر کے پرنالہ لگانے کو کہا اور اپنی غلطی کی تلافی کر دی۔

پرنالہ لگانے کے بعد آپؓ نیچے اترے اور فرمایا کہ میں اپنا مکان اللہ کی راہ میں وقف کرتا ہوں۔ آپؓ کو اجازت ہے کہ اسے مسجد نبوی میں شامل کر کے مسجد کو وسیع کر لیں تاکہ نمازیوں کی تکلیف دور ہو جائے اور اللہ میری قربانی قبول فرمائے۔ آمین

آفرین گل ڈیرہ غازی خان

اصل محسن کتاب

”جاہلیت کے زمانے میں، میں نے بہت کچھ پڑھا ہے۔ قدیم وجدید فلسفہ، سائنس، معاشیات، سیاسیات وغیرہ پر اچھی خاصی ایک لائبریری دماغ میں اتار چکا تھا۔ مگر جب آنکھ کھول کر قرآن کو پڑھا تو بخدا یوں محسوس ہوا کہ جو کچھ پڑھا تھا سب ہیچ تھا۔ علم کی جڑ اب ہاتھ آئی ہے۔ کانٹ، ہیگل، نطشے، مارکس، اور دنیا کے تمام بڑے مفکرین مجھے اب بچے نظر آتے ہیں۔ بے چاروں پر ترس آتا ہے کہ ساری عمر جن گتھیوں کو سلجھانے میں الجھتے رہے اور جن مسائل پر بڑی بڑی کتابیں تصنیف کر ڈالیں پھر بھی انہیں حل نہ کر سکے ان کو اس کتاب نے ایک دو فقروں میں حل کر دیا ہے۔ میری اصل محسن کتاب یہی ہے یہ مجھے تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئی اور ایسا چراغ میرے ہاتھ میں دے دیا کہ زندگی کے جس معاملے پر نظر ڈالتا ہوں حقیقت اس طرح برملا دکھائی دیتی ہے کہ گویا اس پر کوئی پردہ نہیں۔ انگریزی میں اس کنجی کو ماسٹر کی (شاہ کلید) کہتے ہیں جس سے ہر قفل کھل جائے سو یہ قرآن میرے لئے شاہ کلید ہے۔ مسائل حیات کے جس قفل پر لگاتا ہوں کھل جاتا ہے۔ اس کا شکر ادا کرنے سے میری زبان عاجز ہے جس نے یہ کتاب بخشی ہے“۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب ”تصریحات“ سے انتخاب آمنہ احمد۔ دھریمہ (سرگودھا)

لاجواب

ایک امیر شراب پی رہا تھا اس کی محفل میں کوئی درویش بھی جا نکلا، امیر آدمی کو شرمندگی مٹانے کا کوئی اور طریقہ نہ سوجھا تو اس نے کہا ”اگر کوئی شخص انگور کھانے کے بعد پانی پی لے اور دھوپ میں بیٹھ جائے تو کیا یہ حرام ہے“؟

درویش نے کہا ”نہیں“

امیر بولا: پھر شراب کیوں حرام ہے؟ جبکہ یہ انگور کا پانی ہے۔ دھوپ میں رکھا ہوا۔

درویش نے جواب دیا: اے امیر اگر میں تیرے سر پر تھوڑی سی مٹی ڈال کر پانی انڈیل دوں تو کیا تیرے کو چوٹ لگے گی؟

امیر نے کہا ”نہیں“

درویش نے کہا: پھر مٹی اور پانی ملا کر اس کی اینٹ بنا کر تیرے سر پر مارنے سے چوٹ نہیں لگنی چاہئے امیر لاجواب ہوگیا۔

حرا خالد۔ خانیوال

پسندیدہ ادا

حضرت ابن عباسؓ راوی ہیں کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے ساری رات ایک باغ سینچا اور اجرت میں تھوڑے سے جو حاصل کیے۔ حضرت فاطمہؓ نے ان کا ایک حصہ لیکر آٹا پیسا اور کھانا تیار کیا۔ عین کھانے کے وقت ایک مسکین نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا "میں بھوکا ہوں" حضرت فاطمہؓ نے وہ سارا کھانا اسے دے دیا۔ پھر باقی اناج کا کچھ حصہ لیکر پیسا۔ اور کھانا پکایا ابھی کھانا پک کر تیار ہی ہوا تھا کہ ایک یتیم نے دروازے پر آ کر دست سوال دراز کیا وہ سب کھانا اسے دے دیا۔ پھر باقی اناج پیسا اور کھانا تیار کیا۔ اتنے میں ایک مشرک قیدی نے اللہ کی راہ میں کھانا مانگا۔ وہ سب کھانا اس کو دے دیا گیا۔ غرض سب اہل خانہ نے اس دن فاقہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادا ایسی پسند آئی کہ اس سارے گھر کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

ترجمہ:۔ اور وہ اللہ کی راہ میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (الدھر)

تذکار صحابیات (طالب ہاشمی) فوزیہ لیسین فیصل آباد

حضرت یوسفؑ نے ملک مصر میں قحط کے زمانے میں غلے کا نہایت اعلیٰ انتظام فرمایا ذخیرہ جمع کر کے لوگوں کو قیمت پر اور محتاجوں کو مفت غلہ دلواتے تھے۔

ایک روز ایک شخص نے آ کر سوال کیا۔ آپؑ نے معمولی قیمت پر غلہ دلوایا تھوڑے عرصے بعد پھر وہ شخص آیا تو آپ نے کچھ اور دلوایا۔ تیسری مرتبہ آیا تو آپ نے فرمایا "اے بندہ خدا تو خیال کر کہ غلہ کی کس قدر گرانی ہے تو دو دفعہ لے چکا ہے اب پھر آ گیا" اس پر اس نے عرض کیا کہ اگر آپ کو میرا حال معلوم ہو جائے تو آپ میرا یہ سوال رد نہ کریں۔

حضرت یوسفؑ نے حال پوچھا تو اس نے کہا "میں وہی لڑکا ہوں جس نے شیر خواری میں آپ کی پاکدامنی کی گواہی دی تھی۔ یوسفؑ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور اس کو کئی من غلہ اور مال نقد انعام دیا۔ اس موقع پر خدائے تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی۔

"اے یوسفؑ جس نے ایک دفعہ تمہاری پاکدامنی کی گواہی دی تھی تم نے اس کو اس قدر نوازا۔ بھلا جو شخص ہر روز ہماری توحید کی گواہی دے ہم اس کو کس قدر نوازیں گے۔ کیونکہ ہم تم سے زیادہ سخی ہیں"

طاہرہ جبین سموٹ راولپنڈی

اقوال اختری

دوسروں کی محرومی اور کمی کو دل کی آنکھ سے دیکھو یہ جلدی پہچان لیتی ہے۔ دوسروں کے دکھ کو محسوس کئے بغیر نیکی اور ہمدردی کا پودا لگ تو جاتا ہے مگر خوش بو دیتا ہے نہ قد آور ہوتا ہے۔

اگر ہم دوسروں کے درد چننے اور مسکراہٹیں ڈھونڈنے نکلیں تو ہمارے اپنے درد کہیں دور کھو جاتے ہیں اور مسکراہٹیں خود بخود ہمارے چہروں پہ سج جاتی ہیں۔

دل ہمیشہ بھرا ہوا نہیں ہوتا کوئی نکڑ، کوئی کونا خالی ہوتا ہے۔ جیسے ٹوٹی سڑکیں پریشانی کا باعث بنتی ہیں اور اگر تھوڑی سی بجری اور تار کول لے کر ان کو بھر دیا جائے تو کتنی آسانی ہوتی ہے۔ یہی حال دل کا ہے خالی نکڑیں ٹوٹی جگہیں نہ خود کو سکھ دیتی ہیں نہ دوسروں کو بس اچھی باتیں اس بجری اور تار کول کی طرح دل کو خوبصورت اور مکمل کر دیتی ہیں۔

آمنہ احمد۔ دھریمہ

ایک اہم نصیحت

مشہور محدث سفیان بن عینیہؒ نے ایک مرتبہ لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میں سے کسی کو اپنے نفس کی کمزوری یا گناہ وغیرہ دعا کرنے سے نہ روکے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے سب سے بڑے نافرمان، شریر و ظالم اور بدبخت ابلیس کی دعا بھی قبول کی ہے جب کہ اس نے کہا تھا۔

"اے میرے رب مجھے قیامت تک مہلت دیدے فرمایا تجھے مہلت مل گئی"

جب ابلیس کی دعا اللہ نے قبول کر لی تو تم میں سے کوئی اتنا برا نہیں کہ وہ ابلیس سے بھی گیا گزرا ہو۔ اس لئے اپنے گناہوں کو دیکھ کر یقیناً اللہ سے ڈرتے رہو۔ لیکن اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو اور اپنی کسی کمزوری یا گناہ کی وجہ سے دعا کرنا نہ چھوڑو۔

صاحبزادہ قاری عبدالباسط کی کتاب "کتاب الدعا" سے اقتباس

بشریٰ مقبول نشتر میڈیکل کالج ملتان

خدا کی حکمت

ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے "کیا اچھا ہوتا چار چیزیں نہ ہوتیں"

☆ زندگی ہوتی......... موت نہ ہوتی

☆ جنت ہوتی......... دوزخ نہ ہوتی

☆ امیری ہوتی......... غریبی نہ ہوتی

☆ تندرستی ہوتی......... بیماری نہ ہوتی

غیب سے آواز آئی کہ:

اگر زندگی ہوتی اور موت نہ ہوتی تو میرا دیدار کیسے نصیب ہوتا؟ جنت ہوتی اور دوزخ نہ ہوتی تو میرے عذاب سے کون ڈرتا؟ امیری ہوتی اور غریبی نہ ہوتی تو میرا شکر کون کرتا؟ تندرستی ہوتی اور بیماری نہ ہوتی تو مجھے یاد کون کرتا۔

جب یہ باتیں حضرت موسیٰؑ نے سنیں تو کہا

"بے شک میرے پروردگار تیرے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے"۔

اللہ ہی اللہ

جب کہا جاتا ہے۔ حضرت تشریف لائیے گا تو کہتے ہیں "انشاء اللہ"

دکھ درد میں پکارے ہیں "ہائے اللہ"

کام شروع کرتے وقت پڑھتے ہیں "بسم اللہ"

تعریف کرتے ہیں تو کہتے ہیں "سبحان اللہ"

پانی پلانے یا کھانا کھلانے پر فرمایا "جزاک اللہ"

بوقت ملاقات کہا "اسلام علیکم ورحمتہ اللہ"

سو کر اٹھے تو کہا "لا الہ الا اللہ"

چھینک آئی تو کہہ دیا "الحمد للہ"

جواب میں کہا "یرحمک اللہ یھدیکم اللہ"

اظہار نفرت پر کہا "لاحول ولاقوۃ الا باللہ"

کام پوچھا تو کہا "توکلت علی اللہ"

معافی مانگیں تو کہیں "استغفر اللہ"

قسم کھانے پر کہیں "واللہ۔ تاللہ"

بوقت نکاح کہیں "امنت باللہ"

کسی سے محبت ہو تو "لحب اللہ"

بوقت رخصت کہیں "فی امان اللہ"

کسی سے مانگیں تو کہیں "واسطے اللہ"

خیرات پر کہا "فی سبیل اللہ"

بزرگ کو کہیں "اہل اللہ یا ولی اللہ"

سخی کو کہیں "محب اللہ"

دعا پر "آمین اللہ"

بزرگ کا نام آنے پر "رحمت اللہ"

اپنا نام لکھیں تو "عفی اللہ"

کسی بات سے پناہ مانگنے پر "نعوذ باللہ"

کسی خوش رو کو دیکھنے پر "تبارک اللہ"

کسی کی خوبی دیکھ کر "ماشاء اللہ"

جھوٹوں پر کہیں "لعنت اللہ"

بادشاہ کو کہیں "ظل اللہ"

غرضیکہ ہر طرف اللہ ہی اللہ

ماخوذ از "مخزن اخلاق"

تالیف:۔ علامہ مولانا رحمت اللہ سبحانی مرحوم

محمد اسعد بشیر ریحان بھاگٹانوالہ

Scanned with CamScanner

ٹیلی ٹونک کالم

پھول کا مقبول عام کالم۔۔۔ جس میں آپ ہر جمعرات اور جمعہ دو بجے سے چار بجے تک
فون نمبر 54-6367551 پر براہ راست ایڈیٹر پھول سے باتیں کر سکتے ہیں'
شکایتیں لگا سکتے ہیں' تبصرے سنا اور مشورے لکھوا سکتے ہیں۔

کئی دن تک اس کا سحر رہا بس ٹیلی فون میں دیر ہوگئی۔ ممامارشا نے تڑپا کے رکھ دیا۔ میں کتنی دیر آنسوؤں سے روتی رہی پھر اداریہ پڑھا تو یوں لگا میرے ہی گھر کی منظر کشی ہے۔ بھائی تین سال بعد کینیڈا سے آئے ہیں۔ ہر لمحے وہاں کا ذکر انہی کی تعریفیں میں نے کہا بابا کینیڈا ٹھیک ہوگا دوسروں کو اچھا دیکھ کر اچھا تو بنا جا سکتا ہے شرمندہ ہو کر ماں تو نہیں بدلی جا سکتی۔ ملک تو نہیں بدلا جا سکتا۔ پڑھ لکھ کر دنیا دیکھ کر رویے بہتر نہ ہوں دوسروں کی سنی سنائی پہ یقین کر کے گھروں کے حالات خراب ہوں تو کیسے کوئی کہے کہ باہر رہ کر زیادہ سمجھ آ گئی ہے۔ ہاں پیسے زیادہ آ گئے ہیں یہ بات الگ ہے۔ مگر زیادہ پیسوں کا تعلق عقل سے، علم سے، اور خوشی سے کب ہے۔ بھیا جی آپ کیسے ہمارے دلوں میں جھانک لیتے ہیں۔ ہمارے مسئلوں کو جان لیتے ہیں سکون ہو جاتا ہے اکثر تو حل مل جاتا ہے۔ یہ روزینہ تھیں سمن آباد سے۔ بھیا پتا ہے میرے سگے انکل نے چند روز پہلے میری سگی بہن کے بارے میں بہت سخت جملے کہے۔ تو میں نے سن کر کہا انکل میں گواہی دیتی ہوں کہ وہ ایسی نہیں ہے اور آپ بھی اتنے سالوں سے اسے جانتے ہیں۔ ایسی باتیں اور اعمال اس سے سرزد نہیں ہوتے آپ خود سوچیں! کیا وہ ایسی ہیں۔ دکھی بہن کو اداریہ پڑھایا میں نے کتنے ہی لوگوں کو پھول کے پیچھے لگا دیا ہے جیسے فائز صاحب کہہ رہے تھے اپنے ٹی وی پروگرام میں کہ پھول والوں نے مجھے اردو پہ لگا دیا ہے اس کا سارا کریڈٹ انہی کا ہے ورنہ میں تو صرف انگریزی کا آدمی تھی۔

روزینہ لاہور کے ایک مشہور گرلز کالج میں اردو پڑھاتی ہیں اور بڑی ہی اچھی روح ہیں۔ گھر کے کاموں، بچوں کو سنبھالنے میاں کو خوش رکھنے کے سارے کاموں کے ساتھ ساتھ اچھی کتابوں اور اچھے لفظوں سے زندگی کا رشتہ کمزور نہیں پڑنے دیتیں۔ روزینہ خوش رہے سلامت رہے۔

0...... میں رابعہ ہوں ڈسکہ سے مجھے اچھا لگتا ہے سچ یہ ہے کہ بہت اچھا لگتا ہے پھول کا اداریہ اور پھول کے آخری صفحات کی زینت بیڈ ٹائم سٹوری ایسا خوب صورت امتزاج کہ سوچ اور غور وفکر سے شمارے کا آغاز ہوا اور محبت بھری سوچ پہ ہی اختتام الحدیث اور کرنیں تو میری جان ہیں۔ اور میں آپ کو بتاؤں کہ گھر میں صرف میں ہی نہیں سبھی گھر والے پھول کے دیوانے ہیں۔ میری کزن عائشہ اور خالہ شائستہ بھی، عائشہ اور شائستہ خالہ کی سالگرہ ہے اسی ماہ پھول کے ساتھ مل کر انہیں "ہیپی برتھ ڈے" کہنا چاہتی ہوں۔ دونوں خوش ہو جائیں گی۔

کیوں نہیں ہم نے رابعہ کی ہم نوائی کی۔ مگر رابعہ بچے دونوں نہیں آپ بھی اور آپ کے گھر والے بھی بہت خوش ہوں گے۔ کیونکہ ہمارا تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ جو لوگ دوسروں کو خوشی دیتے ہیں اور اکثر تو ابھی خوشی دینے کا سوچتے ہیں دی بھی نہیں ہوتی اور انسان زیادہ سے زیادہ دے بھی کیا سکتا ہے تو اسی اچھی سوچ ہی پہ پیارے اللہ پاک اسے ذاتی خوشی اور اطمینان سے یوں بھر دیتے ہیں جیسے "ڈبہ مکھن سے بھرتا ہے اور کجا لسی سے"

0...... میں نوشین ہوں گوجرانوالہ سے پہلی بار فون کیا ہے۔ ہم مسکرائے بابا گوجرانوالہ سے تو خوب فون آتے ہیں آپ نے پہلی بار فون کیا ہے۔ خوش آمدید حالانکہ ہمارا دل تو ویل کم کرنے کو کہہ رہا تھا۔ مگر بعض سمجھدار اور جذباتی ساتھی ناراض ہوتے ہیں کہ انگریزی لفظ کیوں بولتے ہیں۔ انہیں کیا خبر کہ زبانیں اور لفظ انہی کے ہوتے ہیں جو استعمال کرتے ہیں۔ جو انہیں اختیار کر لیتے ہیں عربی اور فارسی کو ایک زمانے تک ہم سے زیادہ اہل مغرب کے دانشوروں نے پڑھا اور اوڑھا نتیجہ یہ ہوا کہ سارا علم اور دانائی انہوں نے اپنی زبانوں میں منتقل کر لی۔ یہ ان کی کامیابی اور ہماری حالت تب سے یہ ہوئی کہ جو کام خود ہمارے کرنے کا تھا علم کے سرمائے کو دوسری زبانوں سے اردو میں منتقل کرتے اس زبان کی شان بھی بڑھاتے اور وقعت اور حیثیت بھی وہ نہ کر سکے۔ اب او کھے ہو ہو کر انگریزی پڑھتے ہیں سیکھتے ہیں اور اتنے سالوں بعد بھی انگریزی میں جمع سرمایہ علم اور دانش تک رسائی نہیں کر پائے۔ ہم زبانوں کا مطالعہ بھی "ونڈو شاپنگ" کرنے والے رویے کی طرح کرتے ہیں۔ گھر آ کر دوستوں میں بیٹھ کر ونڈو شاپنگ کی بنیادی باتیں تو خوب کر لیتے ہیں۔ حالانکہ اندر جا کر اصل کو چھوا تک نہیں ہوتا۔

نوشین کو جنوری کے شمارے کا ٹائیٹل اور سنٹر بے حد پیارے لگے۔ ممامارشا اور اعتراف نے دل میں جگہ پائی وہ بتا رہی تھیں کہ پانچویں جماعت سے پھول پڑھنا شروع کیا تھا اور اب سیکنڈ ائر میں ہوں اسی توجہ اور اسی محبت سے پڑھتی ہوں۔ ہم نے دل میں سوچا وہ ساتھی اپنی ذات اور روح کے ساتھ فی الواقعی بہت دوستی اور محبت کرتے ہیں جو پھول یا اور اچھے رسائل اور کتب سے محبت کرتے ہیں اور پڑھتے ہیں ورنہ تو یہ نظریہ بہت ہے کہ عمر عزیز کے کئی کئی سال گزر جاتے ہیں اور ہمارے ساتھ کے لوگوں نے خصوصاً اساتذہ نے کوئی نئی تحریر کوئی رسالہ کوئی کتاب نہیں پڑھی ہوتی۔ یہ جو زندگیاں باتیں اور اعمال خالی منکی کی طرح سائیں سائیں کرتے ہیں اور پھٹے ڈھول کی طرح آواز کرتے ہیں اس کی سادہ سی وجہ یہ ہے کہ جب ہانڈی میں ڈالو گے کچھ نہیں تو پکے گا کیا اور ذائقہ کدھر سے آنا۔ نہ اپنی رائے بنتی ہے نہ سوچ، نہ خیال بہتر ہوتے ہیں نہ اعمال زندگی عجیب بے روح، بے ذائقہ ہوتی ہے۔ بندہ خود محسوس کرے نہ کرے دوسرے ضرور محسوس کرتے ہیں۔ ہم نے بھی محسوس کیا ہے اور نوشین کا فون انعامی کر دیا۔ مبارک ہو چندا! آپ کا مشورہ بھی عمدہ تھا مان لیا کہ اپنے اپنے سکول یا کالج کے سب سے ذہین عمدہ ساتھی کا انٹرویو اور تصویر دینے کا سلسلہ شروع کریں۔ (اب اپنا پتہ بھجوا کے انعام منگوا لیں)

مشورہ ہمیں پسند آیا اب آپ ساتھی بتائیں کہ اس بچے، بچی، کا (چھٹی سے بارھویں کلاس تک) انتخاب آپ کیسے کریں گے۔ جب انتخاب کر لیا کریں تو وہاں کے تین چار پھول ساتھی جو کارڈ ہولڈر بھی ہوں مل کر اس کا انٹرویو کر لیں تصاویر بنا لیں سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب کو بھی اس میں شامل کر لیا کریں تو بہت بہتر ہے۔

0...... توصیف الیاس نے دہانہ روڈ حویلیاں ضلع ایبٹ آباد سے فون کیا انہیں پھول بہت محبوب ہے اس کی کہانیاں لطائف توصیف کلاس نہم کے طالب علم ہیں۔ کہنے لگے ملک جنید الیاس میرے بھائی ہیں ان کے لئے ایک گانا لکھ لیں "نچ پنجابن نچ" ہم ہنس دیئے توصیف میاں کوئی شعر لکھوایا ہوتا۔ کوئی سلام، کوئی مبارک یہ ٹی وی چینلوں کو دیکھ کر اپنی عادتوں کا خود ہی مار مار کر منہ لال کرنا کیسا ہے؟ پھر یہ گانا تو زنانہ قسم کے اشعار پہ مشتمل ہے آپ کا بھائی اسے سن کر کیسے عمل کر سکتا ہے کیا ناچنے وغیرہ میں ان کا ہاتھ خاصا رواں ہے؟ واللہ اعلم بالصواب دوسروں کے معاملات میں مداخلت تو ایک حد تک ہی ہو سکتی ہے نا۔

میں سعدیہ شاہین ہوں گوجرانوالہ میں ایم اے انگلش کر رہی ہوں۔ پھول سے اس لئے تعلق اور محبت ہے کہ اس میں جدت اور ندرت بہت ہے۔ اس کی کہانیاں thought provoking ہی نہیں practical بھی ہوتی ہیں۔ پھر آپ کے لکھے جملے تو روح تک اثر کرتے ہیں۔ سعدیہ نہیں ہمیں پھول کے 150 شمارے مکمل ہونے پر مبارک باد بھی دی۔ اور پوچھا کہ اس خوشی میں کیا کر رہے ہیں ہم اب بتا رہے ہیں کہ مارچ کا شمارہ انشا اللہ ایک خاص رنگ لیے ہوگا اور یہ آپ ساتھیوں کے مختصر تعارف' تصویروں۔ ان طویل سالوں کی رفاقت میں پھول کے ساتھ جڑی کوئی دلچسپ' مزے دار یاد' کے علاوہ ہر ساتھی پر لازم ہوگا کہ اپنی پسند کے پرانے اداریے' یا بیڈ ٹائم میں سے کوئی جملہ بھی لکھ کر بھیجیں۔ آپ کے پسندیدہ اساتذہ اگر پھول پڑھتے ہوں تو ان کی تصویر اور پھول کے لئے مشورہ' رائے اور کوئی پسندیدہ بات جو ہمارے آپ کیلئے راہنمائی کا باعث ہو تصویروں کو تحریروں کے ساتھ پن اپ کر کے اور تصویر کے پیچھے نام لکھ کر ہمیشہ ارسال کیا کریں۔ بہت بار ہوتا ہے کہ تصویر کاغذ' فارم سے الگ ہو گی تو بے نام ہونے کے باعث کسی کام نہیں آتی۔ کہ کہاں رکھی اور کہاں لگائی جائے۔ یہ بات تو ہمیشہ کیلئے پلے سے باندھ لیں۔

لوزیانہ امریکہ سے عبدالشکور کا خوشی بھرا فون آیا۔ بھیا جی پھول مل گیا۔ میری تو عید ہو گئی۔ انہوں نے تاکید کی کہ جب بھی رسالہ یا خط بھیجیں اس کے پیچھے انگریزی میں اپنا یعنی بھیجنے والے کا پتہ اور ملک کا نام ضرور لکھیں ورنہ امریکی سسٹم میں وہ خط تقسیم نہیں کیا جاتا۔۔۔ شکور میاں نے ہمیں نئے گھر کی مبارک دی۔ ہم نے پہلے اللہ جی کا شکریہ ادا کیا جس نے اس نعمت سے نوازا پھر شکور میاں کا شکریہ ادا کیا۔ اور یہ بھی کہا کہ امریکہ سے مٹھائی بھجوانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آتے آتے خراب ہو جائے گی۔ ہاں پاکستان میں ہوتے تو بات اور تھی پھر بھی اپنے حضرت مجیب ظفر انوار والا کام مت کیجئے گا انہوں نے پہلے تحفہ بھیجا۔ پھر دھمکی کہ ہم نے پوچھا بھیجا کس پتے پر تو معلوم ہوا تحفہ واپس کراچی چلا گیا ہے اب اس کا فون آیا ہے کہ تمہارے لئے بھیجا گیا پرفیوم میرا سالا اٹھا کر لے گیا ہے اور باڈی سپرے بھی۔۔۔ اب ہم انہیں کیا بتاتے کہ "اے دبلے پتلے پروفیسر قسم کے پروفیسر آدمی! یہ سن کر بالکل خوش نہیں ہوئی مجیب محمدی سکول سسٹم سے کسل کیڈٹ اور وہاں سے آغا خاں ایجوکیشن سروسز پہنچ چکے ہیں۔ سنا ہے اس ماہ ان کی آپ بیتی بھی شائع ہوئی ہے۔ پڑھ کر ہی کچھ تبصرہ کریں گے۔ ان دنوں مجیب لکھنے سے زیادہ بولنے اور گفتگو پر آمادہ ہیں۔ اللہ جانے کب سنبھلیں گے۔

گوجرانوالہ سے سمیرا دینار سے بات ہوئی تو ہم نے پوچھا یہ دینار وہی ہے نا درہم و دینار والا۔ انہوں نے اتفاق کیا۔ سمیرا III ایئر میں ہیں اور ہم سوچ میں کہ کبھی جو ہمارے ہاں بھی نام اس طرح کے آنا شروع ہو جائیں۔ محمد یار روپے' رشید پیسہ' سہیل چھوٹا نوٹ' اشرف بڑا نوٹ' امینہ روپیہ پیسہ وغیرہ وغیرہ تو کیسا رہے۔ سمیرا نے ہم سے لاہور کے موسم کا پوچھا جواب دنوں بش کے دل کی طرح سرد ہے۔ اس پر تو عراق پر حملے کے ارادے کی ایسی برف جمی ہے کہ دنیا بھر کے لوگوں کے مظاہروں خود ان کے اپنے ملک کے عوام کی ریلیوں اور مظلوموں کی بددعاؤں سے ابھی تک نہیں پگھلی۔ صدر بش ہماری روایتی بھیڑیے اور میمنے والی کہانی کے اصل بھیڑیے کے سگے بڑے بھائی لگتے ہیں۔ وہی باتیں ویسے ہی دلائل۔ ویسے تو ایک خیال یہ بھی ہے کہ ہر حکمران کے اندر سوتے جاگتے ایک چھوٹے بڑے سائز کا بش جاگتا رہتا ہے۔ جو توجہ کا مارا کوئی نہ کوئی ایسا کام جو دوسروں کو دکھ اور تکلیف دینے والا ہو ضرور' ضرور سوچتا اور سرانجام دیتا رہتا ہے اور بالآخر کچھ عرصے بعد تاریخ کے کباڑ خانے کا حصہ بن جاتا ہے۔

سمیرا نے نئے سال کی مبارک دی اور بتایا کہ انہیں ٹیلی ٹونک کالم میں لکھے ہمارے جملے اچھے لگتے ہیں اور دل سے کتنی ہی دعائیں نکلتی ہیں۔ سمیرا بچے! اللہ جی آپ کو سلامتی کے ساتھ اپنی رحمت اور محبت سے نوازتے رہیں۔ دعائیں دینے والے دل اور ہونٹ دونوں بڑے قیمتی ہوتے ہیں۔

ملتان سے پروفیسر خالد پرویز کا فون ہی نہیں SMS بھی آیا اور ایک پیکٹ بھی۔ خالد پرویز کو ہم نے SMS بھیجا کہ لگتا ہے آپ کسی جن کی طرح محنت کر رہے ہیں۔ ماشاء اللہ ہر مہینے کوئی کتاب آ رہی ہے۔ ان سب کی مبارک پیکٹ سے ان کی نئی کتابیں 1 لفظ لفظ خوشبو 2 (شاہ مدینہ) 100 نعتوں کا انتخاب 3 ایمان افروز اسلامی واقعات نکلیں۔۔۔ ہمارا دل خوش ہو گیا۔ تحفہ اور پھر اچھی کتاب کا۔۔۔ سبحان اللہ جب سے پھولوں کے تحفے دینے کا رواج عام ہوا ہے۔ ہم نے بہت سی گھریلو خواتین کو شادی بیاہوں کے علاوہ بھی منہ بناتے اور منہ چڑھاتے دیکھا ہے کہ پھولوں پر اتنے پیسے خرچ کر دیئے کوئی ڈھنگ کا تحفہ ہی لے آتے۔ یہ خالص دکاندارانہ سوچ ہمارے آس پاس کہیں نہ کہیں ضرور نظر آتی ہے تبھی تو ایک صاحب نے اپنے بیٹے کے مشورہ مانگنے پر کہ وہ اپنے دوست کو تحفے میں کیا چیز دے جو بڑی بھی ہو اور مفید بھی۔ ابا نے سکون سے کہا بیٹے کسی سائیکل کا ٹائر دے دو دور سے نظر آئے گا۔

میں ثریا ہوں۔ I ایئر میں پڑھتی ہوں۔ نہیں نہیں II ایئر۔۔۔ ہم نے کہا ثریا بی بی آپ کو ایک مزے کا واقعہ سناتے ہیں۔ آپ کی بھابی اس کی راوی ہیں کہ کینٹ میں ایک گرلز کالج کی انتظامیہ نے سفید شلوار قمیض کے ساتھ ییلو رنگ کے دوپٹے فرسٹ ایئر کی لڑکیوں کے لئے لازم کر دیئے تو سینئر لڑکیوں نے انہیں فرسٹ ایئر فول کے ساتھ ساتھ ایک اور نام سے نواز دیا۔ جدھر سے گزرتیں آوازیں آتیں کڑی چاول وہ کڑی چاول اتنے مشہور ہوئے کہ بالآخر

کالج والوں کو فرسٹ ایئر کی یونیفارم ہی بدلنی پڑ گئی۔

ثریا کو پھول کی کہانیاں اور اداریے بے حد پسند ہیں۔ ذی شان سید سے بھی بات ہوئی۔ ذی شان القلم میں پڑھاتے ہیں اور اپنے آصف احسان کے دوست ہیں۔ ذی شان نے بتایا کہ اداریہ اس کا فیورٹ ہے اور بیڈ ٹائم تو بہت ہی کمال لگتی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ہم انہیں بہت Impress کرتے ہیں۔ اللہ معاف کرے ہم تو کبھی آپ سے ملے ہی نہیں تو اس قدر بڑا الزام ذی شان کو پھول کی یادگار کہانیوں میں چڑی اور اس کے بعد پھر کی بتا رہے تھے کہ جن دنوں سفرنامہ اک سفر اچھا لگا شائع ہوا تھا تو میں بڑی مشکل سے مہینہ گزارتا تھا۔۔۔ بہت مختلف اور دل کو محبت سے ہم کنار کرنے والی تحریر تھی۔

بھائی پھیرو سے عاصمہ مجید نے اپنی تحریریں شائع ہونے پر خوشی سے زیادہ حیرت کا اظہار کیا۔ ساتھ میں چکوال کالونی میں رہنے والی عروش اور اس کی بہن عروج کو ہیپی برتھ ڈے۔

پھول گرلز کلب پنجاب کی صدر سعدیہ اکرام کا فون آیا چکوال سے ڈاکٹر اکرام بھی ساتھ تھے۔ انہوں نے حال چال پوچھا گھر کے نئے فون نمبر کا بھی پوچھا لیجیے ہم بتائے دیتے ہیں 042-7443178 ہم نے سعدیہ بھابی کو دھمکی دی کہ بڑے دنوں سے آپ کی طرف سے کام کاج کی خبر نہیں آ رہی دیکھ لیں سابق ہونے کی باری نہ آ جائے۔ انہوں نے سفارش کیلئے ڈاکٹر صاحب کو آگے بڑھا دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا میں لاہور آ رہا ہوں آ کر آپ کو سے ملوں گا۔ ان دنوں ڈاکٹر صاحب واقعی لاہور میں ہیں اور مینٹل ہسپتال میں ٹریننگ لے رہے ہیں۔ بہت تھک جائیں تو فریش ہونے کیلئے ہمارے دفتر آ جاتے ہیں اور آ کر بتاتے ہیں کہ چل چل کر پاؤں میں چھالے پڑ گئے ہیں۔ سعدیہ بھابی کو ان کی سالگرہ کی مبارک ہم نے روک لی تھی۔ سوچا تھا کالم میں ہی دیں گے۔ 26 فروری کو ان کا ہیپی برتھ ڈے ہوتا ہے۔

ملتان سے خواجہ مظہر صدیقی کا فون آیا اس مہینے کا سب سے پہلا SMS بھی انہی کا تھا۔ ماہنامہ شعاع کے جنوری کا شمارہ پڑھ کر انہوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ ہم نے وجہ پوچھی تو بولے آپ کی اور بھابی کی تصویر چھپی ہے شادی کی روداد بھی ہے۔ ہم نے گھر آ کر بیگم کو بتایا انہوں نے فوراً شمارہ منگوایا۔ واقعی خبر درست تھی۔ اس سرپرائز پر ہم بھی خوش ہوئے ویسے تو خوشی چھوٹی ہو یا بڑی اس کی دل سے قدر کرنی چاہئے۔ سب اللہ جی کی طرف سے بطور تحفہ آتی ہیں۔

راول پنڈی سے طاہرہ جبین نے نئے سال پر ہم کو بہت اچھی اچھی اور پیار بھری دعائیں دیں۔ وہ اپنی تحریر کے پھول میں شائع ہونے پہ بھی بہت خوش تھیں۔ شعاع میں تصویر دیکھ کر بھی بہت خوش تھیں کہہ رہی ہیں بہت پیاری ہے۔ وضاحت ہم نے بھی نہیں پوچھی۔

رضوان کی شادی شریف پر ایک فون ہم نے ان کو کیا تب وہ سٹیج پر اپنی بیگم کا انتظار کر رہے تھے۔ شادی کے بعد زنیرہ سے بھی بات ہوئی۔ اللہ جی جوڑی سلامتی رکھیں۔ دونوں بہت محبتی ہیں اور پھول کے پرانے ساتھی ہیں دونوں نے ہی سکالرز کالج سے ایم اے انگلش کیا ہے۔

میں مغل پورہ سے صغریٰ بول رہی ہوں وہی جن کے گھر آپ کی دعاؤں سے بھانجا پیدا ہوا ہے۔

صائمہ منیر نے لاء کالج کے ہاسٹل سے فون کیا۔ یہ بی ایس سی میں پڑھتی ہیں بتا رہی تھیں کہ اس بار پھول ہاسٹل کا منگوالیا تھا اور سارا ہی پڑھ ڈالا۔ yes itsme کو کلر کرنے کی سفارش کر رہی تھیں صائمہ دیکھ لیں! ہم نے آپ کی بات فوراً مان لی۔ صائمہ کو افسوس تھا کہ ممامارشا والے پاکستانی لڑکے نے ایسا کیوں کیا کاش بائی برتھ مسلمان ایسا نہ کیا کریں۔ اپنے دین' ملک اور لفظوں کی عزت ہی نہیں حفاظت بھی کیا کریں۔ وہ ممامارشا کے ابراہیم کا پوچھ رہی تھیں۔ ہم نے بتایا کہ اس ظالم نے اپنی شرائط پر یعنی 3 لاکھ لیکر اب ایک ہندوستانی لڑکی سے بھی شادی کر لی ہے جس کی پہلے سے ایک بچی تھی۔ اب اس کے بنک اکاؤنٹ کو درخواتین اپنی محنت سے بھر رہی ہیں۔ مگر وہ بھلا آدمی کب ان کی بے اطمینانی اور دلوں کی ویرانی کو دیکھ رہا ہوگا۔ اسے روز بڑھتے ہوئے پیسوں سے غرض ہے اور وہ پوری ہو رہی ہے۔

یہ معصوم سے آواز سائرہ شفیع کی تھی۔ کبھی سرگودھا ہوا کرتی تھیں۔ اب علامہ اقبال میڈیکل کالج میں ہڈیوں پہ ریسرچ کر رہی ہیں بتانے لگیں جیسا پڑھائی نے پاگل کر رکھا ہے۔

اللہ خیر کرے ہم نے کہا بابا! ایسی بات آہستہ کرتے ہیں۔ کہیں ہاسٹل والوں نے سن لیا تو وہ فوراً مان کر مینٹل ہسپتال والوں سے رابطہ کر لیں گے۔ پھر سو وضاحتیں کرتے رہے وہ مان کے نہیں دیں گے۔

سائرہ نے پھول کئی ماہ کے بعد پڑھا تھا۔ اس لئے زیادہ excited اور خوش تھیں۔ انہیں رابعہ ارم کی اڑان سب سے اچھی لگی پوچھنے لگیں بھیاجی یہ پھول کے ٹائٹل پہ اور اندر کے ہر صفحے پر ہر بار نئے نئے جملے کون لکھتا ہے۔ ہم نے دائیں جانب نگاہ دوڑائی۔ وہاں لگے آئینے میں دو آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔

کومل صدیق نے ڈیرہ اسماعیل خاں سے کہا مجھے اداریہ بہت اچھا لگتا ہے پھول سارا رسالہ ہی بہت اچھا ہے۔

منصورہ ملتان روڈ لاہور سے عشرت (نیم) نے کہا اداریہ بہت اچھا ہے۔ میں دو بار پڑھتی ہوں۔ ہر بار زیادہ مزا آتا ہے۔ بیڈ ٹائم میں اس بار ممامارشا لکھ کر تو دل کو ہلا کر رکھ دیا ہے ایسے ایسے موضوع پر آپ اتنی بہادری سے لکھ ڈالتے ہیں کہ بندہ سوچتا ہی رہ جائے۔ ہماری ٹیچرز بھی بہت اچھی ہیں اور خاص کر مس شاہدہ وہ کہیں چلی گئی ہیں۔ مجھے ان کے جانے کا بے حد افسوس ہے۔ میں نے ان کیلئے دعا بھی کی ہے۔ اللہ جی انہیں خیریت سے اور حفاظت سے رکھیں۔ ہمیں عشرت کی بات بہت اچھی لگی۔ اے پیاری لڑکی! اللہ جی تمہیں بہت خوش رکھیں جو لوگ اپنے اساتذہ کو یوں یاد رکھتے ہیں اور دعاؤں کا رخ ان کی طرف کرتے ہیں ان کو مولا بہت محبوب رکھے گا۔ یہ میرا ماننا ہے۔ عشرت نے چھانگا مانگا میں مقیم اپنی کشور آنٹی کو سلام کہا اور ان سے خط کا جواب بھی مانگا۔ اور ان کی منی سی بچی ڈی ڈی کو پیار کہا۔ یہ ڈی ڈی بھلا کیا نام ہوا۔

چشتیاں سے مقصود صاحب کا فون آیا۔ یہ فاطمہ جناح پبلک سکول طزر روڈ کے پرنسپل ہیں۔ بتا رہے تھے کہ ہم نے پھول کا پروگرام کیا اور جس بچی کو پھول نے وظیفہ دیا ہے اس کو سند دینے کا اہتمام کیا ہے اور جلد ہی ہمارے 25 ممبر بھی ہو جائیں گے ہم پھول کہانی گھر کو خوب موثر اور متحرک بنا کر چشتیاں والوں کے لئے راہنمائی کا باعث بنیں گے۔ مقصود صاحب نے بتایا کہ میں نے پوری معلومات کر لی ہیں کہ کہانی گھر کیلئے 5 بچوں کے کارڈز بنوانے ضروری ہیں اور یہ کہ وہ پھول کو شوق اور محبت سے پڑھتے بھی ہوں۔

فاطمہ جناح میڈیکل کالج سے نرگس III ایئر کا فون آیا کانوں کو پکا کرنے کا نسخہ انہیں بہت لبھایا۔ بتا رہی تھیں کہ انہوں نے اللہ جی سے مدد مانگی اور عرض کی کہ انہیں اس خوبی سے نواز دیں کہ وہ کانوں کی پکی رہیں۔ بتا رہی تھیں کہ معاف کرنے کی خوبی سیکھنے سے آتی ہے۔ اور میں نے یہ سیکھ کر اپنی زندگی آسان بنالی ہے۔ سب سے پہلے میں نے اپنے آپ کو معاف کیا۔ پھر تو زندگی آسان ہو گئی۔ اب ہر بات پر کڑھنے کرنے اور دوسروں کو رگیدنے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ کسی کی غلطی' کمی کوتاہی سامنے بھی آئے تو سچے دل سے معافی دے کر اپنی زندگی آسان کر لیتی ہوں۔

ساہیوال سے مسز سلیم انصاری کا فون آیا۔ بتا رہی تھیں کہ 91ء سے ہم لوگ پھول پڑھ رہے ہیں۔ بچوں نے ہر بار کہا کہ آپ بھی لکھیں مگر میں جھجک میں ہی رہی۔ ہم نے مسز سلیم کے فون کا شکریہ ادا کیا۔ کیوں نہ کرتے کوئی امی بات کرے تو اس کے لفظ بھی برکت اور محبت سے بھرے ہوتے ہیں اور اس سے دعاؤں کی سوغات بن مانگے ملتی ہے۔

عظمت شیخ صاحب کا فون آیا۔ ہمارے ایک مشترکہ دوست حسنین جاوید اچانک فوت ہو گئے۔ عجیب بات تھی کہ ان کے دوستوں نے ان کے گھر والوں سے نہیں ایک دوسرے سے تعزیت کی۔ یہ دل کے معاملے ہیں۔ شیخ صاحب بتا رہے تھے کہ میرے گھر آ کر مجھے زبردستی کندھوں سے پکڑ کر بٹھا دیتے۔ کھانا بناتے۔ ٹیبل پر لگاتے اور مزے سے کھلاتے۔ اس روز برتن کو بھی مجھے ہاتھ نہ لگانے دیتے۔ اکثر تو کچی سبزی اور مرغی ساتھ لے آتے اور پھر آ کر پکاتے۔ شیخ صاحب کی نوٹ بک میں صرف 5 فون نمبر لکھے ہوئے ہیں۔ مسجد شان اسلام' اختر عباس' حسنین جاوید' سرور نقش بندی (ممتاز نعت گو) اور حبیب بنک گلبرگ ...... وہ کہہ رہے تھے اور مجھے کسی سے بات کرنی ہی نہیں ہوتی ...... اور ان پانچ میں سے ہی ایک نمبر کم ہو گیا۔ ہم نے حسنین جاوید کو یوں یاد کیا اور ایک دوسرے کو تسلی دی کہ انشاءاللہ جب ہم وہاں جائیں گے تو استقبال کرنے والوں میں وہ شامل ہوں گے۔ جہاں چار واقف کار زیادہ ہوں زندگی آسان ہو جاتی ہے۔ شیخ صاحب کو یہ بات اچھی لگی ...... وہ ہیں ہی اچھے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر خوش ہو جاتے ہیں۔

بہاول پور سے زاہدہ پروین کا بڑے دنوں بعد فون آیا۔ زاہدہ پہلے کراچی ہوتی تھیں پھر قائداعظم میڈیکل کالج بہاول پور آ گئیں یہاں آ کر پڑھائی کے دوران ہی شادی ہو گئی۔ بتا رہی تھیں کہ ماشاءاللہ بیٹے کی عمر دو سال ہو گئی ہے عبداللہ نام ہے۔ زاہدہ 10 دن پہلے ڈاکٹر بھی ہو گئیں۔ ہمیں یقین ہے کہ زاہدہ نرم دل اور اچھی سی ڈاکٹر ثابت ہوں گی اور ان مریضوں کو تو بالکل نہیں ڈانٹا کریں گے جن بیچاروں پہ سارے ہی رعب ڈالتے ہیں۔ زاہدہ کسی دور میں بہت اچھی کہانیاں لکھا کرتی تھیں۔ بتانے لگیں کہ پڑھائی نے تو لکھنا ہی بھلا دیا۔ ان 5 سالوں میں پھول بھی باقاعدگی سے نہیں پڑھ سکیں۔ اب پھر سے کمر ہمت بندی ہے۔

لاہور سے رابعہ ارم شاہ تھیں۔ شکریہ کہہ رہی تھیں اس بات کا کہ بقول رابعہ کے آپ دنیا میں واحد ہو جنہوں نے مجھے بیمار ہونے پر مبارک دی۔ اور سچی بات یہ ہے کہ اس کے بعد میں نے بیماری کو بہت ہمت اور خوشی سے برداشت کیا۔ ایک بار بھی اللہ جی سے نہ گلہ کیا۔ نہ ہائے وائے بس کچھ لوگوں کے ignore کرنے کے رویے کو برداشت نہیں کر پائی۔ رابعہ افسردہ تھیں بھیا یہ لوگ دکھ' مفلسی اور بیماری میں ساتھ کیوں چھوڑ دیتے ہیں ہم نے پھر کہا رابعہ اس پر بھی شکر کرنا چاہئے۔ پتے خشک ہو جائیں یا بیمار انہیں جھڑ ہی جانا چاہئے۔ درخت کے ساتھ رہیں تو پورے وجود کیلئے بیماری کا باعث بنتے ہیں آنکھوں پر بوجھ الگ سے بنتے ہیں۔ جب جب کوئی دھوکا دے کر' دل توڑ کر چلا جائے۔ شکر ادا کریں کہ ابھی یہ کام ہو گیا ...... سوچو! کبھی وہ ایسا تب کرے جب سہنے کی ہمت نہ ہوتی اور کوئی راستہ نہ ہوتا تو زندگی پر کتنا بوجھ پڑتا۔ وہ دکھ تو سہا بھی نہیں جاتا۔ سو چھوٹے دکھوں پر ہمیشہ شکر کرنا چاہئے اکثر بڑے دکھوں سے نجات مل جاتی ہے جیسے چھوٹی ہونی' بڑی ہونی کو ٹالتی ہے رابعہ نے کہا اب اس بار ممامارشا اداریے سے اچھی تھی۔ بالکل Real واقعہ لگ رہا تھا۔ اچھی کہانیوں کے بارے میں رابعہ کا کہنا تھا کہ قارئین صاف صاف لکھا کریں کہ کیا ربط میں کمی تھی۔ پلاٹ میں جھول تھا یا کمی کی تھی ایسے ہی پسند پر موثر وجہ بھی لکھیں۔ لکھنے والے کو سہولت ہو جاتی ہے۔

وقاص نے مچن آباد سے نئے پھول کو زبردست قرار دیا ممامارشا کو پسند کیا ایسے مسلمانوں کے رویے پر دکھ کا اظہار کیا۔

کراچی سے ڈاکٹر شاہانہ نے ہمیں نوازا کیا۔ نئے شمارے کے پڑھنے کا بتایا اور یہ بھی کہ کچے کانوں والے لوگ بہت ہوتے ہیں اللہ کرے کسی طور کم ہو جائیں۔ ہم نے توقع کا اظہار کیا کہ وہ کم تو شاید نہ ہوں ہاں ہو سکتا ہے پھول پڑھنے والے 80,70 ہزار بچوں میں سے کچے کانوں کے ایکسپرٹ ذرا کم بنیں۔ مگر کیا کریں ایسا کرنے اور بننے میں مزہ بڑا آتا ہے۔

خان بیلہ سے عمران رضا نے نئے سال اور نئے گھر کی مبارک دی اور ساتھ ہی مشورہ دیا کہ دفتر میں اس قدر ڈاک ہوتی ہے کہ بعض اوقات آپ کی فوری توجہ پانے والے خطوط آپ تک بروقت نہیں پہنچ پاتے۔ کیوں نہ آپ انہیں اپنا ایڈریس دے دیں۔ کسی نے مشورہ کرنا ہوتا ہے کسی نے گلہ' کسی نے خصوصی تحریر بھجوانی ہو۔ آپ کی فوری توجہ پانی ہو تو رابطہ فوری ہو جائے۔ آپ جلدی جواب بھی دے سکتے ہیں مشورہ بظاہر اچھا اور معقول تھا۔ ہم نے قبول کر لیا۔ پتہ ہے 20 عثمان سٹریٹ سبزہ زار لاہور۔

فاطمہ جناح میڈیکل سے عائشہ انیس نے کہا کل امتحان ہے صرف دعاء کیلئے فون کیا ہے۔ اللہ جی خیر فرمائیں گے۔

لاہور سے ہی علیزہ کا فون آیا۔ کہہ رہی تھیں اتنے دنوں سے فون انعامی نہیں کیا۔ کراچی سے عبدالصمد مظفر کے فون کو انعامی کرنا چاہئے تھا۔ علیزہ کو ممامارشا اور سائرہ نذیر کی بے پر کی بہت اچھی لگیں۔ اداریہ اور پوسٹر بس ٹھیک تھے۔

اوچ شریف سے نعیم احمد ناز نے بتایا کہ مسجد مکتب سکیم کے تحت بچوں کو پڑھاتا اور خود پھول پڑھتا ہوں۔ نئے سال' نئے پھول کی مبارک دے رہے تھے۔ اداریے کی پسندیدگی کی اطلاع بھی دی اور پھول کے ممبر بننے کی خواہش کا اظہار بھی۔ ہماری کتابوں کا بھی پوچھا۔ ہم نے بتایا کہ مکمل سیٹ جس میں 7 کتابیں ہیں 200 روپے مالیت کا ہے اور ہاف سیٹ 100 روپے کا۔ کری ایٹو بکس کے قیصر جاوید صاحب کے نام 207 کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن منی آرڈر بھجوا کر یا بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک لفافے میں ڈال کر منگوائی جا سکتی ہیں آنے والے سفرنامے "اک سفر اچھا لگا" کیلئے بھی ان کو پیشگی آرڈر بک کروایا جا سکتا ہے۔ وہ بتا رہے تھے کہ ابتدائی مہینوں میں پھول ساتھیوں کو ڈاک خرچ معاف ہوگا۔ ہمیں یہ سن کر خوشی ہوئی کیونکہ کتاب منگوانے پر گورنمنٹ نے 25-30 روپے کا ڈاک خرچ عائد کیا ہوا ہے۔

لاہور سے ضرغام نے ہمیں شاباش دی کہ بچیوں کو کیسے رکھا جائے۔ ان کی دیکھ بھال کیلئے اور راہنمائی کیلئے۔ بیڈ ٹائم میں آپ بہت اچھی راہنمائی دے رہے ہیں۔

Scanned with CamScanner

ہم بھی شعر کہتے ہیں

پھول ساتھیوں کی تخلیقات سے سجا کالم

محمد نوید جان میو

پیارے ساتھیو! دعا ہے کہ آپ اپنے کام اور زندگی سے خوش اور مطمئن ہوں۔ اپنی ذات کے بارے میں سوچنا' اپنی خوبیوں پر اللہ جی کا شکر ادا کرنا اور اپنی خامیوں کو ماننا اور ان کا سدباب کرنا کامیاب انسانوں کا شیوہ رہا ہے۔ مانا کہ یہ کام مشکل ہے لیکن ناممکن تو نہیں ہے نا تو ذرا ر کیئے اور خود سے سوچیئے کہ ہر بڑے کام کی بنیاد سوچ پر ہی رکھی جاتی ہے۔

آپ لوگوں کی شاعری میں نکھار تو پیدا ہوا ہے لیکن ابھی خیالات کی کمی ہے۔ ذرا تخیل کی دنیا کا ویزہ لگوائیں اور وہاں سے کوئی اچھوتا سا خیال لے کر آئیں کہ جس کو پڑھتے ہوئے دوسروں کو بھی اچھا لگے اور آپ کو بھی۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ اچھے اور بڑے شعرا کو پڑھنے کو اپنے اوپر لازم کرلیں۔
یہ رہیں اس ماہ کی منتخب تخلیقات لیکن ہمیشہ کی طرح پہلے میری لکھی ہوئی ایک نظم کیونکہ ہم بھی تو شعر کہتے ہیں۔

آ گہی عذاب ہے
اور اس عذاب میں
جل رہی ہے میری ذات
کس قدر حسین تھی
میری زیست کی سحر
کس قدر اداس ہے
میری زیست کی یہ رات
زندگی کدھر ملے
اور سہارا کون دے
کون ہے کہاں ہے وہ
تھام لے جو میرا ہاتھ
جس طرف بھی جایئے
کھل رہا ہے ایک بھید
جس طرف بھی دیکھیئے
دکھ رہا ہے اک سراب
زندگی
آواز دے
تو تو مجھ کو تھام لے
میرے ساتھ ساتھ چل
کہ تو بھی مستعار ہے
تو میں بھی مستعار ہوں
تو بھی اک سراب ہے
تو میں بھی ایک خواب ہوں
کس قدر عجیب ہیں
خوبیاں اور خامیاں
مشترک سی چیز ہیں
اک تیری اک میری ذات
آ گہی جب آ گئی
مجھ کو یہ سمجھا گئی
شے کوئی بیکار ہو
کتنی ہی ناکارہ ہو
گر ہو مالک کو پسند
اسے چھوڑتا نہیں ہے وہ
اسے توڑتا نہیں ہے وہ
تم بھی تو بیکار ہو
لاچار ہو ناکارہ ہو
تو کیوں نہیں منا لیتے
اپنے رب کو مالک کو
اپنے سب کے خالق کو
اسطرح پا جاؤ گے
زندگی ہی زندگی
آ گہی ہی آ گہی

"ادھورے خواب"

یادوں کی بانہوں میں
سوچوں کی راہوں میں
خوشبوؤں سے ملتے ہوئے
ہواؤں پر چلتے ہوئے
مجھ کو یاد آتا ہے
بارشوں کا وہ موسم
جس میں تھی محبت بھی
جس میں تھی شرارت بھی
جو ہے میرا سرمایہ
جس میں میری عمر کل
جس میں میرا بچپن ہے
بچپنے کے موسم میں
بارشوں کے جنگل میں
بھاگتے چلے جانا
تتلیاں پکڑنے کو
دور تک نکل جانا
تتلیاں لاحاصل ہیں
پکڑ میں نہیں آتیں
جس طرح نہیں ملتی
تکمیل آرزو کی خوشی
اور گم ہو جاتے ہیں
آرزو کی بارش میں
روشنی کے جنگل میں
خواہشوں کی لاحاصل
تتلیاں پکڑنے کو
خواب کچھ انجانے سے
اور پھر ان خوابوں کو
اس سراب جنگل میں
کوئی راہ نہیں ملتی
زندگی کی دلدل میں
خواب گم ہو جاتے ہیں
بچپنے کی وہ خوشیاں
پھر کبھی نہیں ملتیں
یادیں بکھری رہتی ہیں
بارشیں کھو جاتی ہیں
(شمائلہ افضل)

کسی دردمند کے کام آ!
کسی ڈوبتے کو اچھال دے
نگاہ لطف کرم کبھی
کسی کم نصیب پہ ڈال دے
میں اسی خیال سے آج تک
تجھے دل کی بات نہ کہہ سکی
کہ تو رنج و غم سے ہے بے خبر
کہیں مسکرا کے نہ ٹال دے
عاصمہ افضل نارنگ منڈی

"ایک موسم تو یوں بھی آئے گا"

شام ڈھلتے ہی اک اداسی سی
جانے کیوں مجھ کو گھیر لیتی ہے
کیسی وحشت ہے جس سے منہ اپنا
ہر خوشی مجھ سے پھیر لیتی ہے
سارے منظر پھر اک تسلسل سے
میری یادوں میں چلنے لگتے ہیں
سارے دن کے رکے ہوئے
آنسو
خود ہی پلکوں سے ڈھلنے لگتے ہیں
ایسا لگتا ہے چھا گئی ہے خزاں
ہر طرف میری خواہشوں کا
دھواں
کوئی صورت نظر نہیں آتی
کوئی امید بر نہیں آتی
آس لب سے کبھی نہیں جاتی
پر جدائی سہی نہیں جاتی
ترے سپنوں سے یہ بندھن نہ
ٹوٹ پائے گا
ایک موسم تو یوں بھی آئے گا
الطاف حسین مسافر-لاہور

"غزل"

پہلے تو میری ذات پہ پہرہ لگا دیا
پھر اس نے ممکنات پہ پہرہ لگا دیا
صورت رہی نہ کوئی بھی گفت وشنید کی
اس نے مذاکرات پہ پہرہ لگا دیا
ہر ایک سے اسے میں ملاتا ہوں کس لئے
اس نے تو میرے ہاتھ پہ پہرہ لگا دیا
پہلے تو اس نے مجھ سے کہا زندگی ہو تم
پھر میری ہی حیات پہ پہرہ لگا دیا
اس کو یہ خوف تھا کہ خدائی نہ زد پہ ہو
پھر اس نے کائنات پہ پہرہ لگا دیا
اس کا خیال تھا کہ محبت ہے حادثہ
پھر اس نے حادثات پہ پہرہ لگا دیا
سید غضنفر علی' ایم بی ای پنجاب یونیورسٹی لاہور

اک قدم ہے
زندگی
حوصلے کا
اور ہمت کا
ارادے اور جرات کا
علیل پوشاک آرزو
اتار کر
یہ قدم اٹھا دیکھو
کہ منزل تو مردمیداں کے
سنگ ہوا کرتی ہے
عاصمہ مجید رانا۔ بھائی پھیرو

غزل

ڈھل جائے گی کبھی نہ کبھی عمر گریزاں
اوراق زیست کے تو پلٹ کر تو دیکھ لے
ان وادیوں کے قمقموں میں کھو ہی جائے گا
خواہش کے کھنڈروں سے نکل کر تو دیکھ لے
ہم پر فریفتہ کیوں ہوئی ہے یہ بے حسی
اپنوں کے دل میں تو بھی جگہ کر کے دیکھ لے
مدفن ہوئے ہیں جسم کئی خاک کے تلے
اس شہر خموشاں کے سبب تو بھی دیکھ لے
افسردہ مزاجی نہ راس آئے گی کسک
دل میں وفا کے دیپ جلا کر تو دیکھ لے
عمیرہ اصغر۔ صادق آباد

کیا ہیں؟
افسانے اس زندگی کے
ڈرامے اس زندگی کے
شروعات ہوتی ہے رونے سے
اختتام ہوتا ہے رونے پر
کیا تم بدل سکتے ہو دستور دنیا؟
کیا میں بدل سکتی ہوں دستور دنیا؟
ہاں!
محبت کے بیج بو کر
خوشی کے آنسوؤں کا پانی دے کر
زرخیز کر سکتے ہیں دلوں کو
اور پھر
فصل کٹے گی پیار کے میٹھے بولوں سے
تو پھر دوستو
آؤ ابتدا کریں
خود ہی بہار بنیں
اور وہ بھی سدابہار
از سدرہ محمود راولپنڈی

کبھی آنے جانے کو جی چاہتا ہے
کہ پکنک منانے کو جی چاہتا ہے
کوئی ایک روپیہ عنایت کرے تو
چیونگم چبانے کو جی چاہتا ہے
چھپا دیں جو امی مٹھائی کا ڈبہ
تو برفی چرانے کو جی چاہتا ہے
جماعت میں ہو ہر طرف ہو کا عالم
مرا گیت گانے کو جی چاہتا ہے
نہیں لگتا اب دل بھی پڑھنے میں میرا
کہیں بھاگ جانے کو جی چاہتا ہے
فلک پر اگر ہوں گھرے گھرے سے
بادل
تو چھٹی منانے کو جی چاہتا ہے
بڑی بوری ہیں یہ ساری کتابیں
کہانی سنانے کو جی چاہتا ہے
بپھرا جو استاد غصے کے مارے
مرا مسکرانے کو جی چاہتا ہے
حفصہ سحر

کبھی ہم نے سوچا کہ
یہ چھوٹی چھوٹی باتیں
چھوٹی چھوٹی غلطیاں
بیج بوتی ہیں نفرتوں کے
جنم دیتی ہیں دل کی کدورتوں کو
اور یہی باتیں کتنا اثر کرتی ہیں
ہماری زندگیوں پر
کیوں نہ ایسا کریں اب کے ہم
کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو
نظر انداز کریں
دوسروں کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں سے
درگزر کریں
خوشیوں کے چاہتوں کے نئے پھول کھلائیں
اس چار روزہ زندگی کو نفرتوں سے بچائیں
محبتوں کے نئے دیپ جلائیں
اور خوشی سے یہ گنگناتے جائیں کہ
''زندگی زندہ دلی کا نام ہے
مردہ دل کیا خاک جیا کرتے ہیں''
شکیلہ منظور۔ قصور

ہمارا پیٹ

یہ پیٹ ہمارا ہے اسے ہم نے ابھارا ہے
ایک دیگ بھرا کھانا اس میں اتارا ہے
یہ پیٹ یہ پیٹ یہ پیٹ ہمارا ہے
دعوت تو ہماری اب کرتا ہی نہیں کوئی
یہ پیٹ جو خالی ہے بھرتا ہی نہیں کوئی
ایک من کھانے پر کیا خاک گزارا ہے
کھانے سے کبھی ہم تو منہ موڑ نہیں سکتے
ایک من جو مٹھائی ہو وہ چھوڑ نہیں سکتے
یہ پیٹ نہیں اپنا کھانے کا پٹارا ہے
اس پیٹ کے بھرنے پر ہم چل بھی نہیں سکتے
مر جائیں گے کھانے سے پر ٹل بھی نہیں سکتے
ہم عالمی پیٹو ہیں یہی اپنا نعرہ ہے
دس بوری آٹے کی دو دن میں ختم کر دیں
دس بکرے لاؤ تو ایک دن میں ختم کر دیں
بس تھوڑے سے کھانے پر اب اپنا گزارا ہے
یہ پیٹ یہ پیٹ یہ پیٹ ہمارا ہے
نوشین محمود چودھری۔ شکر گڑھ

حکیم محمد سعید کے نام
اس کی زندگی تھی بچوں کے نام
اس کی محبت تھی سب کے لئے عام
جدوجہد تھا جس کی زندگی کا مقصد
کبھی نہ کیا اس نے آرام!!
خود جاگو اور ہر سوئے ہوئے کو جگاؤ
یہی تھا اس کا ہر ایک کو پیغام
کتابوں سے تھی الفت اسے اتنی
بچوں کے لئے کیا ''نونہال ادب'' کا اہتمام
لکھنے والے آئیں گے چلے جائیں گے
بچوں کے دل سے کم نہ ہو گا اس کا احترام
جب بھی ڈالیں گے نظر اس کے کارناموں پر
بلند سے بلند تر ہو گا اس کا مقام
مشورہ تھا اس کا پیام شفا
وہ تھا اک زمانے کا حکیم
ہے دعا یہی ہردم شاہد کی
جنت میں ملے اس کو بلند مقام
رانا محمد شاہد۔ بورے والا

دوستی
دوستی میں انا کیسی
پرانی غلط فہمیوں کو
مٹا کر
دوست کے گلے لگ جاؤ
کہ اس میں تمہاری ہار نہیں
حنا یوسف۔ فیصل آباد

''انتظار''
جب آنکھوں اندر
ہزاروں سپنے
دل کے سارے خواب
اپنے لگنے لگیں
بس
صرف اسی لمحے کا انتظار ہے
(حافظہ رخسانہ اکرم، موسیٰ خیل)

سمندر تیرا وجود
اے سمندر
تیرے سینے میں کتنے راز ہیں
تیری گہرائی میں
بے شمار جو ہر ہیں
یہ سیپیاں
اور ان میں
موتیاں
جن کی چمک آنکھوں کو خیرہ
کرتی ہے
یہ لہریں
خاموش ساحل سے ٹکرا کر
اپنی سرکشی دکھا کر
ہزاروں کو لے ڈوبتی ہیں
یہ ملاح
جو ریت پہ چل کر
اپنی محدود خواہشوں کے ساتھ
تیرے سینے کو چیرتے ہوئے
سفر کرتے ہیں
مگر تو
اے سمندر
تیرا وجود
فقط
بے سمت
منزل
کی تلاش میں ہے
ماہ ناز اسلم۔ تربت

یہی تو ہے زندگی

کردار آپ کی زندگی کا اصل سرمایہ!

فائز حسن سیال

اپنے گزشتہ 10 سالہ پیشہ میں، میں نے بیشمار لوگوں کو اپنے پیشے کی بلندیوں سے زمین پر گرتے دیکھا ہے۔ پہلے مجھے اس بات سے حیرت ہوا کرتی تھی لیکن اب نہیں ہوتی کیونکہ اب میں نے اس کا جواب پالیا ہے۔ یہ ہمارا کردار ہی ہے جو کہ ہمیں بلندیوں پر پہنچنے میں مددگار اور معاون ثابت ہوتا ہے۔ نہیں تو کامیابیوں پر پہنچانے کے بعد ہمارے دن محدود ہی ہوتے ہیں۔ یاد رکھیے! میں اس وقت اصل میں ''حقیقی کامیابی'' کی بات کررہا ہوں نہ کہ صرف دولت کی کامیابی۔ حقیقی کامیابی وہ ہے جس میں خوشی، سکون، عزت اور پیسے ہر چیز کی خودمختاری حاصل ہو۔ یہاں میں دولت بنانے کے مراحل کی بات کررہا ہوں جو کہ بذات خود ایک ذریعہ ہے نہ کہ انجام۔ میں بیشمار ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جنہوں نے پیسہ اپنے کردار کو داؤ پر لگا کر حاصل کیا اور بیشمار دولت حاصل کی۔ ان میں سے کچھ تو عدالت میں corruption پر trial ہوا، یا کچھ مارے گئے، باقیوں میں سے کچھ کی دولت ڈوبنا شروع ہوگئی جو کہ انہوں نے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے کمائی تھی۔ یہ تو تصویر کا ایک رخ ہے، دوسری طرف وہ اپنے خاندان میں اور یہاں تک کہ پورے معاشرے کی نظر میں بے عزت ہوئے۔

کردار کیا ہے؟

آکسفورڈ کی ڈکشنری میں کردار کی تعریف کچھ اس طرح ہے:

(1) ان سب خوبیوں کا مجموعہ جو کہ ایک فرد کو دوسرے فرد سے ممتاز کرتی ہوں۔ (2) اخلاقی قوت (3) اچھی ساکھ

رات کے وقت جب آپ سرخ بتی پر رکتے ہیں اور کوئی پولیس والا وہاں موجود نہیں ہوتا تو آپ کا اصل کردار اور آپ کی ''اصل اندر کی سچائی'' ہے۔ ہم میں سے اکثر سرخ بتی کے اشارے پر نہ رکنے کی وجہ سے بھاری قیمت چکانے کی وجہ سے رک تو جائیں لیکن سرخ بتی کے اشارے پر اس وقت رکنا جب آپ کے اردگرد کوئی نہ ہو یقیناً ایک مختلف چیز ہے، اور یہ فرق ہی تو آپکا کردار ہے۔ لوگ ہمارے بارے میں جو رائے رکھتے ہیں وہ غلط بھی ہوسکتی ہے لیکن ہم اندر سے کیا ہیں وہ ہمیں ہی پتہ ہے اور جو کہ سچ ہے اور وہ کبھی بدل نہیں سکتا۔ ہمارا اصل ہمارے اندر پنہاں ہے۔ 90% جو کہ ہم اندر سے ہیں ہماری اصل سچائی ہے۔ ذرا سوچیں! کیا آپ کوئی ایسی چیز خریدیں گے

جس کی صرف packing اچھی ہو۔ یقیناً نہیں، ہاں اگر آپ ایسی چیز خرید بھی لیتے ہیں تو اس کی اصلیت پتہ چلنے کے بعد یا تو آپ اسے دکاندار کو واپس کردیں گے یا پھر دوبارہ کبھی اس دکان پر وہ چیز خریدنے نہیں جائیں گے۔

ہماری اپنی ذات بھی کچھ ایسے ہی ہے۔ ہمارا جسم ہماری paking ہے اور اس کی اصل حقیقت اور سچائی ہمارے جسم کے اندر ہے۔ جب تک آپ اصل اور مضبوط کردار کی قوت کے ساتھ زندگی نہیں گزارتے اب یا بدیر لوگ آپ کی اصلیت جان جائیں گے اور آپ کا اصل چہرہ عیاں ہوجائے گا۔

صحیح اور غلط میں فرق

آپ جانتے ہیں کہ کیا ہوتا ہے جب ہماری اقدار ہی ہمارے اصول بن جائیں۔ جی ہاں۔ جی ہاں، میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ آپ اپنی اقدار کو پورا نہ کریں۔ بلکہ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ اپنی اقدار کے تقاضوں کو پورا کرنا اچھا عمل ہے۔ اس وقت تک جب تک یہ آپ کو بنیادی اصولوں یا قوانین قدرت سے دور نہ لے جائے بلکہ میں ان بنیادی اصولوں کو آفاقی اصول کہوں گا۔ اگر ہم اپنے کردار کو داؤ پر لگا کر ایک کام کسی ایک کیلئے اور دوسرا کام کسی دوسرے کیلئے کرنا شروع کردیں گے یا اپنے اصولوں اور اخلاقیات کو ایک طرف رکھ دیں گے تو پھر ہم خود کیا ہیں؟

دراصل ہم اچھے اور برے اور صحیح اور غلط میں تمیز کرنا چھوڑ چکے ہیں۔ ہم میں سے اکثر وہ کچھ کرتے ہیں جو ہم پسند کرتے ہیں۔ اور وہ کچھ نہیں کرتے جو ہمیں ناپسند ہے۔ ہم وہ چیزیں کرتے ہیں جو کہ اپنے لئے اچھی سمجھتے ہیں اور ان چیزوں سے دور رہتے ہیں جنہیں ہم اپنے لئے برا سمجھتے ہیں۔ لیکن میرے دوست! زندگی اچھائیوں اور برائیوں پر مبنی نہیں ہونی چاہئے۔ یاد رکھیے! میری پسند وہ چیزیں ہیں جن کو میں اچھا سمجھتا ہوں جو کہ اصل میں میری اپنی ذاتی اقدار پر مبنی ہوتی ہیں۔ جبکہ ''صحیح'' کا اندازہ آفاقی اصولوں پر مبنی ہوتا ہے۔ ایسے لوگ جنہوں نے اپنی زندگی میں بے پناہ کامیابیاں حاصل کیں ان کی زندگیاں ان آفاقی اصولوں سے حاصل کردہ رہنمائی کا مظہر ہیں نہ کہ ان کی ذاتی اقدار پر مبنی۔ وہ اپنی ذاتی اقدار کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے سب کچھ کرتے ہیں اس وقت تک جب تک ان کے کام اور آفاقی اصولوں کے درمیان اختلاف نہیں ہوتا لیکن جب انہیں یہ اختلاف نظر آتا ہے تو ان کا اولین انتخاب ہمیشہ اصول ہی ہوتے ہیں یعنی کہ صحیح کیا ہے پھر انہوں نے صحیح کام کرنے کا انتخاب کیا نہ کہ اس کا جس کا کرنا انہیں اچھا لگا۔ یا پھر انہوں نے اچھا سمجھا۔

آفاقی اصول، ہدایت اور رہنمائی کا اصل سرچشمہ!

اپنے بیوی، بچوں، اپنے والدین اور دوسرے افراد کی اچھی طرح دیکھ بھال کرنے کیلئے پیسہ ضرور بنائیے لیکن اس وقت تک جب تک یہ آپ کو ایسا کام کرنے پر مجبور نہ کرے جو کہ قوانین قدرت یا آفاقی اصولوں کے خلاف ہو۔ یہ آفاقی اصول کیا ہیں، آئیے دیکھتے ہیں۔ ہم میں سے ہر کوئی یہ چاہتا ہے کہ جب وہ اس دنیا سے جائے تو لوگ اس کے بارے میں اچھے تاثرات رکھیں مثلاً:

(1) کتنا نیک بندہ تھا۔ (2) اصول پر قائم رہنے والا تھا۔
(3) بہت باکردار شخص تھا۔ (4) کتنا سچا اور ایماندار تھا وغیرہ وغیرہ۔

یقیناً یہی سب کچھ ہم میں سے ہر کوئی اپنے مرنے کے بعد اپنے بارے میں سننا چاہئے گا، چاہے ہم کسی بھی مذہب، عقیدے، نسل یا ذات سے تعلق رکھتے ہوں۔ آپ کو پتہ ہے کیوں؟ کیونکہ یہی اصل میں آفاقی اصول ہیں وہ اصول جو ایک انسان کو دوسرے انسان سے ممتاز کرتے ہیں۔ ہم سب یہ جانتے ہوئے بھی ان کو follow نہیں کرتے اور اپنے چھوٹے چھوٹے سے ذاتی مفادات کیلئے ان کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ آخر ہمیں ایک ہی جتنی قبر جس کا سائز 7x4x2 فٹ میں جانا ہے۔ چلئے دیکھیں ہم اپنے ساتھ اس میں کیا لے جارہے ہیں۔ اس چھوٹی چھوٹی سی جگہ میں corruption، جھوٹ فراڈ، دھوکہ بازی یا پھر سچائی، دیانتداری اور اپنا مضبوط

کردار۔ یہ انتخاب سراسر آپکا ہے۔

اپنے اعمال کے صرف آپ ہی ذمہ دار ہیں

یاد رکھیے! اپنے ہر عمل کے صرف اور صرف آپ ہی ذمہ دار ہیں۔ لہٰذا اپنی ذمہ داری قبول کیجئے۔ کامیاب لوگ ہمیشہ اپنے حقوق کی نسبت اپنے فرائض کی انجام دہی کے بارے میں زیادہ باشعور رہتے ہیں۔ میں ایسے بیشمار لوگوں کو جانتا ہوں جو کہ ٹیکس نہیں دیتے اور بجلی چوری کرتے ہیں اپنے اس عمل کا جواز یہ پیش کرتے ہیں کہ دوسرے بھی ایسا ہی کر رہے ہیں۔

اپنے اعمال کے ہم خود ذمہ دار ہیں اور ان لوگوں کے اعمال کے ذمہ دار ہیں جن کا انحصار ہم پر ہے' نہ کہ پوری دنیا کے۔ ہمارے خالق نے ہمیں انتخاب کرنے کی صلاحیت دی ہے' لہٰذا ہمیں اپنے لئے یہ انتخاب کرنا ہے کہ صحیح کیا ہے اور پھر اسے کر دکھانا ہے۔ ہم اپنے اعمال اور کاموں کے جوابدہ ہیں۔ اچھا یا برا ہماری وجہ ہی سے ہے۔ ہمیں وہ کچھ کرنا چاہئے جو کہ صحیح ہے۔ لوگ کیا کرتے ہیں' لوگوں کا کرنا نہ کرنا ہمارا جواز نہیں ہونا چاہئے وہ جو کرتے ہیں ان کی مرضی ہے اور جو ہم کریں گے یقیناً ہمارا اپنا انتخاب ہے۔ یاد رکھیں ہمارے ہر عمل کی ایک قیمت ہے جو کہ ہمیں چکانی ہے۔ یہ قیمت آپ کو اب چکانی ہے یا پھر میں دوگنی یا کسی اور صورت میں یہ آپ کا اپنا انتخاب ہے' یہ آپ کی مرضی ہے۔ یہ بہتر ہے کہ آپ اپنے طریقے سے جئیں اور لوگوں کو یہ حق نہ دیں کہ وہ آپ کو کنٹرول کریں۔ یاد رکھیئے آپ کا کردار اور آپ کے اعمال صرف یہی آپ کا حقیقی ساتھی اور سرمایہ ہیں' یہاں اس دنیا' میں 7x4x2 فٹ کی قبر میں اور آنے والی دنیا میں۔ اگر آپ واقعی یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ کتنے کامیاب شخص ہیں تو اپنے آپ سے مندرجہ ذیل سوالات پوچھیں۔

(1) کیا آپ سڑکوں اور کہیں پر بھی باکردار ہیں؟
(2) کیا آپ ٹریفک کے قوانین کی پابندی کرتے ہیں۔؟
(3) کیا آپ ملکی قوانین کی پاسداری کرتے ہیں؟
(4) کیا آپ مسافروں' زیادہ عمر کے لوگوں' خواتین اور بچوں کو رستہ دیتے ہیں؟
(5) کیا آپ کال بیک کرتے ہیں جب آپ نے ایسا کرنے کا وعدہ کیا ہو؟
(6) کیا آپ اپنے بچوں یا سیکرٹری سے یہ کہتے ہیں میں گھر یا آفس میں نہیں ہوں اور حقیقت میں آپ موجود ہوں؟
(7) کیا آپ میں اپنی غلطیوں کا اعتراف اور ان کے نتائج کا مقابلہ کرنے کی جرات ہے؟
(8) کیا آپ اپنی غلطیوں کی معافی مانگتے ہیں؟
(9) کیا آپ emergency کی گاڑیوں کو رستہ دیتے ہیں؟
(10) کیا آپ کوڑا اور پانی باہر گلیوں میں پھینک دیتے ہیں؟
(11) کیا آپ کے اردگرد کچھ ایسے حالات ہیں جو کہ آپ کو کچھ ایسا کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں جو آپ جانتے ہیں کہ وہ غلط ہیں؟
(12) کیا آپ ٹیکس ادا کرتے ہیں؟
(13) کیا آپ دوسروں کے حقوق کی حفاظت کرتے ہیں؟
(14) کیا آپ اپنے utility bills بروقت ادا کرتے ہیں؟
(15) کیا آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں چاہے اس کی آپ کو کتنی قیمت ہی کیوں نہ اٹھانی پڑے؟
(16) کیا آپ قرض بروقت ادا کر دیتے ہیں؟
(17) جب آپ اس دنیا میں نہیں رہیں گے تو لوگ آپ کے متعلق کیا کہیں گے؟

ان سوالات کے جوابات آپ کو یہ بتائیں گے کہ آپ کس قسم کے شخص ہیں۔ یاد رکھیئے کہ اصل میں آپ یہی ہیں چاہے لوگ آپ کو کچھ بھی کہیں۔ اپنی مرضی سے زندگی گزاریئے۔ کیونکہ آج آپ جو کچھ بھی ہیں یہ آپ کی اپنی مرضی اور انتخاب کا نتیجہ ہے اور آپ کو وہی کچھ کاٹنا ہے جو کہ آپ کے ہاتھوں نے بویا ہے۔ لہٰذا ہمیشہ باکردار زندگی بسر کیجئے۔

نئی زندگی کا آغاز کیجئے

روزانہ کے یہ lessons آپ کو آپ کی زندگی کی حقیقتوں اور سچائیوں سے آگاہ کریں گے۔ جس طرح اچھی خوشبو اپنے ماخذ کا پتہ دیتی ہے بالکل اسی طرح یہ lessons آپ کو قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ کی تعلیمات کی یاد دہانی کرائیں گے۔ اگر آپ lessons سے زیادہ سے زیادہ سیکھنا چاہتے ہیں تو ان کی صرف ورق گردانی مت کیجئے بلکہ ان کو پڑھ کر ان کے معانی کو بار بار سمجھئے۔ اس کام کیلئے دن میں ایک ایسا وقت منتخب کریں جب آپ تنہا ہوں تا کہ آپ ان پر غور فکر کر سکیں۔ ایک سبق پر کم از کم تیس منٹ لگائیں اور اسے اپنی زندگی میں شامل کرتے چلے جائیں۔ ایک سال بعد یقیناً آپ کی زندگی بدل چکی ہوگی۔

پہلا دن

ہمیں جان لینا چاہئے کہ زندگی مشکل ہے' اگر ہم اس حقیقت کو جان لیں تو پھر اس میں مزید کوئی مشکل نہیں رہتی۔

کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کے صرف اس دعوے پر کہ ہم ایمان لائے ہیں ہم انہیں بغیر آزمائے ہوئے ہی چھوڑ دیں گے؟ ان سے اگلوں کو بھی ہم نے خوب جانچا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں بھی جان لے گا جو سچ کہتے ہیں اور انہیں بھی معلوم کرلے گا جو جھوٹے ہیں۔ (العنکبوت: 2.3)

دوسرا دن

مسئلہ یہ ہے کہ جو ہم بوتے ہیں اس کا بالکل برعکس کاٹنا چاہتے ہیں ہم وہی کچھ کاٹیں گے جو کہ بوئیں گے۔

جو نیکی کرے گا وہ اپنے ذاتی بھلے کیلئے اور جو برائی کرے گا اس کا وبال اسی پر ہے' پھر تم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (الجاثیہ: 15)

تیسرا دن

الزام تراشی اور شکایت کی روش کو ترک کر دیں۔ اپنے آپ کو اس مقام تک لے جائیے جہاں آپ اپنے آپ کے سوا کسی اور کو الزام نہ دیں۔

کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ (النجم: 38)

چوتھا دن

خود کو تمام اچھائیوں خوبیوں' خامیوں' جسامت اور خصوصیات کے اعتبار سے مکمل طور پر قبول کیجئے۔

اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا اور ایک کا دوسرے پر رتبہ بڑھایا تا کہ تم کو آزمائے ان چیزوں میں جو تم کو دی ہیں۔ بالیقین آپ کا رب جلد سزا دینے والا ہے اور بالیقین وہ واقعی بڑی مغفرت کرنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔ (الانعام: 165)

پانچواں دن

اپنے اعمال اور فیصلوں کی مکمل ذمہ داری قبول کیجئے۔

ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں گروی ہے۔ (المدثر: 38)

چھٹا دن

جن چیزوں پر آپ کو اختیار نہیں ان کے بارے میں پریشان ہونے کی بجائے ان چیزوں پر اپنی توجہ مبذول کریں جو آپ کے اختیار میں ہیں۔

جو کوئی جہالت سے برے عمل کرلے پھر توبہ کرلے اور اصلاح بھی کرلے تو آپ ﷺ کا رب بلاشک وشبہ بڑی بخشش کرنے والا اور نہایت ہی مہربان ہے۔ (النحل 119)

آٹھواں دن

اس حقیقت کو جانیئے کہ آپ کو اشرف المخلوقات پیدا کیا گیا ہے اور اللہ نے خود آپ میں (اپنی) روح پھونکی ہے۔

اور جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک انسان کو خمیر کی ہوئی کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں۔ تو جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کیلئے سجدے میں گر پڑنا۔ (الحجر: 2829)

ایڈیٹری ایک دن کی

عائشہ صدیقہ گلشن راوی لاہور

گزشتہ سال حمید نظامی ہال میں 3 جون 2002ء کو ہمارے سکول کا پھول سکول شو ہوا۔ اور اس شو میں اچھی پرفارمنس دینے پر ایڈیٹر بھیا نے ہم چار لڑکیوں کو ''ایک دن کی ایڈیٹری'' بطور انعام دینے کا اعلان کیا تھا۔ اس دن سے آج تک ہم تو انتظار ہی کر رہے تھے کہ کب ہمیں بلائیں اور کب ہم جائیں۔ آخر 2 جنوری 2002ء کو ہمیں یہ نوید مسرت سنائی گئی کہ 9 جنوری کو آپ نے ایڈیٹری کیلئے آنا ہے۔

اور پھر وہ دن بھی آ پہنچا جب ہم پھول دفتر کی طرف رواں دواں تھے۔ وہاں پہنچے تو نوید بھائی اور منظر وحید صاحب نے ہمارا استقبال کیا اور ہمیں چائے پلائی۔ پھر ہم کو ''کام'' دے دیا گیا۔ اقراء اور سنعیہ نے ڈاک کھولی

اور سنعیہ کے ہاتھ سے خطوط کا بنڈل نیچے گر گیا

اور میں نے اور مدیحہ نے ان کہانیوں اور کالموں کی غلطیاں درست کیں جو نئے شمارے میں آنی ہیں۔ اتنی زیادہ ڈاک میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ پورا ٹیبل خطوں سے بھرا پڑا تھا۔ اقراء اور سنعیہ بڑی تندہی سے اپنے کام میں مشغول تھیں۔ پھر بھیا جی آ گئے۔ علیک سلیک کے بعد تعارف شروع ہوا۔ ہم نے باری باری تفصیلاً اپنا تعارف کرایا۔ باتیں بھی ہو رہی تھیں اور ساتھ ساتھ کام بھی ہو رہا تھا۔ میں اور مدیحہ تو بڑے آرام سے اپنے کام میں مصروف تھے مگر اقراء اور سنعیہ اتنی زیادہ ڈاک دیکھ کر پریشان سی ہو گئیں۔ اچانک سنعیہ کا ہاتھ خطوں کے ایک بنڈل پر لگا اور سارے خط نیچے گر گئے۔ بجائے شرمندہ ہونے کے ہم سارے ہنسنے لگے (شاید یہ شرمندگی کی ہنسی ہی کی تھی) تھوڑی دیر بعد میں نے اور مدیحہ نے اپنا کام ختم کیا تو دل میں سوچا ''بس اتنا سا کام کرنا تھا'' یہ سوچنے کی دیر تھی کہ نوید بھائی

انعام میں ملی ایڈیٹری۔۔۔ ہمیں تو دن گزرنے کا پتہ ہی نہ چلا

''مزید'' کام دے گئے جسے ہم نے خوشی خوشی کرنا شروع کر دیا۔ پھر کھانے کا وقت ہوا تو بھیا جی نے ہماری فرمائش کے مطابق کھانا منگوالیا۔ چاول تھے اور سالن بھی کھانا کھانا شروع کیا تو یہ یاد ہی نہیں رہا کہ پہلے ساتھ بیٹھے دوسروں کو بھی تو دعوت دیتے ہیں۔ کتنے ''بے مروت'' اور ''نامعقول'' ہیں۔ ہم اس کا اندازہ تب ہوا جب کھانا کھا چکے تو بھیا نے دھیرے سے کہا بیٹا میزبانوں سے بھی پوچھ لیتے ہیں۔ ہمارا تو یہ عالم کہ کاٹو تو بدن میں جان نہیں انہوں نے تسلی دی کہ چلیں کوئی بات نہیں۔ زندگی میں اچھی عادتیں یاد رکھنی چاہئیں۔ کھانے کے بعد پھر سے ہم کام میں زور و شور سے مصروف ہو گئے۔ کام کے دوران بھیا جی نے ہم سے کئی سوال کئے اور ہم جواب دیتے رہے وہ مہمانوں ٹیلی فونوں اور کاموں میں سرتاپا مصروف تھے ایسا لگ رہا تھا جیسے ہم کئی بار ان سے مل چکے ہوں۔ کوئی اجنبیت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ پھر بھیا جی نے ہم سے کتابوں کے بارے میں پسندیدگی کا پوچھا تو ہم چاروں نے باری باری اپنی پسند کے بارے میں بتایا۔ اسی مناسبت سے بھیا نے ہمیں خوبصورت گفٹس دیئے۔ ایک نے تاریخ پہ، دوسری نے تصوف پہ، تیسری نے کہانیوں پر اور چوتھی نے معلومات پر کتابیں پائیں۔ ہم نے کام ختم کیا تو پانچ بج گئے تھے۔ بھیا جی نے ہمارے سکول کے ایک صاحب کے ذمے لگایا تھا کہ گھر جا کر بچوں کو بھول نہ جائیے گا وقت پہ آ کر لے جائیے گا۔ وہ وقت پہ آ گئے۔ دفتر سے باہر آئے تو خوشی اس بات کی تھی کہ پھول کے دفتر میں ایڈیٹری اور غم اس بات کا کہ اتنی جلدی وقت گزر گیا۔ آخر میں میں بھیا جی کا بہت بہت شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے ہمیں بلایا اور ایڈیٹری کا موقع دیا اور سب سے بڑھ کر آپ کے گفٹس کا بہت شکریہ۔ جو خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ خلوص اور محبت سے بھرے ہوئے تھے۔ یہ دن شاید ہم ساری زندگی نہ بھلا سکیں۔

کھانے کے بعد خیال آیا کہ آس پاس بیٹھے مہمانوں کو بھی ''صلاح مارنی'' چاہیے تھی

احمد پور شرقیہ میں پھول کہانی گھر کا افتتاح

رپورٹ واہتمام: محمد سیف اللہ عارف۔ تعاون: حاجی محمد ارشد مدینہ ٹیلرنگ میٹریل سنٹر۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز اللہ تعالیٰ کے پاک کلام سے ہوا۔ جس کی سعادت حافظ فرحان شہزاد نے حاصل کی۔ نعت رسول مقبولؐ عمران نواز نے پڑھی۔ سب سے پہلے صدر محفل محمد ندیم نواز خان نے دوستو اور مہمانوں کو نئے سال کی مبارکباد دی اور پروگرام میں شرکت کرنے کا شکریہ ادا کیا۔ بعدازاں چھوٹی بچیوں نے ویلکم کے طور پر ایک ٹیبلو پیش کیا اور ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ ندیم نواز خان نے پھول کہانی گھر کے اغراض و مقاصد بتائے اور ایڈیٹر بھیا سے ملی ہوئی ڈانٹ ڈپٹ سے بھی حاضرین کو آگاہ کیا اور سب سے وعدہ لیا کہ انشاء اللہ اس سال تحصیل احمد پور شرقیہ میں جتنے بھی ہو سکے کہانی گھر قائم کریں گے اور پھول کیلئے ممبر بھی زیادہ سے زیادہ بنائیں گے۔ اس کے بعد کہانی گھر نمبر ایک کے لئے محمد فیصل کو صدر منتخب کیا گیا۔ عابد کریم گمناز نے کہانی سنائی اور داد وصول کی۔ ان کے بعد کہانیوں کا سلسلہ شروع ہوا جو کہ تین گھنٹے جاری رہا۔ محمد یوسف عرف چھوٹو بھائی نے کہانی سنا کر پورے ہال کو ہنسنے پر مجبور کر دیا۔ محفل میں شریک چھوٹے بچوں اور بچیوں نے کہانیاں اور لطیفے سنائے اور تحفہ کے طور پر پھول کے شمارے اور معلوماتی کتابچے لے گئے۔ آخر میں صدر محفل نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ کہانی گھر میں پھول کلب ضلع بہاولپور کے صدر حافظ محمد شہزاد قاسم اور محمد احسن صدر پھول کلب نوروالہ نے شرکت کرکے پروگرام کو شاندار بنایا اور پروگرام کی تعریف کی۔

••••••••••••••••••••••••••••••••

لیہ میں پانچواں کہانی گھر

رپورٹ: شعیب رضا، محمد عمر مزمل صدر الدین اہتمام: علی اویس، شیزر علی، حماد علی، محمد عمار کمپیئرنگ: اسامہ اشرف

کافی عرصہ بعد پانچواں پھول کہانی گھر عمران علی خان کے گھر منعقد کیا گیا۔ تلاوت کلام پاک کی سعادت عزیز رزاق نے حاصل کی۔ فہد اشرف نے نعت پڑھی۔ اس کے بعد کہانیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ زین بن تنویر نے دلچسپ کہانی (آزاد فضا) سنائی۔ ثاقب بشیر نے ایک سبق آموز کہانی (آلودگی) رحمٰن طارق نے ایک مزاحیہ کہانی ”بلی کی خالہ“ سنائی۔ فہد اشرف نے نظم سنائی جسے بہت پسند کیا گیا۔ عزیز رزاق نے ایک تاریخی کہانی سنائی اور داد وصول کی۔ اس کے بعد ایک مقابلہ کھانے کا ہوا۔ تمام شرکا کو اس مقابلے میں شامل کیا گیا اور مالٹے کھانے کے لئے دیئے گئے۔ یہ مقابلہ حماس ارشد، عمیر رزاق اور وقاص اشرف کے درمیان برابر رہا لہٰذا تینوں کو انعام کا حقدار قرار دیا گیا۔ عثمان رزاق راہی نے شرکا کو کہانی گھر کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کیا۔

••••••••••••••••••••••••••••••••

نارووال میں پھول کہانی گھر

رپورٹ: عاصمہ طارق اہتمام: حارث بٹ، علی بٹ کمپیئرنگ: حنا بٹ، عاصمہ بٹ۔ پھول کہانی گھر کا پروگرام عاصمہ طارق کے گھر منعقد ہوا۔ باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ جس کی سعادت نور نے حاصل کی۔ نعت پڑھنے کا شرف بریعہ نے حاصل کیا۔ پہلی کہانی علی نے ”پاک پری“ سنائی۔ اقصیٰ نے کہانی ”آخری ٹرین“ سنائی۔ عائشہ نے کہانی ”چالاک بلی“ حارث بٹ نے ”غرور اللہ کو پسند نہیں“ کہانی سنائی جسے بہت پسند کیا گیا۔ عاصمہ طارق صدر پھول کہانی گھر نے کہانی گھر کے مقاصد سے آگاہ کیا۔ اس دوران بچوں کے درمیان کوئز کا مقابلہ ہوا جس میں علینا، تحریم، سندس، فاطمہ، عاصمہ، رقیہ نے شرکت کی اور بچوں نے بہت ذہانت کا مظاہرہ کیا۔ علی نے کہانی ”پری“ سنائی جس سے سب بچے بہت لطف اندوز ہوئے۔ اس کہانی گھر میں کچھ ایسے بچے بھی تھے جو بولنے کے لئے بالکل تیار نہیں تھے بس شرمائے جا رہے تھے اور ایک دوسرے کا منہ دیکھے جا رہے تھے اور حیرت میں تھے کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ بڑی مشکل سے بچوں کو راضی کیا پھر کہیں جا کر وہ کہانیاں سنانے پر تیار ہوئے۔ حنا نے کہانی ”امتحان کی تیاری“ سنائی وقفے کے دوران سب کی تواضع کی گئی۔ تقریباً آدھ گھنٹے کے بعد پروگرام دوبارہ شروع ہوا تو بچوں کے درمیان تقریری مقابلہ شروع ہوا جس میں تنزیلہ اور یاسمین نے شرکت کی۔ عنوان تھا ”خواتین کے حقوق“ اس کے بعد پھر کہانیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ خرم صادق بٹ نے کہانی ”دو بھائی“ وجیہہ نے ”لڑاکی چڑیل“ سنائی جسے سن کر کچھ بچے خوف سے کانپنے لگے۔ حارث، مونا، ہادیہ، زویا اور حیدر نے اچھی اچھی نظمیں اور کہانیاں سنائیں۔ پھول کہانی گھر کی مہمان خصوصی عاصمہ طارق صدر پھول کہانی گھر کی والدہ محترمہ نے بچوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا کہ پھول رسالہ بچوں کو علم کی اہمیت سے روشناس کرا رہا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ حضورؐ کا فرمان ہے کہ ”علم حاصل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے“ مجھے بچوں کی ذہانت دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی ہے۔ کہانی گھر میں بچوں کو انعامات سے نوازا گیا۔ پہلا انعام تنزیلہ، دوسرا انعام زویا اور تیسرا انعام علی کو ملا۔ انعام حاصل کرکے سب بچے بہت خوش ہوئے۔

••••••••••••••••••••••••••••••••

وزیرآباد میں کہانی گھر

اہتمام ور پورٹ: حمیرا اکرام اعوان کمپیئرنگ: حنا ارم خان تعاون: ملک اکرام اعوان، ملک امجد علی اعوان پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ جس کی سعادت حافظ عاصم اکرم خان نے حاصل کی۔ نعت رسول مقبولؐ کرن ارشد اعوان نے سنائی جو کہ پھول کہانی گھر کی جنرل سیکرٹری ہیں۔ نعت کے بعد کہانیوں، لطیفوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ پروگرام کا موضوع زندگی کو کیونکر دوسروں کے لئے مفید بنایا جائے تھا۔ صدر حنا ارم خان اور نائب صدر حمیرا اکرام اعوان نے پھول کہانی گھر کے متعلق ضروری ہدایات دیں۔ کیمرا بشیر نے زندگی کی حقیقت سنائی۔ عنبرین نذیر نے کہانی دوسروں کے لئے جینا، حمیرا اکرام اعوان جو کہ اس پروگرام کی میزبان بھی تھیں نے کہانی دو کشتیوں کے سوار سنائی۔ کہانیاں، نظمیں اور لطیفے سنانے والوں میں ثوبیہ بیگ، بشریٰ عظمت، نائیلہ فیاض، کرن ارشد، مہوش ارشد، مہلک عابد اعوان، اریبہ، جویریہ، شائلہ، افشاں راحت، آمنہ، قراۃ العین، صبا نورین، شازیہ نذیر اور ابوبکر شامل تھے۔ وزیرآباد میں یہ پھول کہانی گھر کا دسواں پروگرام تھا۔ چودھری اسرار الحق جو کہ وزیرآباد کے مشہور وکیل ہیں اور دوسرے مہمان خصوصی حسین گرلز اکیڈمی وزیرآباد کے پرنسپل رانا ذوالفقار علی تھے۔ انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ بچے ہمارے ملک کا قیمتی سرمایہ ہیں یہ بہت فخر کی بات ہے کہ یہ چھوٹے چھوٹے بچے اپنے شہر کا نام روشن کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ وہ پھول کلب کی تمام ٹیم کو خوش رکھے اور ان کو اپنے ملک کے لئے اچھے اچھے کام کرنے کی ہمت دیں ہم سب نے ان کی دعا کے ساتھ ایک آواز میں (آمین) کہا۔ تمام بچوں سمیت بڑوں میں بھی پھول تقسیم کیے گئے۔ حافظ عاصم اکرام خان کو قاری پھول کہانی گھر کا کپ جبکہ اچھی کہانیاں سنانے پر کیمرا بشیر، عنبرین نذیر اور نائیلہ فیاض کو کپ دیئے گئے۔ جبکہ مہمان خصوصی کو خوبصورت گلدستے پیش کیے گئے۔

••••••••••••••••••••••••••••••••

مظفر گڑھ گرلز کہانی گھر کا پہلا پروگرام

رپورٹ واہتمام: فوزیہ بانو کمپیئرنگ: محمد احسن اسماعیل تعاون: یہ پھول کہانی گھر مظفر گڑھ کا پہلا پروگرام تھا۔ جو گرلز نے آرگنائز کیا تھا۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ جس کی سعادت سحرش ناز نے حاصل کی۔ حمد باری تعالیٰ کا شرف شائلہ اظہر کو حاصل ہوا۔ گلہائے عقیدت بحضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرخندہ بانو نے پیش کیے۔ نوشابہ نرگس نے ایڈیٹر بھیا کی کتاب ”آداب زندگی“ سے چند نکات پڑھ کر سنائے جنہیں بچوں نے بے حد پسند کیا اور عمل کرنے کا عزم کیا۔ چونکہ یہ گرلز کا پہلا پروگرام تھا۔ اس لئے کہانی گھر مظفر گڑھ کی صدر فوزیہ بانو نے کہانی گھر کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ پھول پاکستان میں واحد میگزین ہے جو داستان گوئی کی پرانی روایت کو جدت سے پیش کر رہا ہے۔ ہمارے کمپیئر احسن اسماعیل نے پھول میں سے بھیا کی بیڈ ٹائم سٹوری ”لالی“ سنائی۔ چند ایک ممبران نے بچوں کو خوبصورت اور سبق آموز کہانیاں سنائیں۔ جن میں عقیلہ شبیر کھرل (بے وقوف معاشرہ) جو معاشرے میں موجود برائیوں کی عکاسی کر رہی تھی، سارش ملک (اعتماد کا رشتہ) نایاب گل (نیا سال نیا عزم) اقرا اعجاز ملک (چوری کا انجام) گڑیا شہباز (نیلا آسمان) سنا کر بچوں کو خوب لطف اندوز کیا۔ ننھی منی بچی کنزا نے ”آؤ مل کر پاکستان سنواریں“ خوبصورت نظم سنا کر تمام شرکا سے زبردست داد وصول کی۔ شانزہ، فرخندہ اور علی نے مل کر ”اے وطن پیارے وطن پاک وطن“ ملی نغمہ گایا۔ اس کے بعد پروگرام کا اختتام ہوا۔

••••••••••••••••••••••••••••••••

ننکانہ صاحب میں دسواں پھول کہانی گھر

رپورٹ: محمد حسن اکمل اہتمام: عادل ناز سندھو کمپیئرنگ: آصف نوید پھول کہانی گھر ننکانہ کا یہ دسواں پروگرام عادل ناز سندھو کی رہائش گاہ پر منعقد ہوا۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ جس کی سعادت عدیل احمد شہزاد نے حاصل کی۔ بارگاہ رسالتؐ میں ہدیہ عقیدت پیش کرنے کی سعادت آصف نوید نے حاصل کی۔ ملک ندیم رفیق، ایم فیصل الملوک، زمان سکندر، ارسلان یٰسین، قیصر کھرل، حارث، اعجاز انور اور عابد عنایت نے خوبصورت کہانیاں سنائیں اور اپنے اپنے حصے کی داد وصول کی۔ صدر پھول کہانی گھر محمد حسن اکمل نے تمام پھول ساتھیوں کو خوشخبری سنائی کہ اس دفعہ پھول کی سالانہ تقریب میں پھول کہانی گھر ننکانہ صاحب نے دوئم پوزیشن حاصل کی۔ تمام پھول ساتھی ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے۔ اس پروگرام میں تقریباً پچاس کے لگ بھگ بچوں نے شرکت کی جن میں ان بچوں نے پروگرام کچھ نہ کچھ ضرور سنایا۔ عمیر جاوید، عثمان غنی، شیراز غفور، کاشف، بلال، نمیرہ ندیم، نورین، اویس، اورنگ، عنایت سندھو نے مختصر خطاب کیا اور پروگرام کو بے حد سراہا۔ سلیم ارشد شاہ نے کشمیری عوام کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہا کہ وہ دن دور نہیں جب ہندو کشمیر چھوڑنے پر مجبور ہو جائے گا اور کشمیری عوام آزاد فضاؤں میں سانس لے سکیں گے۔ وسیم شہزاد اور ناصر شاہ نے پروگرام میں ملی نغمہ سنایا۔ پروگرام کے اختتام پر عادل ناز کے چھوٹے دو بھائیوں نے دو مزیدار لطیفے سنائے جنہیں سن کر ناظرین ہنسنے پر مجبور ہو گئے۔

••••••••••••••••••••••••••••••••

عید ملن پر مظفر گڑھ میں کہانی گھر

رپورٹ واہتمام: سحرش ناز کمپیئرنگ: مادروالین مہمان خصوصی: دادی اماں صدارت: امی جان۔ یہ پروگرام دادی اماں کے گھر کے خوبصورت صحن میں منعقد ہوا۔ بچے بہت خوش نظر آ رہے تھے۔ پروگرام کا آغاز کلام پاک سے ہوا۔ جس کی سعادت احسن نوید نے حاصل کی۔ جبکہ نعت رسول مقبولؐ کی سعادت عرشیہ محمود نے حاصل کی۔ سب سے پہلے حرا گل نے میٹھی سویاں کہانی سنائی۔ مہک نے چاند رات، سدرہ ثمرین نے سنہری گڑیا، فرح اقبال نے ایثار کے موضوع پر کہانی سنائی۔ خوشبو گل نے ٹھنڈی سڑک سنائی۔ تمام بچوں نے کہانیوں کو بڑے غور و فکر اور انہماک سے سنا اور خوب داد دی۔ کہانی گھر کی صدر سحرش ناز نے بچوں کو لطیفہ سنایا۔ سحرش ناز نے کہانی عیدی بھی سنائی اور کہانی گھر کے قواعد و ضوابط سے آگاہ کیا۔ امی جان نے پھول کے تمام شعبہ جات کی تعریف کی اور کہانی گھر کے کام کو پسند کیا سبق آموز کہانی دوستی سنائی۔ اقرا خان اور حنا ظفر ایوب نے نظم عید آئی خوشیاں لائی سنائی۔ مہمان خصوصی دادی اماں نے بتایا کہ کہانی گھر ہمیں مل بیٹھنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ دادی اماں نے بچوں کی کاوشوں کو سراہا۔ دادی اماں نے حضرت محمد مصطفیٰؐ کی زندگی کے متعلق ایک واقعہ سنایا۔ دادی اماں اور امی جان نے بچوں میں عیدی تقسیم کی۔ پروگرام بہت شاندار رہا۔

We Believe in Values

انعامی خط ۔1

پھول ہمارے گھر میں نہ صرف میں پسند کرتا ہوں بلکہ میرے تین بہن بھائی جو ایم بی بی ایس ڈاکٹرز ہیں۔ بھی پھول کا اداریہ اور بیڈ ٹائم سٹوری پڑھتے ہیں۔ اور بعض اوقات اداریہ تو کسی کو کسی پوائنٹ پر بھی پڑھایا جاتا ہے۔ (اگر کوئی نہ پڑھے) جنوری کا شمارہ میرے سامنے پڑا ہوا ہے۔ میرے سوا ابھی اسے کسی اور نے نہیں پڑھا کیونکہ جو لاتا ہے وہی پہلے پڑھتا ہے۔ ٹائٹل اور کیلنڈر پر بنے ہوئے بچے ماشاءاللہ بہت خوبصورت لگے۔ کرنیں' اداریہ' اور بیڈ ٹائم سٹوری' کی ہمیشہ کی طرح پہلی پوزیشن پر رہی اس کے بعد کا نمبر "ذائقے باز" کو ملا۔ واقعی انسان مصنوعی پرزوں کو جوڑ کر تو انسان نما چیز بنا سکتا ہے لیکن قدرت کا پیدا کیا ہوا دماغ کبھی نہیں بنا سکتا۔ "طلع البدر علینا" اور "الحدیث" نے دل و دماغ کو منور کر دیا چاند نگر ایک بہت اچھی تحریر تھی۔ دوسروں پر طنز کرنا اخلاقاً بھی برا ہے اور اللہ پاک نے قرآن میں بھی طنز سے منع فرمایا ہے ٹیلی فونک کالم پڑھ کر بہت انجوائے کیا خاص طور پر "پھول دفتر بولتا ہے" والی کال بہت مزے کی تھی۔ مسکراتا کالم پڑھ کر ہم واقعی مسکرانے لگے۔ دوسروں پر تنقید کرنے کی بجائے ہمیں سب سے پہلے اپنے آپ کو درست کرنا چاہئے۔ "بیسواں چکر" اور مجھ بے پر کا بھی دھیان رکھیں" بہت اچھی محسوس ہوئیں۔ واقعی اللہ پاک جسے چاہے ہدایت دیتا ہے کوئی اس کی طرف رجوع تو کر کے دیکھے اللہ پاک بڑا رحیم ہے۔

'پھول دفتر بولتا ہے' والی کال بہت مزے کی لگی

Let` s Share کا سلسلہ بہت عمدہ ہے اس سے بچوں کے بہت سے پرابلم ختم کئے جا سکتے ہیں۔ کیونکہ بعض بچے چھوٹے چھوٹے وہموں کی وجہ سے یہ سوچنے لگتے ہیں کہ وہ دنیا میں کچھ نہیں کر سکتے۔ اور وہ اپنے پرابلم کسی کو نہیں بتاتے۔ Let` s Share کے ساتھ تمام بچے پرابلم شیئر کر سکتے ہیں۔ "کچھ آپ بیتیاں مزے کی" بے مزہ تھیں۔ خالی زندگی پڑھ کر دکھ ہوا واقعی ہم اپنے ماں باپ کے احسانات کو بھولتے جاتے ہیں۔

"اور اک روشن مستقبل" فضول کہانی تھی۔ ٹھیک ہے ہمارے ملک میں بے انصافی ہے لیکن جو شخص اللہ سے انصاف مانگتا ہے اللہ پاک اسے اس کی زندگی میں انصاف ضرور دیتا ہے۔ مایوسی گناہ ہے' اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے' ہمیں ہمیشہ امید سے رہنا چاہئے۔ بچھو' چوٹ' اور میرے دل کو پتھر ہونے سے بچالیں' بے رنگ کہانیاں تھیں۔ اصیل مرغا' اور سوا سیر' کا وزن سوا سیر سے بھی کم تھا۔ کشمیر اور فلسطین کے مسلمانوں پر بڑا دکھ ہوتا ہے۔ لیکن ہم دعا کے سوا کر بھی کیا سکتے ہیں۔ ایسی کہانیاں سونے سے پہلے نہیں پڑھنی چاہیں ورنہ نیند رات بھر آتی نہیں۔ "ہم بھی شعر کہتے ہیں" ایسے شعر مت کہا کریں اچھے شعر کہا کریں پہلے پہلے صفحہ پر تو تمام فوت شدگان کو اکٹھا کیا ہوا ہے دوسرا بھی بس ایسا ہی ہے۔ اس کی جگہ کوئی اچھا سلسلہ شروع کر دیں۔ لطیفے پڑھ کر ہنسنے کی بہت کوشش کی لیکن ہنسی نہ آئی نہ جانے پہلے کون سی کہانی پڑھ لی تھی۔ جو دماغ پر اثر کر گئی تھی۔ (اب یاد نہیں کونسی تھی) اڑان' ایک بہت اچھے خیال پر مشتمل ہے۔ اگر ماں باپ خود مشرقی روایات کو پسند کرتے ہوں اور ان پر عمل پیرا ہوں تو اولاد کے غلط راہ پر چلنے کی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا شرط یہ ہے کہ ماں باپ رزق حلال کماتے ہوں میرا اپنے دوستوں اور عزیز و اقارب سے گہرا تعلق ہے۔ اور میرا یہ تجربہ ہے کہ رزق حلال کھانے والے پر اللہ اپنی خاص رحمتیں برساتا ہے۔

پچھلے رمضان میں شائع ہونے والے پھول میں بیڈ ٹائم سٹوری' دربان' ایک ایسی کہانی تھی کہ اس کہانی کو ہر ہر فرد کو پڑھانے کو جی چاہتا ہے پچھلے کسی شمارے میں ایک جگہ شائد کسی پھول پروگرام میں کسی صاحب نے لکھا ہوا تھا کہ اگر ہم قرآن کے ترجمے کا ایک رکوع بھی روزانہ پڑھیں تو بہت فائدہ ہوگا۔ میں نے اس بات پر عمل کیا اور تھوڑا تھوڑا پڑھتے پڑھتے آب میں آخری پارے پر پہنچ چکا ہوں۔ پھول پڑھنے کا ایک بڑا فائدہ بلکہ سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اسے پڑھ کر ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹنا نصیب ہو جاتا ہے۔

فروری کے پھول میں اور آنے والے باقی پھولوں میں براہ کرم مندرجہ ذیل تبدیلیاں کریں۔

☆ ہر شمارے میں کچھ لائٹ کہانیاں بھی شامل کیا کریں۔

☆ ایسی کہانیاں شامل نہ کیا کریں جن سے کوئی سبق نہ ملے امید اور روشنی سے بھری کہانیاں شامل کیا کریں۔ کیونکہ اخبارات' رسائل اور دیگر ذرائع ابلاغ ہی عوام کا حوصلہ برقرار رکھ سکتے ہیں۔

☆ کشمیر' فلسطین کے موضوع پر کہانیاں شامل تو کریں لیکن ہر شمارے میں دو تین کہانیاں نہ شامل کیا کریں۔ اس سے تمام رسالہ درد سے ہی بھرا لگتا ہے۔ اور پھر بچے کر ہی کیا سکتے ہیں۔ ضرورت تو ہے بڑوں کو سمجھانے کی پر کون سمجھائے۔

طاہر بشیر محمود ۔۔۔۔ فیصل آباد

انعامی خط ۔2

لو بھئی سال مکمل ہو گیا آپ بھی سوچتے ہوں گے سال نو تو ابھی شروع ہوا ہے اور یہ کون سے سال کی بات کر رہا ہے اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں بلکہ خوشی کی بات ہے کیونکہ میری اور پھول کی دوستی کو سال مکمل ہو گیا ہے۔ سال نو کا پہلا شمارہ ہاتھ لگا سرورق پر معصوم بچی پیارے وطن اور اہل وطن کو دعائیں دیتی بہت ہی پیاری لگ رہی تھی۔ ویسے بھی معصوموں کی دعائیں اللہ پاک ذرا تیزی سے ہو کے سنتے ہیں۔ سرورق سے جی بہلاتے خود کو پھول ساتھی محسوس کرتے ہوئے خوشی کا ایک دریا سا رگ و پے میں سرایت ہوتا محسوس ہوا۔ لو جی پھول کا معائنہ شروع ہوا نظریں کرنوں پر یوں جھکیں کہ اٹھنا ہی بھول گئیں واقعی اللہ جی بہت گریٹ اور بادشاہوں کے بادشاہ ہیں۔ جو بندے کو اپنے سے مانگنے اور دینے کا وعدہ اور یقین دلاتے ہیں۔ آج ہم دوسروں کے آگے دست سوال دراز کر کے رسوا ہو رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج مسلمان ہر جگہ گاجر مولی کی طرح کاٹے جا رہے ہیں۔ اداریہ اس مرتبہ بہت پتے کی بات بتا گیا واقعی بندہ جب تک نقصان نہ اٹھائے سمجھتا ہی نہیں حالانکہ ہمارے بڑے کبھی ہمیں غلط انفارم نہیں کرتے ان کا تجربہ بھی ہمارا اعتماد ہونا چاہئے۔ لیکن آج کل تو بڑوں کی ہر بات کو پس پشت ڈال کر ہم زور سے بلارا لینے پر بضد ہیں۔ اور نقصان بھی ویسے ہی اٹھاتے ہیں۔ اداریہ سے چھلانگ لگا کر پہنچے اڑان پر واقعی وہی لباس ہی بہتر ہے جو باپردہ ہو اور پردے کے تمام تقاضے پورے کرتا ہو نمائش میں رکھا ہی کیا ہے اسلام میں تو بہترین لباس ہی تقویٰ کو قرار دیا گیا ہے اور تقویٰ تو نام ہی نمود و نمائش سے بچنے کا ہے۔ اصیل مرغا ہلکے پھلکے انداز میں لکھی گئی اچھی کہانی تھی اصیل مرغا تو اپنی ہی قبیل کا کردار لگا۔ "سوا سیر" کہانی میں پاکستانی دیہات اور جاگیر دارانہ نظام پر بہت متاثر کن انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ جو کہ بہت بڑا المیہ ہے اعتراف میں ہندو دشمنی کا اعتراف کرتے ہی بنی۔ ہندوؤں کی ذہنی پستی کھل کر سامنے آ گئی۔ "الجھن" میں ایسی الجھن کو سلجھایا گیا جو در حقیقت الجھن نہ تھی بس ذہنی انتشار ہی کہانی کا موضوع تھا اور اک روشن مستقبل میں میں "محافظ قوم" کی بے حسی پر بڑا دکھ ہوا ایسے لوگوں کو تو پاکستانی کہتے بھی شرم محسوس ہوتی ہے۔ خدا ہماری اس نا سمجھ قوم عقل سلیم عطا کرے "سچا خواب" کو زندہ کہانی میں شمار کرنے کو دل چاہا۔ واقعی یہ نور الدین زنگی کیلئے فخر کی بات تھی۔

سال تو ابھی شروع ہوا ہے اور یہ کون سے سال کی بات کر رہا ہے

کہ رسول اللہؐ نے انہیں اپنی حفاظت اور زیارت کا موقعہ شرف بخشا۔ کاش ہم بھی کسی قابل ہوتے اور رحمت عالمؐ کے کسی کام کے بدلے اپنی بخشش کا سامان کر سکتے۔

"ذائقے باز" میں انسانی ترقی پر ہلکے پھلکے لیکن مضبوط انداز میں تنقید کی گئی ہے۔ خدا ہمیں مشینی دور کے خطرات سے بچائے۔ "طلع البدر علینا" روح کی سرشاری اور ذہنی سکون کا انوکھا کالم پڑھ کر آنسو چھلکنے کو بیتاب محسوس ہوئے آپؐ نے کیا سچ کی بات بتائی ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ اگر ہم اپنا جائزہ لیں تو کیا آج ہم خود کو مسلمان کہنے کے حقدار نظر آتے ہیں۔ اس بار قائداعظم تنہا تنہا سے نظر آئے۔ اقبال جو نہیں تھے ساتھ دل کو یہ کہہ کر تسلی دی کہ بھائی انٹرویو تو اکیلے اکیلے کا ہوتا ہے "اک اور حشر" نے عیسائیوں کی مسلمانوں کے خلاف تمام حشر سامانیاں نظروں کے سامنے رکھ دیں کیا زمانہ آ گیا ہے مسلمان ہر طرف ظلم کی چکی میں پستے نظر آتے ہیں۔ کبھی چیچنیا میں روس کے ہاتھوں' افغانستان اور عراق میں دنیا سے دہشت گردی ختم کرنے کے ٹھیکیدار امریکہ کے ہاتھوں' گجرات احمد آباد اور کشمیر میں دنیا کے سب سے بڑے سیکولر ملک ہونے کا دعویٰ کرنے والے بھارت کے ہاتھوں' خیر قائد کہانی بڑے ردہم میں جا رہی ہے۔ مختصر مگر موثر تو اس مرتبہ واقعی متاثر کن تھا خاص طور پر "بچھو" نے تو جھنجھوڑ کر رکھ دیا" "زندگی مسکراتی" واقعی مسکراہٹ ہی زندگی کا نام ہے اور مسکراہٹ پھول نے بھم پہنچائی جھونپڑ بستی میں خصوصی وزٹ اور تحائف کے ذریعے "مجھ بے پر کا بھی دھیان رکھیں" ایسی کہانیاں کم ہی ملتی ہیں۔ پڑھنے کو اور بات ہے بھی سچ کے جس نے اپنے سوہنے اللہ پاک سے لو لگائی تو اس کے لئے یہ دنیا ثانوی حیثیت اختیار کر جاتی ہے۔ نئے سال کا کیلنڈر تو میں بھول ہی رہا ہوں واہ پورے سال کا بھلا ہو گیا۔ باقی تمام سلسلے' نورز رپورٹس' بہت عمدہ تھے" بیڈ ٹائم سٹوری' میں ایک اچھوتے خیال کا موضوع بنایا گیا ہے آپ کا کیا خیال ہے؟ مقبول احمد خیر پور ناے والی

انعامی خط ۔3

آج سے چار ماہ قبل بچوں کا ماہنامہ پھول اس نیت سے خرید کر گھر لے گئے۔ کہ بچوں کو کہانیاں پڑھ کر سنائیں گے۔ لیکن جب گھر جا کر ورق گردانی شروع کی تو اس طرح کی کہانی نہ ملی جو بچوں کو سنائیں۔ (کیونکہ بچے ابھی چھوٹے ہیں) لیکن جب اداریہ شروع کیا تو اس کا ایک ایک لفظ دل میں اترتا چلا گیا پڑھتے پڑھتے سارا رسالہ ہی پڑھ ڈالا۔ پھر تو اس کے ایسے اسیر ہوئے کہ ہر ماہ بڑی شدت سے انتظار رہتا ہے۔ اب تو ہم مطب میں آنے والے مریضوں خاص کر نوجوانوں کو پھول پڑھنے کی دعوت دیتے نظر آتے ہیں۔ پھول نے تو ہم پر ایسا اثر کیا ہے کہ دو تین ماہ کے رسالے پڑھنے سے ہم کو تمام رسالوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔ یہاں اک ایسی حقیقت ہے کہ جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا دین کی باتیں' نصیحتیں' سائنس کی دنیا' اور غرض ہر قسم کی معلومات کا خزینہ ماہنامہ پھول ہے۔ جو بڑی بڑی کتابوں کی ورق گردانی سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ پہلے بھی ایک مختصر خط لکھا تھا لیکن اب مفصل لکھ رہا ہوں جنوری 2003ء کا ماہنامہ پھول میرے سامنے پڑا ہے۔ سرورق حسب سابق بہت خوبصورت ہے بچی اپنی مخصوص شرارتی انداز میں بہت اچھی لگ رہی ہے۔ کرنیں ایک اچھا سلسلہ ہے مجھے پھول کی دینی امور کے بارے میں کاوش بہت اچھی لگی کہ میٹھے میٹھے انداز میں تبلیغ اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ پھول کا صفحہ صفحہ تبلیغ لفظ لفظ معیاری اور ہر جملہ

بعض اوقات مذاق نہیں رہتا' وبال جان بن جاتا ہے

اصلاح ہوتا ہے۔ آخر پھول میں کوئی خاص کشش ہے تو اس لئے بڑے چھوٹے اس کو شوق سے پڑھتے ہیں۔ اداریہ تو اپنے پھول کی جڑ ہوتا ہے واقعی کانوں کے کچے لوگ نہ صرف اپنے آپ بلکہ دوست احباب رشتہ داروں اور گھر والوں کو بھی نقصان پہنچاتے ہیں۔ واقعی بغیر تصدیق کے بات آگے پہنچانا بھی ایک جھوٹ ہے ہمارے اخبارات اس سلسلے میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔ رابعہ ارم شاہ کی اڑان بہت زبردست رہی خوب صورت انداز میں موجودہ دور کی سب سے بڑی برائی فیشن جو تمام برائیوں کی جڑ ہے پر خوب محنت سے لکھا ہے۔ بہت ساروں کی اصلاح کیلئے کافی ہے۔ اصل میں ہم دین سے جتنا دور رہوں گے اتنا ہی ہماری غیرت ختم ہوتی جائے گی۔ گھروں کے اندر ٹی وی' وی سی آر' کیبل' انٹرنیٹ شیطان کے چیلے کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ تو باہر بازاروں سکولوں کالجوں میں اکثر خواتین لڑکیاں لڑکے بڑھ چڑھ کر بے غیرتی میں حصہ ڈالنے کی بھرپور جدوجہد میں مصروف ہیں۔ نجمہ ثاقب کی اعتراف بہت اچھی تحریر ثابت ہوئی جس میں اس چیز کی طرف واضح طور پر اشارہ ہے کہ جب اپنے اصل سے دور ہو گئے' دین سے بیزار ہو گئے' مغربی رنگ میں رنگ کر غیروں کے دست راست بنیں گے تو ایک نہ ایک دن ایسے پھنسیں گے کہ پھر نکلنے کو راہ نہ ملے گی اور دوسری بات بعض اوقات مذاق نہیں رہتا' وبال جان بن جاتا ہے۔ الجھن ہیں جس طرح راہ جاتی الجھن بنا لینے سے انسان کا لمحہ لمحہ بے سکون گزرتا ہے' بیان کیا گیا ہے بالکل اسی طرح انسان زندگی کو کئی قسم کی پریشانیوں' مصیبتوں اور الجھنوں میں ڈال لیتا ہے اور نکلتا اس وقت ہے جس وقت پانی سر سے گزر چکا ہوتا ہے۔ علی اکمل تصور نے یتیم کی سرپرستی کے بارے میں بہت عمدہ طریقے سے لکھا ہے۔

۔ طلع البدر علینا حسب سابق ایمان تازہ کرنیوالی قرآنی آیات اور احادیث پر مبنی تھا۔ سعدیہ فیض کی کب اور حشر ہوگا۔ انڈونیشیا میں مسلمانوں پر عیسائیوں کے ظلم و ستم کی کہانی تھی۔ اگر مسلمان خواب غفلت سے بیدار نہ ہوئے تو اسی طرح چن چن کر کافروں کے ہاتھوں ظلم کی چکی میں پستے چلے جائیں گے۔ قائد کہانی کے رائٹر افتخار کھوکھر بہت دلچسپ انداز میں مختلف کتابوں سے بانی پاکستان کے حالات زندگی بیان کرنے میں نمایاں نظر آئے' بہت خوب۔ بچھو کتنے ہی بچھو ہمیں ہر وقت کاٹ رہے ہیں لیکن ہماری آہ و بکا سننے والا کوئی نہیں۔ کشمیر' بوسنیا' فلسطین' عراق' افغانستان ہر جگہ ہمیں ڈس رہے ہیں لیکن محسن (اقوام متحدہ) خاموش ہے۔ خالی زندگی میں حمیرا اقبال نے جو نقشہ پیش کیا ہے' واقعی عین اسی طرح اکثر مائیں اپنی اولاد کو اچھا انسان بنانے کی بجائے پیسے کی دوڑ پر لگاتی ہیں اور پھر پچھتاوے کے سوا ملتا بھی آخر کیا ہے۔ لطائف بہت اچھے اچھے تھے۔

پھول کیلنڈر پر معصوم بچہ بالکل گلاب کا پھول لگ رہا تھا۔

اب آتے ہیں بیڈ ٹائم سٹوری کی طرف (جو سٹوری نہیں ہوتی بلکہ عقل والوں کیلئے بہت سارے اشارے ہوتے ہیں) واقعی نو مسلم لوگوں کے دلوں میں مذہب کی محبت زیادہ ہوتی ہے وہ جو کچھ سنتے دیکھتے ہیں جب اسلام میں داخل ہوتے ہیں تو اس کے برعکس عمل دیکھ کر رنجیدہ ہوتے ہیں۔ اسلام تو عمل کو دیکھتا ہے صورتوں کو نہیں دیکھتا۔

آخر میں الحدیث کی طرف آتے ہیں تو میں پھر یہ بات لکھنے میں خوشی محسوس کر رہا ہوں کہ پھول میٹھے میٹھے انداز میں اسلام کی تبلیغ کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔

(حکیم ساجد الرحمٰن جنجوعہ' منڈی بہاء الدین)

☆ کرنیں ہمیشہ کی طرح روشن تھیں۔ ان کو پڑھ کر ایمان روشن ہو جاتا ہے۔ بہت سبق آموز ہوتی ہیں اداریہ کی کیا ہی بات ہے۔ اختر بھائی ایک نئے موضوع کے ساتھ جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ اس میں لوگوں کیلئے سبق ہوتا ہے۔ ہمیشہ کی طرح سب کہانیاں جدا تھیں۔ اعتراف وسچا خواب بہت ہی اچھی کہانیاں تھیں۔
عرفانہ حنیف۔ پنڈ سلطانی

☆ پھول میں نے دو دن پہلے خریدا خدا بہتر جانتا ہے کہ مجھے بہت پسند آیا اور اس کی تمام کہانیاں اے ون تھیں۔ خصوصاً اعتراف اور الجھن کا تو کوئی جواب نہیں۔ انشاء اللہ اب میں پھول ہر ماہ خریدوں گا۔ علی رضا۔ ملتان

☆ تمام مستقل سلسلے اچھے تھے۔ یہی تو زندگی ہے باتیں کچھ کتابوں سے اور مسکراتا کالم تو شمارے کی جان کہلانے کے مستحق ہیں۔ مجھے شکوے شکائتیں کرنا پسند تو نہیں ہے۔ مگر آپ سے پتا نہیں کیوں شکائت اور شکوہ کرنے کو جی چاہ رہا ہے۔ بھیا میں نے کتنے مان سے امید سے ایک نظم اپنے پیارے ابو جان کے نام دو تین ماہ پہلے لکھ کر بھیجی تھی۔ عظمٰی عبدالمنان۔ سیالکوٹ

☆ سپورٹس کالم میں کھیلوں کے متعلق معلومات ملیں۔ اس دفعہ پھول میں عبدالرزاق کے معروضی انٹرویو کو پڑھ کر بڑی لطف واندوز ہوئی۔ روداد "ایک سرپرائز وزٹ کی" میں سائنسدانوں کے حالت زندگی' ان کو پیش والی مشکلات اور مسائل جن کا انہوں نے سامنا کیا یہ سارا کچھ ڈھونڈنا بڑا مشکل کام ہے۔ انور مسعود کا انٹرویو بڑا خوبصورت تھا۔ تازیہ کرامت۔ بدوملہی

☆ اس دفعہ اداریہ میں تھوڑا سا مزاح بھی تھا۔ اس میں جاسوسی کی رپورٹ کو میرے دوست محمد اکرام قمر' کاشف تنویر اور فرحان سردار نے پسند کیا۔ اڑان' الجھن' لطائف' اور فائز سیال کا "لیکچر" "یہی تو ہے زندگی" مجھے بہت پسند آیا۔ سر فلک شیر مجاہد نے اسے پوری کلاس کو پڑھنے کی تلقین کی۔ جمیل احمد کوکب بچیکی

☆ نئے سال کے آغاز کی خوشی میں ہمارے رسالے پھول کو کلر کر دیں۔ اور ہاں یاد آیا آپ نے دسمبر میں جو موٹا تازہ رسالہ ہوا کرتا تھا اسے کیوں کمزور کر دیا تھا پلیز اسے اچھی خوراک دیں۔ کہیں وہ بھی ماڈرن لڑکوں لڑکیوں کی طرح سمارٹ ہونے کے خواب تو نہیں دیکھنے لگا تھا۔ جویریہ رمضان۔ کوٹ طاہر

☆ نئے سلسلے بھی اچھے ہیں جن میں طلع البدر علینا بے حد اچھا ہے۔ کچھ آپ بیتیاں مزے کی۔ کوئی شعر نیا کوئی بات نئی۔ زندہ کہانی اور الحدیث بہت ہی اچھے سلسلے ہیں۔ علی سفیان آفاقی صاحب کا کوئی نیا ناول شروع کریں۔ نوکر حسین راجن پور

☆ ٹائٹل اتنا اچھا تھا کہ تعریف کیلئے الفاظ نہیں ملتے میں پھول کو شوق سے پڑھتا ہوں کیونکہ اس میں اچھی اچھی کہانیاں ہوتی ہیں لطائف ہوتے ہیں شعر' سائنس وغیرہ تو ہمارے دل پسند سلسلے ہیں۔ اس دفعہ بیڈ ٹائم سٹوری نمبر لے گئی۔ مختار علی سرکانی۔ ذوالفقار علی سرکانی۔ ڈی جی خان

☆ اڑان اور الجھن بھی زبردست تھیں۔ ذائقے باز تحریر لگتا ہے کہ یہ تحریر کسی جاسوسی ڈائجسٹ سے لی گئی ہے۔ پھول کا معیار ایسا نہیں کہ اس میں ذائقے باز جیسی تحریر شائع کی جائے۔ سعدیہ نورین نارووال

☆ جنوری 2003ء کا پھول مجھے تین تاریخ کو ملا۔ گھر آ کر سرسری طور پر دیکھنا شروع کیا تو نظریں مختصر مگر موثر پر خود ہی رک گئیں۔ ذرا غور سے دیکھنے پر خوشی کی انتہا نہ رہی۔ بھئی آخر کہانی جو پھول میں موجود تھی۔ خوشی کی وجہ سے آدھی رات تک نیند نہ آئی۔ خوشی اگر اتنی اچانک مل جائے تو یہی حالت ہوتی ہے۔ محمد لبیب الرحمن۔ جھوک اترا

☆ الجھن میں علی اکمل تصور نے خدمت انسانیت پر روشنی ڈالی۔ بھکاری کا ماجرا سن کر ایک شخص کی زندگی بدل گئی اور وہ ہر ایک سے محبت کرنے لگا تھا۔ نصراللہ راجہ۔ پائیگاہ

☆ یہ رسالہ بچوں کیلئے نکلا تھا۔ جس میں اچھی اچھی اور اخلاقی کہانیاں ہوتیں تھیں۔ (بمطابق ۱۹۹۳ سے تقریباً ۱۹۹۷ تک) جو کہ اچھی طرح سے سمجھ میں آ جاتیں۔ لیکن اب جبکہ اس رسالے کو شہرت ملی تو آپ نے اس کو ایسا بنا دیا یعنی ایسی کہانیاں لکھنی شروع کر دی ہیں جو میری اور میرے جیسے کئی پھول قارئین (چھوٹے قاری) کی سمجھ سے بالاتر ہوتی ہیں۔ عبدالوقار۔ بہاول نگر

☆ فائز حسن سیال کا کالم پڑھا معلومات میں اضافہ تو ہوا ہی۔ لیکن کچھ اپنے بارے میں بھی سوچنے پر مجبور کر گیا۔ انظم نے تو کمال کر دکھایا۔ لیکن ہمارے ہاں کچھ اس طرح ہوتا ہے۔

جو ننگے بچے کھیل رہے ہیں ٹھنڈی برف ہواؤں میں
سنا ہے ان کا باپ کسی کپڑے کی مل میں نوکر ہے

"قائد کہانی" ہمیشہ کی طرح اپنے عروج پر تھی۔ سچا خواب۔ سچائی پر مبنی ایک واقعہ تھا جو نورالدین زنگی کا ہم پر احسان بتلا رہا تھا۔ آخر میں مما مارشا پڑھی آپکی پرانے سال کی کہانی نئے سال کا لطف دے گئی۔ سمیع اللہ راجہ منصوروالا

☆ بیسواں چکر نہایت ہی اثر انگیز کہانی تھی۔ بیڈ ٹائم سٹوری۔ مما مارشا کی ہر بار کی طرح بیڈ ٹائم سٹوری نہایت ہی عمیق نظر' غور و خوض کرنے والی اور مشکل بلحاظ مطلب تھی۔ عطاء الحبیب منڈی بہاؤالدین

☆ ہر دفعہ کی طرح اس میں ہر چیز لاجواب تھی۔ کہانیاں سب اچھی تھیں۔ مسکرائیے آپ کے چہرے کی رونق بڑھے گی سب لطیفے اچھے تھے۔ واہ کیا بات ہے۔ واقعی بہت اچھا سلسلہ ہے۔ آپ بیتیاں مزے کی بالکل مزے کی ہیں۔ ہم بھی شعر کہتے ہیں۔۔ Yes Its me سب بچوں کی تصویریں بہت اچھی ہوتی ہیں۔ حنان۔ سرگودھا

☆ کرنیں اور طلع البدر علینا پہلے کی طرح اچھی اچھی نصیحتیں لے کر آئی اداریہ بہت ہی زبردست تھا۔ پھول بڑا مقبول۔ اس نعرے کی سمجھ تو اب آئی کہ پھول بڑا مقبول کیوں ہے؟ کیونکہ میں دو سال بعد بھی اس کو بھلا نہ سکا اس کی ہر تحریر سے اپنائیت ٹپکتی ہے۔ شاہد اختر شاد۔ ملتان

☆ اصیل مرغا۔ بھی مزے دار رہی مصنف نے ماضی کی تمام سزاؤں کو اس قدر تفصیلاً اور پُراثر انداز میں بیان کیا ہے کہ الفاظ میں تجربہ کی جھلک تھی۔ ماضی کے طالب علموں میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جسے ان سزاؤں کا تجربہ نہ ہو۔ لیکن یہ بات بھی مصنف کی بڑی دل کو لگتی ہے کہ اس وقت کے اساتذہ کا جواب نہیں تھا۔ عمارہ ثروت۔ ملتان

☆ اشتیاق احمد کی کہانی وہ دعا نہایت سبق آموز اور پُرتاثیر تھی۔ مختصر سی اس کہانی کا ایک ایک لفظ ہمارے دل میں گھر کر گیا۔ اور اک روشن مستقبل' یہ کہانی ظاہر کرتی ہے کہ مفلس اور قلاش لوگ اپنے دل کی خواہشات کو پورا کرنے کیلئے غلط راستے پر چل نکلتے ہیں اور پھر اس موڑ پر پہنچ جاتے ہیں جہاں سے واپسی ناممکن ہوتی ہے۔ ان لوگوں کا بھی کاروں' کوٹھیوں اور شاہانہ زندگی گزارنے کا حق ہے اگر ان کا حق ادا کر دیا جائے تو معاشرے میں فساد نہیں مچے گا۔ حسیب حسن۔ ڈی جی خان

☆ الحدیث۔ بھی عمدہ ہے۔ یہ دو سلسلے ہر ماہ عمدہ' سبق آموز اسلامی باتوں اور معلومات سے مزین ہوتے ہیں۔ سعدیہ فیض کی "کب اور حشر ہوگا" رلا لے والی تحریر تھی۔ پتہ نہیں کیوں مسلم ممالک متحد ہونے کی کوشش نہیں کرتے۔ چند ہتھیاروں سے لیس مغربی طاقتیں' ایمان والی قوتوں پر کیسے بھاری ہوتی جا رہی ہیں۔ مسلمان ہزاروں مر جائیں ذرائع ابلاغ خصوصاً مغربی کچھ اور نام دے دیتے ہیں۔ اگر ایک مغربی سیاح یا کوئی اور مر جائے تو وائٹ ہاؤس آسمان سر پر اٹھا لیتا ہے۔ اسرائیل کشمیریوں کو کچلنے میں انڈیا کی مدد کر رہا ہے۔ امریکہ افغانستان اور عراق میں مسلمانوں پر مظالم ڈھا رہا ہے۔ ذوالفقار زکی۔ جہاوریاں

☆ بیک ٹو قائد' ہمیشہ کی طرح نمبر ون رہا۔ کچھ آپ بیتیاں مزے کی اور مسکراتا کالم نے تو شمارے کو چار کے بجائے آٹھ چاند لگا دیئے۔ (از ارشاد قریشی۔ کراچی)

☆ کوپن پر جو ایڈریس لکھا ہے فی الحال تو وہی پرانا ایڈریس ہے۔ پنجاب والا کیونکہ یہاں کا حیدر آباد کا ابھی تک کوئی مستقل ایڈریس نہیں۔ ہماری شادی کو پانچ ماہ ہو گئے ہیں اور دو مہینے سے حیدر آباد میں ہوں۔ بھیا آپ بھی کہیں گے کہ میرے پوچھے بغیر اس نے کونسی باتیں چھیڑ دی ہیں۔ صفیہ افضل حیدر آباد سندھ

☆ بابا شادی مبارک ہو۔ اللہ جی آپ کو دین دنیا کی خوشیاں اور خوبیاں عطا کریں۔

☆ نئے سال کے موقع پر آپ نے ایک مرتبہ پھر ہمیں پیارے سے پھول کیلنڈر کا تحفہ دیا۔ ایم بشیر احمد۔ جڑانوالہ

☆ اتفاق سے مجھے پھول پڑھنے کا موقعہ ملا رسالے پڑھنے کا شوقین میں پہلے ہی تھا لیکن پھول کو دیکھتے ہی مجھ سے رہا نہ گیا اور جنوری 2003ء کا رسالہ لے لیا پھول کو پڑھ کر بہت ہی خوش ہوا کیونکہ میں اچھی اچھی کہانیاں اور دل موہ لینے والے اشعار دیکھ کر میرا دل تڑپ اٹھا اور کاغذ قلم اٹھا کر ایک لیٹر لکھنے لگا۔ محمد احسان علی۔ عاصمہ غفار کاکی منڈی شرقی

☆ پھول سے تعارف میری بھابھی جان نے کروایا جو نارووال سے بیاہ کر آئی ہیں۔ میں نے پھول رسالہ پڑھا بہت اچھا لگا مجھے اس کی تعریف کرنے کے لیے الفاظ نہیں مل رہے۔ قائد کہانی میں واقعات پڑھ کر اچھا لگا۔ ہم بھی شعر کہتے ہیں۔ شاعری بہت اچھی تھی۔ طیبہ خالد چوکی بھاگٹانوالہ ضلع سرگودھا

☆ اتفاق سے پھول اس دفعہ جلدی مل گیا۔ ٹائٹل پر ایک خوبصورت پھول کو مسکراتے دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ کرنوں سے حکمت بھری باتیں حاصل ہوئیں۔ اداریہ آسانی سے سمجھ میں آ گیا۔ رابعہ اصغر۔ عائشہ بتول ڈسکہ

☆ رابعہ ارم کی کہانی اڑان واقعی آج کی لڑکیوں کی عکاسی کیسے ہوئے تھی اور ایسی ماؤں اور ایسی بیٹیوں کی واقعی کمی بہت ہے مگر بالکل نہیں کچھ مائیں آج بھی ایسی ہیں مگر شاید بیٹیاں بدل گئی ہیں شاید اس کہانی سے کچھ اثر ہوا ہو۔ اصیل مرغا اور سوا سیر بھی اچھی کہانیاں تھیں۔ اعتراف واقعی ایک اعتراف تھا بھارتیوں کے مظالم کا۔ لیکن مسلمان بھی تو صرف نام کے مسلمان رہ گئے ہیں۔ زوبیہ یوسف۔ سرگودھا

☆ اداریہ' اور الحدیث نے آبدیدہ کر دیا۔ محمد ظریف خان کی "اصیل مرغا" بہت ہی دلچسپ تھیں علی اکمل کی الجھن اور سچا خواب طاہرہ جبین کی بہت دلچسپ تھیں Yes it me میں تصاویر کلر شائع کیا کریں۔ Columns میں فائقہ عروج کا طلع البدر علینا میں بہت اچھی سبق آموز باتیں تھیں پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ امان اللہ راجہ' ساتواں میل پائیگاہ

☆ مجھے پھول پڑھتے ہوئے ایک سال ہوا ہے۔ اس کے تمام سلسلے مجھے بہت پسند ہیں خاص طور پر مجھے sports' yes its me اور بیڈ ٹائم سٹوری بہت پسند ہیں۔ باقی سلسلے بھی بہت دلفریب ہیں۔ لاریب۔ ملتان

☆ اس ماہ "اڑان" "الجھن" اور "اعتراف" پسند آئیں۔ میں نے پھول کی ممبر شپ حاصل کرنی ہے اس لئے اس کے بارے میں ہدایات تحریر کر دیں تاکہ میرے ساتھ اوروں کا بھی بھلا ہو جائے اور اس کے علاوہ میں یہ محفل بھی ہی آپ کیلئے ہے میں اس بار حصہ لے رہا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ کی طرف سے مثبت ردعمل ملے گا۔ عارف زمان۔ جنڈ

☆ مکمل پتہ لکھیں تو آپ کو ممبر شپ فارم مل جائے گا

☆ جنوری 2003ء کا شمارہ بہت بہتر تھا۔ پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ تمام مضامین اور کہانیاں اچھی تھیں۔ لیکن "سچا خواب" تو بہت پسند آئی "یہودیوں پر اللہ کی لعنت ہو" کامران جاوید لاہور

☆ آپ بیتیاں مزے کی ہوتی ہیں معلوماتی سلسلہ سائنس کی دنیا ہے بہترین چل رہا اس خط سے پہلے بھی میں آپ کو کئی خطوط سائنس کی دنیا میں حصہ لے کر کئی سوالات پوچھ چکی ہوں مگر آپ نے کوئی بھی سوال کا جواب نہیں دیا۔ خط بھی اکثر شامل نہیں کرتے۔ اب شامل کیجیئے گا تو مجھے خوشی ہوگی۔ ثمینہ ارم ڈی جی خان

☆ "کب اور حشر ہوگا" نے خط لکھنے پر مجبور کیا ہے۔ "پھول" میں مجھے "نگری" کا سلسلہ بہت پسند ہے لیکن اس دفعہ آپ نے وہ بھی غائب کر دی "شعر نیا" اور "طلع البدر علینا" تو میرے فیورٹ سلسلے ہیں۔ بیڈ ٹائم سٹوری بھی اس دفعہ بڑی زبردست تھی۔ میمونہ حق نواز پسرور

☆ اس دور میں معاشرے کا سب سے محروم طبقہ لکھاری ہے۔ اگر لکھاری اپنا وقت صرف کرتا ہے' ذہن استعمال کرتا ہے۔ محنت کرتا ہے تو صرف اس لئے کہ اس کا پیغام دوسرے لوگوں تک پہنچ جائے۔ اس تمام تر قربانی میں ایک لکھاری کے مدنظر کوئی مالی فائدہ نہیں ہوتا۔ احمد حسن رانجھا بھابڑہ (سرگودھا)

☆ مسکراتا کالم بہت خوب ہے اسے بند نہ کیجیئے گا نیا سال ماشاءاللہ شروع ہو چکا ہے اور نیا سال سب کے لئے خوشیاں کا لاتا ہے اس نئے سال کی خوشی میں پھول کے رنگ بھی لوٹا دیں "کوئی شعر نیا کوئی بات نئی" میں بھی شعر اچھے تھے۔ افشاں منور۔ بدوملہی

☆ میں آپ کے رسالے کا باقاعدہ قاری ہوں مگر رسالے میں لکھنے کی جسارت پہلی بار کر رہا ہوں میں معذرت کے ساتھ آپ کے رسالے کے بارے میں یہ کہنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ آپ کے رسالے کا معیار گر رہا ہے اس کا ثبوت رسالے کا بلیک اینڈ وائٹ ہونا' معروف ادیبوں کا رسالے میں شامل نہ ہونا ہے۔ آپ نے پہلے کہا تھا کہ آپ اپنے رسالے میں صوبائی تفریق کو نظر انداز کرتے ہیں آپ کے اس دعوے کا پتہ تو میری کہانی کے شائع ہونے یا نہ ہونے سے چلے گا۔ اعزاز علی اوستہ محمد۔ بلوچستان (کہانیوں کے چھپنے کا تعلق معیار سے ہوتا ہے صوبوں سے نہیں)

☆ "اصیل مرغا' الجھن اور" سچا خواب" کہانیاں زبردست تھیں۔ "الحدیث" میں اسلامی معلومات پڑھنے کو ملتی ہیں۔ لطیفے اور" کچھ آپ بیتیاں مزے کی" ہنسانے کے لئے مفید ہیں۔ مظہر عثمان اچھری

☆ میں نے بہت دفعہ کوشش کی کہ پھول میں حصہ ڈالوں خط کے ذریعے یعنی آج سے دو سال پہلے جب میں فسٹ ایئر میں تھی اور اب کر رہی ہوں جب کہ میں تھرڈ ایئر میں پہنچ چکی ہوں۔ ان دو سالوں میں ہر ماہ پھول پڑھنے کے بعد میرا دل چاہا کہ کاش میں بھی پھول کی ممبر شپ حاصل کر سکوں اور اپنے گاؤں میں پھول کو متعارف کرواؤں آج میری بہت ساری دوستیں پھول کا بہت شوق سے مطالعہ کرتیں ہیں خاص کر میرے ابو اور گھر والے۔ مبشرہ مبارک جڑانوالہ

☆ زندگی مسکراتی ہے، مسکراتا کالم، Sports on میں شعیب ملک اور عبدالرزاق کا انٹرویو پورے گھر والوں کو پسند آیا اس کے علاوہ باتیں کچھ کتابوں سے، یہی تو زندگی ہے اور بیک ٹو قائد بھی بس ٹھیک ہی تھا۔ Columns میں پہلے تو کرنیں اور اداریہ پھر بوجھ بوجھ ڈے، مسکرائیے، یہ ہے سائنس کی دنیا اور ٹیلی فونک کالم کے علاوہ پھول بڑا مقبول پسند آیا۔ (قاسم علی زلفی۔ واہ کینٹ)

☆ اڑان، اعتراف، ذائقے باز، کب اور حشر ہو گا، زندہ کہانی بہت پسند آئی۔ اس کے علاوہ ہیڈ ٹائم سٹوری مما مارشا بھی بہت اچھی تھی۔ پھول کا کیلنڈر دیکھ کر دل بہت خوش ہیں اب ہم اس کو اپنے کمرے میں لگائیں گے یہ پورا سال ہماری نظروں کے سامنے رہے گا۔ Yes its me کا سلسلہ بھی بہت اچھا جا رہا ہے۔ لطیفے بھی بہت مزیدار تھے۔ (ڈاکٹر محمد عمران۔ شیخوپورہ)

☆ اس بار کرنیں، طلع البدر علینا، یہ ہے سائنس کی دنیا، پھول اخبار اور ٹیلی فونک کالم اچھے تھے اور کہانیاں میں اڑان، الجھن اور اک روشن مستقبل، سچا خواب، یہی تو زندگی ہے، مسکراتا کالم بہت اچھا تھا اور ان سب سے زیادہ یہی تو زندگی بہت ہی نصیحت آموز لیکچر تھا۔ (عزیز اللہ سید۔ ہنگو)

☆ اس ماہ کا رسالہ ہمارے گھر میں پوری آب و تاب کے ساتھ داخل ہوا۔ تمام رسالہ بے حد زبردست تھا۔ ہماری بہنیں جو کہ خوشاب میں رہتی ہیں جن میں (صائمہ، تنزیل، گل، حسنین اور مہوش) ان سے کہنا ہے کہ وہ میرے خط کا جواب دیر سے نہ دیا کریں بلکہ جلدی سے اپنی خیریت سے آگاہ کیا کریں۔ پھول کے ذریعے مجھے مہوش کو انٹر میں کامیابی پر وش کرنا ہے۔ (یمی نایاب خان۔ جڑانوالہ)

☆ میں نے ستمبر سے پھول کو پڑھنا شروع کیا بہت اچھا لگا کرنیں اور اداریہ ہمیشہ کی طرح اچھا لگا اور لطیفے تو بہت زیادہ پسند آئے۔ اور الحدیث بھی بہت اچھا تھا۔ کہانیوں میں اصیل مرغا، اوراک، روشن مستقبل اور سچا خواب، ذائقے باز سپرہٹ تھیں۔ (عزیز احمد۔ لاہور)

☆ نئے سال کا پہلا شمارہ جو کہ نئے سال سے پہلے ہی مل گیا۔ 31 دسمبر کو۔ پھول اس دفعہ بھی تمام خوبصورتی سے لیس تھا مگر واہ کیا بات ہے کی کمی محسوس ہوئی۔ انور مسعود سے ملاقات بہت اچھی رہی کیونکہ وہ میری پسندیدہ شخصیت ہیں۔ ہم بھی شعر کہتے ہیں بہت اچھا سلسلہ ہے مگر نظمیں ذرا مختصر دیا کریں اور کوئی شعر نیا اور کوئی بات نئی میں آپ جس شاعر کا کہتے ہیں مگر اگلی دفعہ کوئی اور شاعر موجود ہوتے ہیں۔ (محمد اشتیاق سلیمی۔ قبولہ شریف)

☆ میری پیاری امی جان جن کے بغیر ہم جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ہمیں 24 ستمبر 2002ء کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ گئیں۔ ان کے نام

رم جھم کے شور و غل میں فضائیں اداس ہیں
ایک شخص کیا گیا کہ گھٹائیں اداس ہیں
اب تو ہمارے شہر میں ہر دل کا ہے یہ حال
الفاظ رو رہے ہیں دعائیں اداس ہیں

(عائشہ سعید، قبولہ شریف)

☆ کرنیں اور اداریہ ہر مرتبہ ہی زبردست کالم ہوتے ہیں۔ اڑان بہت ہی زبردست اور سبق آموز کہانی تھی۔ واقعی ہم لڑکیوں کو ایسا لباس نہیں پہننا چاہئے جو ہمارے لئے نامناسب ہو۔ قرآن مجید میں واضح طور پر ارشاد ہے ..... "(اے نبیؐ) اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اپنے چہروں پر چادریں لٹکا لیا کرو جب تم باہر نکلو۔ اس سے مسلمان عورتوں کی نشاندہی ہوتی ہے اور کوئی تمہیں ایذا نہیں پہنچائے گا"۔ سوا سیر کہانی بہت ہی اچھی تھی۔ وہ کامیابی ہی کیا جو طاقت اور دولت کے بل بوتے پر حاصل کی جائے اصل کامیابی وہ ہوتی ہے جو محنت سے حاصل ہو۔ (شبانہ، فرحانہ۔ کوٹ رادھا کشن)

☆ پھول باقاعدگی سے پڑھ رہا ہوں لیکن شرکت 5 ماہ بعد کر رہا ہوں۔ میری بہت سی تحریریں آپ کے پاس ہیں لیکن محسوس ہوتا ہے کہ آپ تحریریں صرف پھول کلب کے ممبران کی ہی شائع کرتے ہیں۔ رابعہ ارم کی اڑان ایک اصلاحی اور پروفیسر ظریف کی اصیل مرغا تاریخی واقعہ تھا۔ نجمہ ثاقب کی تحریر ہمیشہ ہی زبردست ہوتی ہے۔ پچھلے دنوں فائز سیال کو صبح کی نشریات میں دیکھا۔ انہوں نے واقعی لوگوں کی ذہنی نشوونما کے لئے بڑے زبردست لیکچر دیئے ہیں۔ فائز سیال صاحب اپنی حقیقی کہانی بھی بتائیں کہ وہ امریکہ سے پاکستان کیوں آئے وغیرہ جیسا کہ انہوں نے مختصراً ٹی وی پہ بتایا تھا۔ سچا خواب طاہرہ جبین کا زبردست انتخاب تھا۔ (رانا محمد شاہد۔ بورے والا)

☆ تحریریں صرف اچھی ہونا شرط ہے۔ اس میں ہم نے اور کوئی میرٹ نہیں بنایا.....

☆ کرنیں پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ چلو کوئی تو رسالہ ہے جو بچوں کو دین کی باتیں بھی بتاتا ہے اداریہ میں نہایت ہی عمدہ سبق پوشیدہ تھا۔ اس کے علاوہ اڑان رابعہ ارم شاہ اصیل مرغا پروفیسر محمد ظریف خاں، ذائقے باز از سدرہ محمود اور اس کے علاوہ دوسری کی کہانیاں بہت پسند آئیں۔ پھول کیلنڈر 2003ء والے صفحے پر معصوم سا بچہ غالباً نئے سال کا سورج طلوع ہوتا ہوا دیکھ رہا ہے۔ "زندگی مسکراتی ہے" پڑھ کر دل کی گہرائیوں سے پھول والوں کے لئے دعائیں نکلیں۔ (طاہر مبشر۔ شاہ کوٹ)

☆ نئے سال 2003ء کا شمارہ ہماری خواہش کے عین مطابق انتہائی دلکش سرورق کے ہمراہ ملا۔ اداریہ اچھا لگا۔ کہانیاں تمام ہی سبق آموز اور دلچسپ تھیں مگر بیسٹ سٹوری آف دی منتھ "اعتراف" رہی۔ جس کو پڑھ کر دل خون کے آنسو رو دیا واقعی ہندو کبھی بھی مسلمانوں کے ہمدرد نہیں ہو سکتے خواہ ان سے کتنا ہی اچھا سلوک کیوں نہ کر لو وہ اپنا مقصد پورا کرنے کے لئے کسی بھی حد سے گزر سکتے ہیں۔ (سمیرا ایلیم۔ جھنگ صدر)

☆ پھول ہمیشہ کی طرح اپنی میٹھی میٹھی اور پیاری پیاری خوشبو کے ساتھ آیا۔ اداریہ تو اتنا اچھا تھا، اتنا اچھا تھا کہ بس بہت ہی زیادہ۔ سید حادل میں جا بسا۔ اس مرتبہ آپ بیتیاں بھی اچھی تھیں۔ اس مرتبہ واہ کیا بات ہے، کہاں غائب ہو گیا تھا، Lets Share بہت اچھا ہوتا ہے۔ واقعی زندگی میں کچھ کرنے کا جذبہ بیدار کرتا ہے۔ (منیفہ طیب۔ صائمہ منیر۔ چونگی)

☆ روایت کو برقرار رکھتے ہوئے یہ شمارہ بھی زبردست تھا سب سے پہلے کرنیں دل کو منور کر گئی پھر اداریہ کچھ سمجھ میں آ گیا مگر ہیڈ ٹائم سٹوری حسب معمول سر سے گزر گئی۔ کہانیاں تمام اچھی تھیں۔ علی اکمل تصور کی الجھن نے تو رلا دیا۔ اڑان میں اسلامی و قومی تشخص کا بھرپور دفاع کیا گیا۔ اعتراف، سچا خواب، کب اور حشر ہو گا اور مجھ بے پر کا دھیان رکھیں زبردست تھیں۔ بیک ٹو قائد اس مرتبہ خشک (غیر دلچسپ) رہا۔ الحدیث کالم بڑے پر اثر انداز میں جاری و ساری ہے۔ (عبدالحمید ساگر۔ رینالہ خورد)

☆ میرا جواب یہ ہے کہ میں پاکستان میں ایک دن تو کیا؟ میری تو خواہش ہے کہ ہمارا ہر دن، ہر لمحہ، ہر سال پیار محبت سے، مل جل کر، قربانی کے جذبے سے معمور ہو کر بغیر کسی طنز اور برے مذاق کے گزریں۔ اے کاش میرا ملک، میرے ملک کے لوگ ایسے ہو جائیں کہ محبت سے رہنے کو ترجیح دیں۔ طنز سے بچ کر رہیں کوئی کسی کا مذاق نہ اڑائے۔ ہر طرف ہنسی خوشی کا موسم بہار ہو۔ (سمیرا شفیق جڑانوالہ)

☆ اعتراف کہانی کا ایسا موضوع جس میں کشمیری مسلمان ہندوؤں کے مظالم کا نشانہ بن رہے ہیں۔ الجھن علی اکمل تصور کی لکھی گئی کہانی کہ جن کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے وہ ہر حال میں انسانیت کا بھلا کرتے ہیں۔ یہی تو ہے زندگی! ایک بات ..... کہ سوچیں مثبت انداز سے اور پھر اس کے کرشمے دیکھیں۔ ہمیشہ کی طرح فائز حسن سیال نے عمدہ طریقے سے پھول Reader کو سمجھایا۔ اسی کے ساتھ اگلے صفحے پر کہانی اور اک روشن مستقبل کو فائز کے کالم سے منسلک کرنے کی کوشش کروں گی کہ اگر مثبت سوچ ہوتی تو وہ بے بس انسان صرف اپنے اکلوتے بیٹے کے روشن مستقبل کی خاطر نجانے کتنے بے گناہوں کا مستقبل تاریک نہ کرتا۔ اس نے محض وقتی و ذاتی مفاد کی خاطر ایسا کیا۔ اس کہانی میں ایک اہم بات جاننے کا موقع بھی ملا کہ ہماری پولیس میں سے بھی کافی تعداد میں لوگ ایسے گروہوں کے ساتھ مل کر ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ (سدرہ محمود۔ راولپنڈی)

☆ روشن مستقبل کی کہانی بے بسی کی کہانی تھی اتنے روزمرہ سچ پہ کوئی کیا تبصرہ کرے کسے سمجھانا چاہئے اور کسے سمجھنا چاہئے یہ دونوں کو ہی پتہ ہے مجرم کو بھی اور اسے روکنے کا فرض ادا کرنے والوں کو بھی۔ "وہ دعا" بھی اچھی لگی۔ "سچا خواب" بہت پیاری کہانی پڑھنے کو ملی یعنی سچ کی روداد۔ نور الدین زنگی نے واقعی قابل فخر خدمت انجام دی۔ "ذائقے باز" کسی اور ہی صدی کی کہانی لگ رہی تھی۔ سائنس ترقی کرتے کرتے خود اپنی دشمن بنی جا رہی ہے۔ ہم مشینوں سے صرف کام لے سکتے ہیں مگر خدمت نہیں۔ آسانی اور سہولت لے سکتے ہیں مگر راحت اور خوشی نہیں۔ ہم انہیں عقل دے سکتے ہیں اور سلیقہ بھی مگر شعور اور جذبہ نہیں اس کی تو خیر انسانوں میں ہی قلت ہے مشینوں کے نصیب میں کہاں۔ طلع البدر علینا ہر دفعہ شاندار ہوتا ہے اور اس بار تمام اقتباس اور نعت اچھی لگی۔ (مہ ناز۔ شورکوٹ)

☆ قائد کہانی سے ہی سبق حاصل کرنا چاہئے کہ کیسے محمد علی جناح نے انگریز اور ہندو سامراج کی "بچھو" کے ڈنگ سے بھی زہریلی ذہنیت کو اللہ کی عطا کردہ ذہانت اور طاقت کے بل بوتے پر ایک ہی گہری "چوٹ" سے کچل کر مسلمانان ہند کی "خالی زندگی" کو آزادی جیسی انمول نعمت سے بھر ڈالا اور لاکھوں دلوں کی دعا خدا کے حضور پیش کر کے قبول کروا کر پیارے وطن کے پیارے لوگوں سے کہا جی کھول کر "مسکرائیے آپ کے چہرے کی قدر بڑھے گی" اور آپس میں محبت و بھائی چارے کی فضا قائم ہو گی۔ (محمود الحسن اسد گوندل۔ کمیر محمد پناہ)

☆ رابعہ ارم شاہ کی اڑان پڑھ کر تو لگا کہ جیسے رابعہ سائیکالوجسٹ بھی ہیں۔ بہت اچھی کہانی تھی۔ واقعی اولاد کی تربیت اس طرح کرنی چاہئے کہ انہیں اچھا اور برا واضح کر دیں اور فیصلہ ان پر چھوڑ دیں تو نتیجہ اچھا نکلے گا ورنہ سختی اور اپنی مرضی ٹھونسنے سے مسائل ہی جنم لیں گے پروفیسر محمد ظریف خان کا "اصیل مرغا" بہت دلچسپ تھی۔ آخری حصہ پڑھ کر تو خوب ہنسے۔ ہیرک کا رل جمال "سوا سیر" نہایت ہی اچھی تحریر تھی جس میں انہوں نے اپنی زندگی میں پیش آنے والا ایک تلخ واقعہ قلمبند کیا ہے لیکن اپنی ماں کی محبت اور اس کی عزت کی خاطر اس تلخی میں بھی شیرینی محسوس کی اور ثابت کر دیا کہ وہ اپنی کامیابی سے 'سیر' اور اپنی ماں سے "سوا سیر" محبت کرتا ہے۔ نازیہ پروین۔ بدوملہی

☆ "اصیل مرغا" گزرے دنوں کی یاد میں ایک خوشگوار اضافہ تھا۔ "نقلی مرغ" تو اب دیکھنے کو ملتے ہیں لیکن "اصیل مرغ" تو اب ناپید ہو چکے ہیں۔ "اڑان" فیشن کے موضوع پر ایک زبردست تنقید تھی۔ سادگی تو ہمارے اللہ جی کو بہت پسند ہے۔ تو پھر یہ زمانہ ہمیں سادہ کیوں نہیں رہنے دیتا۔ "سادگی تو اپنے اندر قیامت کی ادا رکھتی ہے" "علی اکمل تصور" کی "الجھن" نے بہت سارے والدین کی "الجھن" کو دور کر دیا ہو گا۔ ایک اچھی تحریر تھی۔ اس کے علاوہ اور "اک روشن مستقبل" "مجھ بے پر کا دھیان رکھیں" اور ذائقے باز رنر اپ میں شامل تھیں۔ فائزہ نور مانانوالہ

☆ میرا خیال ہے کہ وہ لوگ جو غلط راہ پر چل رہے ہیں اور برائیوں سے ان کا واسطہ پڑا ہو وہ ضرور پھول کا مطالعہ کریں کیونکہ پھول برائیوں سے ہمیں دور رہنے کی تلقین کرتا ہیں یہ ہر کسی کو پڑھ لینا چاہئے اس میں معلومات بھی ہے نصیحتیں بھی ہے اور زندگی کو درست سمت میں لے جانے کی گر بھی ہے۔ واقعی اس کی ادا سب سے جدا ہے۔

جاوید اللہ خان۔ دیر پائین مالاکنڈ

☆ محمد ظریف خاں کی کہانی اصیل مرغا اور ہیرک جمال اوستہ محمد کی سوا سیر واقعی سوا سیر تھی۔ الجھن نے واقعی الجھن میں ڈال دیا۔ ذائقے باز سدرہ محمود کی ذائقہ دار تھی۔ قائد کہانی بہت اچھی ہے۔ عبدالرؤف عمرانی جعفر آباد بلوچستان

☆ میں ہر مہینہ دو یا تین رسالے خریدتا ہوں کبھی پھول بھی لے لیتا ہوں لیکن پچھلے دو شمارے مسلسل پڑھنے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ آئندہ پھول تو ضرور لوں گا ساتھ دوسرا چاہے تبدیل ہوتا رہے۔ اتنی بہت ساری اور اتنی خوبصورت کہانیاں یقیناً کسی اور رسالے میں کہاں

عبدالقادر صدیقی۔ نوشہرہ کینٹ

☆ "باتیں کچھ کتابوں سے" غالباً واہ کیا بات ہے کہ جگہ آیا ہے۔ بہرحال واہ کیا بات ہے کی بات کچھ اور ہی تھی۔ کیلنڈر بہت اچھا ہے۔ "ذائقے باز" "اعتراف" "کب اور حشر ہو گا" بہترین رہیں۔ سیکنڈ ایئر کے امتحانات ہونے والے ہیں۔ دعاؤں میں یاد رکھئے گا۔

ثناء کراچی (یہ کالم نیا ہے واہ کیا بات جاری رہے گا)

☆ کرنیں بہترین تھیں آپ کا اداریہ پہلے ابو نے پڑھا مجھے کہنے لگے دیکھو بھیا کی بے جی نے بھی وہی نصیحتیں کی ہوئی ہیں جو ہم تمہیں کرتے ہیں لیکن تم سنتے ہی نہیں ہو۔ اس لئے بیمار پڑے ہوئے ہو۔ رابعہ ارم شاہ کی "اڑان" بڑے ہی بہترین موضوع پر تھی۔ رابعہ نے بڑے عمدہ انداز میں اس مسئلے پر لکھا ہے میں نے اپنی چھوٹی بہن کو سب سے پہلے یہی کہانی پڑھوائی۔ اصیل مرغا اچھے دور کی اچھی یاد تھی نجمہ ثاقب کی "اعتراف" عیار ہندوؤں کی مکاریوں کی کھلی تصویر پیش کرتی تھی۔ الجھن ایک بہترین قلمکار کے قلم سے نکلی ہوئی بہترین کہانی تھی۔ باسط علی نسیم ہاشمی۔ آزاد کشمیر

☆ اس دفعہ پتہ نہیں پھول مجھے بہت اچھا لگا ہے خاص کر فائز سیال اور ایڈیٹر بھیا کے اداریے میں دی گئی باتوں کو میں نے پلو سے باندھ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔ اس سال میں نے سوچا ہے کہ پھول میں جو بھی اقوال اخری یا دیگر چھوٹی موٹی باتیں ہونگی انہیں ڈائری میں لکھ لیا کروں گی گزارش ہے کہ اتنے لمبے خط میں سے میری چاہے دو لائنیں ہی شائع کریں مگر میرے پیارے پیارے سٹوڈنٹس کے نام ضرور چھاپ دیں۔ جو کہ یہ ہیں 'عدیلہ شہزادی' شازیہ خلیل' نادیہ خلیل' مبشر علی' مدثر علی' فہد علی' فہیم خان' وسیم خاں' علیم خاں' ذیشان اعظم' شہزاد حیدر' منیب احمد' زاہرا شیخ' واصف اعظم۔ صائمہ کنول۔ فیروزہ

☆ اصیل مرغا کہانی سے زیادہ واقعہ لگی الجھن اور اعتراف اچھی کہانیاں تھیں اڑان بہترین اور دلچسپ کہانی تھی۔ ہمیں اپنی روایات کو نہیں بدلنا چاہئے۔ مغرب کی پیروی کرتے ہوئے ان کی روایات کو اپنانا اپنے مذہب سے منہ پھیرنے کے مترادف ہوتا ہے۔ اور اس کے علاوہ اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے مسلمان اور شرم و حیا والا بنایا اور ہمیں نیکی اور بدی کا بتایا۔ انور مسعود کا انٹرویو بہت پسند آیا اسی طرح شاعروں ایکٹروں اور کرکٹروں کے بھی انٹرویو دیا کریں۔

اسماء الطاف' صباء الطاف (الٰہ آباد وزیر آباد)

☆ 31 دسمبر 2002ء کو میں فیصل آباد گیا کیونکہ اس روز PAF میں بطور ایئر مین بھرتی ہونے والوں کی فائنل لسٹ آویزاں ہونا تھی الحمدللہ میں بھی ان خوش نصیبوں میں سے تھا جن کی سلیکشن ہوئی تھی اسی خوشی میں آٹھ بازاروں کے مرکز "گھنٹا گھر" سے پھول خریدا اور سرورق دیکھتے ہی دل باغ باغ ہو گیا۔ اس کے علاوہ 2003ء کا کیلنڈر بہت خوبصورت تھا۔ کرنیں سے شروع کیا اور آخر تک پڑھ ڈالا ہر چیز بہت اچھی تھی۔ "سچا خواب" بہت شاندار تھی خدا ہر ایک کو عشق رسول عطا فرمائے (آمین)۔ "ذائقے باز" اور "کب اور حشر ہو گا" دونوں اچھی تھیں۔ انور مسعود کا انٹرویو اچھا تھا۔ قمر الزماں عاصم جھنگ (عاصم آپ کو کامیابی مبارک)

☆ اس بار پھول ساتھیوں کے خطوط میں سے رابعہ ارم کا جو لیٹر تھا اس میں انہوں نے اللہ کے نام کے پوسٹر بنانے کی خواہش ظاہر کی اگر آپ ان کی خواہش کو پورا کریں تو میری بھی ضرور کیجئے گا۔ وہ یہ ہے کہ خدا کے ناموں کے ساتھ ساتھ ہمارے پیارے نبی کے اسم مبارک کے پوسٹر بھی بنائیے گا۔ تابہ عرشی خان پور

☆ رابعہ ارم شاہ بہت اچھے خیال اور پراثر تحریر کے ساتھ آئیں
سائرہ نذیر کی "مجھ بے پر کا بھی خیال رکھیں" ایک اچھی کاوش تھی
حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے
اس کو دین کی سمجھ بوجھ عطا فرما دیتا ہے" کشمیر کے پس منظر میں لکھی گئی
کہانی "اعتراف" بہت زیادہ پر سوز تھی۔
باقی کہانیاں بھی بہترین رہیں۔ سعدیہ ملک سمہ سٹہ

☆ نئے سال کا پہلا شمارہ ہماری امیدوں سے زیادہ خوبصورت اور اچھی اچھی کہانیاں لئے ہوئے ہمیں نئے سال کی مبارک دے رہا تھا۔ ٹائٹل پر موجود خوبصورت بچی ہمیں موسم سرما کا احساس دلا رہی تھی۔ "فائز سیال" کی باتیں بہت اچھی ہوتیں ہیں ہمیں اپنی زندگی میں ان کی باتوں سے نئی روشنی ملتی ہیں ان کے لیکچرز اور آپ کے اداریے نے میرے اندر منفی سوچ کو ختم کر دیا ہے" پھول کیلنڈر 2003ء" مجھے بہت پسند آیا۔ قراۃ العین لاہور

☆ رابعہ ارم شاہ کی کہانی "اڑان" ہمارا انتظار کر رہی تھی۔ واقعی رابعہ ارم نے بہت پیارا لکھا ہے۔ فاطمہ جیسی بیٹی پر تو اس کی ماں واقعی فخر کرنے کی حق دار ہے۔ ایک کہانی "سوا سیر" جو بہت ہی پسند آئی اور واقعی وہ پسند کرنے کے قابل بھی تھی۔ آج کل صرف امیروں کا ہی غریبوں پر زور چلتا ہے حقیقت میں ایسا نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ ناانصافی اور ظلم ہے۔ کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے کہ :۔
"تم سب آپس میں بھائی بھائی ہو اور آقا اور غلام سب برابر ہیں" "الجھن" کہانی بہت اچھی تھی۔ پڑھ کر مزہ بھی آیا۔ وجیہہ اکرم جڑانوالہ

☆ پھول بڑا خوبصورت تھا اور ہم نے اس رسالہ میں سب سے پہلے کرنیں اداریہ پڑھا پھر کہانیوں میں اعتراف۔ ذائقے باز' کب اور حشر ہو گا ہیڈ ٹائم سٹوری' لطیفے بہت اچھے لگے ہیں۔ الحدیث بھی بڑے اچھے موضوع پر تھیں اور کیلنڈر 2003ء بڑا خوبصورت تھا۔
ڈاکٹر خالد محمود طاہر بشیر سیال پل فورڈواہ بہاولنگر

☆ Back to Quaid میں قائداعظم نے نکولیس سے انٹرویو میں بہت واضح اور حقیقت پسندانہ باتیں کیں۔ کئی جوابوں پر تو وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ قائداعظم نے ایک سوال کے جواب میں نکولیس سے کہا کہ "سچائی ہمیشہ تکلیف دہ ہوتی ہے مگر اس سچائی کی کڑواہٹ کو خصوصی طور پر کیوں محسوس کیا جاتا ہے" میں بیان نہیں کر سکتی کہ مجھے اس جواب سے اتنی خوشی ہوئی۔۔ شمائلہ اقبال۔ بدوملہی

☆ پہلی دفعہ ماہنامہ پھول کا مطالعہ کیا۔ اچھا لکھا جاتا مجھے بھی کہانیاں لکھنے کا شوق اور آپ کے کوئز کی دنیا اور اسلامی سوالات پڑھے بہت اچھے تھے اس طرح بچوں میں مقابلہ کرنے کا شوق بڑھتا ہے اور ان کے علم میں اور اضافہ ہوتا ہے۔ نعیم شکور پاکپتن شریف

☆ امریکہ آ کر یہ پہلا خط مبارک ہے جو آپ کی نذر کر رہا ہوں' کیا کروں ٹائم ہی نہیں ملتا یہ ملک ہی ایسا گندہ ہے کہ بس ہر طرف دوڑ ہی دوڑ ہے اسی لئے تو ترقی یافتہ اور سپر پاور بنا پھرتا ہے کہ جس کو دیکھو' جدھر دیکھو اور جس وقت بھی دیکھو ہمارے قائداعظم کے قول پر عمل پیرا ہیں کام' کام اور بس کام اور دوسری طرف ہمارے لوگ ہیں پان کھا رہے ہیں سگریٹ پی رہے ہیں اور نشے میں پڑے رہتے ہیں جنہیں اپنے ملک کی پرواہ ہی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے اور کیا نہیں۔ جس بازار میں جاؤ ٹولیاں کی ٹولیاں کھڑی ہوتی ہیں آوازیں کسنے کے لئے اور موج مستی کیلئے۔ ان سب باتوں کا احساس تو تب ہوا جب یہاں آ کر دیکھا کہ زندگی کیا ہوتی ہے اور ملک کیا ہوتا ہے۔ ویسے تو دنیا کی ہر برائی ان لوگوں میں ہے اور سرعام ہے کوئی شرم نہیں کرتا حتیٰ کہ اپنے والدین اور بچوں سے بھی لیکن کیا ہی اچھا ہو جو ان لوگوں کی محنت' عظمت اور ترقی کے گر ہمارے لوگوں میں آ جائیں اے کاش ایسا ہو جائے۔ عبدالشکور لوزیانہ امریکہ

☆ جنوری کا شمارہ انتہائی خوب صورت تھا خاص کر ٹائٹل اور اداریہ تو بہت ہی خوب تھا بھیا اگر آپ اس میں قلمی دوستی کا سلسلہ شروع کر دیں تو کیسا رہے گا۔ عائشہ خلیل دیپالپور

☆ تقریباً چار سال سے پھول رسالہ پڑھ رہی ہوں اور میرا پسندیدہ رسالہ ہے اس میں آپ کے اداریہ اور ہیڈ ٹائم سٹوری نے ہمیشہ متاثر کیا ہے ٹیلی فون پر میں نے آپ سے بکس کیلئے کہا تھا جو کہ مجھے مل گئیں ہیں ان کیلئے بہت بہت شکریہ۔ سدرہ شاہ پور صدر

☆ سرورق دیکھا تو اس پیاری بچی کے چہرے میں اتنی کشش نظر نہیں آئی جتنی اس بچی کی مسکراہٹ میں معصومیت تھی۔ کرنیں پڑھیں تو دل کا دیا بھی جل اٹھا اور ادھر ادھر کرنیں بکھیرنے لگا اور مجھے پتہ چلا کہ اللہ جی واقعی رحیم و کریم ہیں۔ کہانیوں میں سب سے بہتر اور مزاحیہ کہانی "اصیل مرغا" تھی۔ کہانی "اعتراف" جو نجمہ جی نے حقیقت بتائی ہے مسلمانوں کے ساتھ ایسا صدیوں سے ہوتا چلا آ رہا ہے۔

☆ خرم کیا ملتان والے پورا پتہ نہیں دیتے آپ نے فارم بھی مانگا ہے مگر کہاں بھجوائیں

☆ سب کہانیاں اچھی تھیں۔ لطائف بھی اچھے ہیں کچھ آپ بیتیاں مزے کی بہت مزے کی تھیں۔ ہم بھی شعر کہتے ہیں سب نے اچھا لکھا ہوا تھا بذریعہ پھول نارووال کی دوستوں اور لکھنے والوں کو اور میرے گھر والوں کو بہت بہت سلام۔ کفیلہ نعیم اعوان بھاگنانوالہ

☆ "مجھ بے پر کا بھی دھیان رکھیں" کو پڑھ کے مولا پر یقین پختہ ہونے کا سبق ملا کہ بندہ چاہے وقت کا "بش" ہو جائے ہے تو اسی کا محتاج اس کی محبت اور پیار کے سہارے ہی تو دنیا قائم ہے ورنہ اس کے قہر کو دعوت دینے والے کونسے کام نہیں کئے۔ ٹیلی ٹو ٹیک کالم میں بھیا کے پیار بھرے محبت والے مکالمے جاری رہے۔ بلال اویس 'منڈی فیض آباد

☆ میری طرف سے باقی قارئین کو بھی بتا دیجئے گا کہ اگر پھول بلیک اینڈ وائٹ ہو گیا ہے تو کیا ہوا ہر چیز کو باہر سے دیکھنے کی بجائے اس کو اندر سے پہچاننے کی کوشش کیجئے۔ جو سیرت اور دل کا اچھا ہو اسی سے ہمیں فائدہ حاصل ہو سکتا ہے ظاہری خوبصورتی تو آج ہے کل نہیں یہ بھی تو سوچنا چاہئے کہ اس بلیک اینڈ وائٹ پھول نے دل و دماغ میں کیسے دھنک جیسے رنگ بکھیر دیئے ہیں اور اصل چیز وہی ہے جو آپ کے دل و دماغ پر اثر کر جائے۔ چلتی ہوں حدیٰ احمد۔ فیصل آباد

☆ "Back to Quaid" "مطلع البدر علینا" اور "الحدیث"
نے فکر کی نئی راہوں کو کھول دیا" کرنیں" اور "اداریہ" بہت اچھا
اور انتہائی قیمتی الفاظ کا خزانہ تھا۔ پھول کی تعریف کرنے لگیں
تو شاید پورا دستہ ختم ہو جائے۔ کیا میں "ہم بھی شعر کہتے ہیں"
میں حصہ لے سکتی ہوں؟ میں بھی چھوٹی چھوٹی نظمیں لکھ لیتی
ہوں اور چاہتی ہوں کہ اپنے پھول ساتھیوں کو بھی سناؤں۔
اس کے علاوہ میں پھول کے کس کس شعبے میں حصہ لے سکتی ہوں۔
ماہ رخ مونا پاکپتن شریف

☆ (ماہ رخ شاعری آپ ہم بھی شعر کہتے ہیں میں بھجوا دیں اور باقی سب سلسلوں میں بھی حصہ لیا جا سکتا ہے)

☆ پھول کو پڑھ کر ہم بہت متاثر ہوئے اور اسے بہت پسند کیا اور اس میں بہت ہی قیمتی نکات پائے۔ میرا ذہن اور دل اس بات کی طرف مائل ہوا کہ اس میں باقاعدہ حصہ لینا چاہئے۔ محمد عبداللہ طور۔ محمد ثناءاللہ معاویہ۔ لاہور

☆ خط لکھنے پہ مجبور اگر کسی نے کیا تو وہ صرف اور صرف اداریہ تھا ہر لفظ اتنی خوبصورتی سے لکھا گیا تھا سیدھا دل میں اتر گیا اور ہم اس بات سے بڑے خوش ہیں کہ آپ نے شاعری کا سلسلہ بھی جاری کیا اڑان اصیل مرغا اور اعتراف زبردست تھی۔ شاہین ممتاز خان عیسیٰ خیل

☆ اگر میرے بھائی کی تصویر پھول کے ٹائٹل پر لگانا چاہیں تو آپ ہمیں ضرور Inform کر دیں تاکہ ہم آپ کو اپنے بھائی کی تصویر بھیج دیں یہ ہماری چھوٹی سی خواہش ہے جو آپ کو ضرور پوری کرنا پڑے گی۔ جنوری کے شمارہ میں ہیڈ ٹائم سٹوری' ممامارشا بہت پسند آئی۔ طاہرہ ڈسکہ

☆ پتہ لکھا نہیں ہے۔ جواب کیسے دیں۔ فوراً نیا خط لکھیں

☆ اداریہ پڑھا' لفظ بہ لفظ دل میں اترتا چلا گیا۔ اللہ جی ہمارے عیبوں پر پردہ ڈالے ہوئے ہیں مگر ہم ہیں جو پردہ پوشی میں مگن ہیں۔ سعدیہ فیض کی کہانی کب اور حشر ہو گا مسلمانوں کو جھنجوڑ دینے کیلئے کافی ہے' یہ سب مذہب سے دوری کا نتیجہ ہے' ورنہ آج ہم یوں ذلت نہ اٹھاتے۔ عمران رشید۔ شیخوپورہ

☆ پھول تقریباً چار مہینوں سے پڑھنا شروع کیا ہے مجھے یہ بہت اچھا لگا اور اب میں اس کا مستقل قاری بن گیا ہوں' "پھول" کے سارے ہی سلسلے بہت اچھے ہیں اور مسکرائیے میں ذرا اچھے اچھے لطائف شامل کیا کریں جنوری 2003ء کا شمارہ تقریباً میں نے تین جنوری کو خریدا تھا پڑھنے کا بہت مزہ آیا۔ آصف ڈوگر' ہردو بندو کے

☆ جولائی' اگست' ستمبر میں خط لکھ کر بھیجا جو آپ نے شائع نہیں کئے اس کے بعد میں نے پھول کا رسالہ لینا بند کر دیا اب خط دوبارہ لکھ رہا ہوں اگر نہ یہ خط بھی شائع نہیں کیا۔ امجد مقصود چوکی

☆ (بھائی "دھمکیوں" کے سوا کچھ لکھو تو ضرور چھاپیں گے ہمیں تو پھول پر آپ کی رائے چاہئے)

☆ سرورق پر پیاری سی بچی کو دیکھ کر خود بخود ہی ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ سب سے پہلے کرنیں اور اداریہ پڑھا۔ جو کہ ہمیشہ کی طرح سے بہت ہی اچھا تھا۔ بچپن میں میں بھی کرنیں اور اداریہ نہیں پڑھتی تھی۔ لیکن اب پڑھنا شروع کیا تو پتا چلا کہ اس کی باتیں تو دل کو لگتی ہیں۔ (فائزہ عروج ظفر۔ ملتان)

☆ تمام کہانیاں اچھی تھیں خاص طور پر ہیڈ ٹائم سٹوری۔ واہ کیا بات ہے ایک اچھا سلسلہ ہے۔ کالمز میں سے پھول بڑا مقبول، ٹیلی ٹو ٹیک کالم اور بیک ٹو قائداعظم بہت ہی اچھے تھے۔ (مختار احمد رند۔ غازی گھاٹ)

☆ ٹیلی ٹو ٹیک کالم پڑھ کر مزا تو لیا مگر ایک کام بھی کیا کہ
تہمینہ یعقوب کے لئے پورے دل سے دعا کی۔
اللہ جی ان کی آنکھوں کو بالکل ٹھیک کر دے۔
انہوں نے ایک مرتبہ پہلے بھی صوفیہ آپی سے دعا کیلئے کہا تھا۔
ہماری دعا ہے کہ جس نے پہلے بینائی لوٹائی تھی وہ اب
بھی ان کی آنکھوں کو نور سے بھر دے۔
"آپ کے لئے" ابھی تک پڑھا نہیں۔
(فرحت جبین مانانوالہ)

☆ کرنیں پڑھ کر تو دل تروتازہ اور روشن ہو گیا تمام رسالہ بے حد شاندار تھا۔ جیسی سکول کے بچوں نے جو کارنامہ سرانجام دیا ہے وہ تو واقعی قابل تعریف ہے۔ (حماد حسن۔ مظفر گڑھ)

☆ جنوری 2003ء کا پھول خریدا تمام مضامین بہت پسند آئے خصوصاً سچا خواب پڑھ کر آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ سال 2003ء کا پھول کیلنڈر بڑا خوبصورت ہے۔ لطائف بھی دلچسپ تھے۔ لطیفہ "فرق" بہت پسند آیا۔ طلع البدر علینا اور الحدیث اچھے سلسلے ہیں۔ (عاصم محمود کیانی۔ مسہ کسوال۔ گوجر خان)

☆ تمام کہانیاں بھی اچھی لگیں۔ سلسلے تمام بہترین جا رہے ہیں۔ مزید اضافے کی نہ گنجائش ہے نہ فرمائش۔ البتہ اس میں اسلامی کہانیاں زیادہ شائع کیا کریں اس طرح یہ اسلامی رسالہ شمار ہو گا۔ ویسے تو یہ پہلے بھی اسلامی مضامین شائع کرتا ہے۔ لیکن اس میں اضافہ کر دیں لطائف زیادہ شائع کیا کریں۔ (ساجد محمود غلہ گودام اوکاڑہ)

☆ معصوم ننھے بچے کی تصویر اور 2003ء کا کیلنڈر واقع ہی ایک تحفہ تھا۔ پھول والوں کی یادداشت بھی بہت تیز ہے کیونکہ "ڈیٹ آف برتھ" کے کالم میں نام اور تصویر کے ساتھ مبارک باد جو دی ہے۔ پہلے کی نسبت لطیفے بہت اچھے تھے۔ (قیصر علی۔ کالکی حافظ آباد)

☆ سب سے پہلے اداریہ، کرنیں پڑھا بڑا مزہ آیا۔ اس کے بعد لطیفے اور الحدیث وغیرہ کا مطالعہ کیا مزہ آ گیا اور پھول کو چومنے کو دل کرنے لگا اور دوسرے 15 روپے کا بھی دکھ نہ ہوا اور نہ ہی اپنی کوئی تحریر چھپنے کا۔ (راؤ بشیرا حمد عابد۔ جسو کے گروتہ/ اوکاڑہ)

☆ لطائف کچھ خاص نہ تھے۔ اب پھول میں کچھ تبدیلیاں لے آئیں۔ اشتیاق احمد بچوں کے پسندیدہ مصنف ہیں ان کی تحریریں ضرور شائع کیا کریں۔ بیک ٹو قائداعظم بھی دلچسپ تھا۔ ہمیں پھول اسلام سے تعلق پکا رکھنے میں مدد دیتا ہے۔ بزرگوں اور لیڈروں کی حالات زندگی پر روشنی ڈالتا ہے اور سیدھے راستے پر گامزن کرنے میں مدد دیتا ہے۔ (عبدالقاصد مجاہد، شاہد غمگین، محمد رمضان جانی، ارسلان عامر، احتشام۔ اوکاڑہ)

☆ کہانیاں سبھی اچھی تھیں خاص طور پر رابعہ باجی کی "اڑان"، سعدیہ فیض کی "کب اور حشر ہو گا" اور ہیڈ ٹائم سٹوری، ممامارشا پسند آئیں۔ باقی بھی اچھی تھیں۔ فائز سیال کا لیکچر شاندار تھا۔ کرنیں اور اداریہ حسب سابق سبق آموز اور دلنشین پیرائے میں لکھا گیا تھا۔ طلع البدر علینا اور نوشین آپی کا کالم بہت پسند آیا اور سب سے زیادہ پسند جو چیز آئی وہ نئے سال کا کیلنڈر ہے۔ (محمد سعد وقاص رانا۔ چوکی کم لاہور)

☆ اس مرتبہ پھول بہت دیر سے خریدا۔ اور جلدی سے پڑھا کزن کی شادی کی وجہ سے آدھا رسالہ پڑھنے سے رہ گیا۔ بہرحال جتنا پڑھا پسند آیا بلکہ بہت اچھا لگا۔ پھول کا واقعی جواب نہیں۔ ہمارا خط شائع کرنے کا بیحد شکریہ۔ مختصر لیکن مؤثر کا سلسلہ نصیحت آموز بھی ہوتا ہے اور مزیدار بھی۔ اداریہ۔ کا بھی جواب نہیں۔ پھول کو پڑھنے سے یہ بات ذہن میں ضرور ابھرتی ہے کہ یہ تمام میگزین سے سستا بھی ہے اور مؤثر بھی۔ (عائشہ صدیقہ، رابعہ، ماہ نور، سائرہ، عبداللہ، احسن۔ حویلی لکھا اوکاڑہ)

بقیہ۔ لاحاصل سے حاصل

رجسٹر احتیاط سے پکڑ کر سنبھال کر رکھتیں تھیں۔

ماسٹر جی کیوں...... آخر کیوں اس امتحان میں اپنے آپ کو ڈال رکھا ہے۔ قاسم علی نے بے چینی سے ان سے دریافت کیا تھا۔ بیٹا! کیا غلط کرتا ہوں۔ جھاڑو دینے کا حکم آیا تو دے رہا ہوں۔ جب من کے اندر جھاڑو دینے کا وقت تھا تب میں نے اپنے معصوم بچے کو اس غلاظت کے ڈھیر پر ڈال دیا۔

اب...... اب بھی مجھ ہی کو جھاڑو دینا ہے۔ اس عمل نے ہی تو صفائی کرنی ہے۔ کیا معلوم کب عاصی کی توبہ قبول ہو اور من میں جو تکبر کا ڈھیر لگا تھا وہ ختم ہو جائے اور معافی مل جائے۔

بیٹا تب ہمت کر لیتا تو دنیا آج یوں نہ مجھ پر ہنستی پر کیا کریں تب تو اپنی انا اور علم کے تکبر نے آنکھیں اتنی دھندلی کر دیں تھیں کہ سب منظر ہی غیر واضح ہو گئے تھے۔ ''تب من میں جھاڑو دے لیتا تو صرف بندے خدا کا معاملہ ہونا تھا''۔ میں نے تو خود جگ ہنسائی کا بندوبست کیا ہے۔ میں نے خود غلط کیا ہے۔ اب مجھ کو ہی صفائی کرنی ہے تم بیٹا میرے لئے دعا کرنا کہ وہ مجھ کو معاف کر دے۔

''متکبر اور سب سے بڑے علم والے کی ذات واقعی اسکی ہے''۔ مجھ سے بھول ہوئی ہے۔ اب وہ بھولے کو زندگی کی شام ہونے سے پہلے گھر کا راستہ دکھا دے تو اسکا کرم ہوگا دکھا دے۔ تم دعا کرنا''

ماسٹر عبدالکریم پھوٹ پھوٹ کر بچوں کی طرح رو رہے تھے اور قاسم علی دکھ اور حیرانگی سے انکو دیکھتے رہ گئے تھے۔

مومن شہزاد تم نے یہ کیا کر ڈالا؟

مومن کتنی ہی دیر سے پچھتاوے سے بھرا اپنے آپ سے سوال کر رہا تھا۔

اِک آگ تھی دکھ اور پچھتاوے کی جو اُسکو چین نہ لینے دے رہی تھی۔ وہ اپنے کالج کا خوبصورت اور ذہین لڑکا تھا۔ عمران' خاور لوگوں کا گروپ ایک عرصے سے اس سے دوستی کا خواہاں تھا لیکن انکی ریپوٹیشن اچھی نہ تھی۔ اس لئے مومن چاہے کالج ہوتا یا ہاسٹل ان سے دور رہتا تھا لیکن وہ بھی اس کی تاک میں بیٹھے رہتے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ اس کی جانب بڑھے تھے اور اس کو اس صفائی سے اپنا لیا تھا۔ مومن صرف ہاتھ پاؤں ہی ہلا کر رہ گیا۔ اسے ہوسٹل سے بلا کر گندی بلیو فلموں سے شروعات ہوئی اور پھر ان لوگوں کے ساتھ اکٹھے رات گزارنے کی حد بھی گزر گئی تو وہ اس لت میں مبتلا ہوتا گیا۔ وہ دونوں اس کی جوانی اور خوبصورتی کی تعریف کرتے اور پھر اس کو استعمال کر جاتے تھے۔ برائی آنکھوں اور دل کے راستے جسم میں داخل ہوتی ہے اور جب یہ اس کے عادی ہو جائیں تو برا سمجھنا بند کر دیتے ہیں۔

وہ ناتجربہ کاری سے اور غلط کاری کی لذت وجہ سے آہستہ آہستہ اپنی صحت اعتماد اور حُسن سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔ وہ راتوں کو ہاسٹل سے غائب رہتا۔ کبھی مل کر وی سی آر پر اور کبھی کمپیوٹر پر گندی فلمیں دیکھتے اور پھر رات کی سیاہی ان کی اپنی زندگیوں میں وہ گناہ بن کر دوڑنے لگتی جس نے حضرت لوطؑ کی پوری قوم کو برباد کر دیا تھا اور آج جب وہ لوز موشن میں مبتلا تھا اور اس کو کوئی چیز ہضم نہیں ہو رہی تھی وہ شدید نقاہت میں مبتلا تھا۔ وہ بڑی مشکل سے ڈاکٹر سے چیک اپ کروانے پہنچا تھا۔ ڈاکٹر نے ٹیسٹ لکھ کر دیئے ان کی بلڈ رپورٹ نیگٹو آئی تھی اور وہ اس ''منفی نشان'' کو دیکھتا ہی رہ گیا اور آخرکار وہ ہو گیا تھا۔ جس نے اس کی زندگی کو بھی ''منفی'' کر دیا تھا۔ اِک اذیت بھری موت اور رُسوائی والی چند سانسیں باقی رہ گئیں تھیں اب وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔

اس نے اپنے ہاتھوں سے سب تباہ کر لیا تھا صرف 16 سال کی عمر میں وہ ایڈز جیسے مرض کو اپنے جسم میں دعوت دے بیٹھا تھا۔

کیا کوئی ہے جو مُجھ کو اس کرب سے بچائے؟ وہ ہاسٹل کے کمرے میں اکیلا بیٹھا پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔ کیا وہاں کوئی ہے؟ کوئی ہے؟ جو مجھے بچا لے۔

یہ کھلے سے کمرے کا منظر تھا۔ کارپٹ بچھا ہوا تھا اور فرشی نشست کا بندوبست تھا۔ دیواروں پر مسجد نبوی' خانہ کعبہ کی تصویریں تھیں کچھ خطاطی کے نادر نمونے تھے۔ ماحول میں اِک عجیب قسم کا سُرور تھا۔ سکون تھا اور پاکیزگی تھی۔

دائیں جانب اِک چونتیس پینتیس سالہ شخص جس نے سفید لباس پہنا تھا اُسکے چہرے پر خشخشی داڑھی تھی اور ماتھے پر محراب کا نشان بولتا تھا کہ وہ سر سجدے میں کتنا زیادہ جھکا رہتا ہے اس وقت بھی وہ نماز پڑھ رہا تھا۔

مومن شہزاد بے چینی سے اُنکی نماز ختم ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔

اُنکے سلام پھیرتے ہی اس نے بے چینی سے پہلو بدلا' اُنکے فارغ ہونے کا انتظار اس نے بہت مشکل سے کیا تھا۔

مومن تم اگر آرام اور سکون سے بیٹھو گے تو اپنی بات کو درست طریقے سے کہہ پاؤ گے۔ انہوں نے اس کی جانب شفقت سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

سر...... سر آپ میرا نام کیسے جانتے ہیں۔ مومن نے حیرانگی سے انکو دیکھا تھا۔

جاننے والی ذات صرف اس کی ذات ہے۔ ہم تو صرف بتائے جاتے ہیں کہ اس کو مانیں...... انہوں نے نظریں نیچی کئے کئے جواب دیا۔

سر! میں بہت بے سکون ہوں' موت میرے سر پر کھڑی ہے اور میں اپنے گناہوں کے پچھتاوے کی وجہ سے سکون سے مر بھی نہیں سکتا خدا کے لئے میرے لئے دعا کریں۔ میں لاہور سے جگہ جگہ مارا مارا پھرتا دھتکارا ہوا یہاں ملتان پہنچا ہوں۔ سب کہتے ہیں کہ آپکی دعا میں بڑی تاثیر ہے۔ میرے لئے بھی دُعا کریں۔ مومن پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔

مومن! وہ دیکھو وہاں کتنی بڑی ذات موجود ہے۔

''ہمارے گناہ کتنے ہی بڑے کیوں نہ ہوں لیکن اُسکی رحمت سے بڑے نہیں ہو سکتے''

کیا تم اس بڑی رحمت والے سے مایوس ہو رہے ہو؟ اُنکے لہجے میں جانے کیسی تشفی رہتی تھی کہ ہر آنے والے کو اپنی مرض سے شفا کی امید ہو جاتی تھی۔

مومن نے چونک کر انکی جانب دیکھا تھا۔ ہر جانب عجیب ٹھنڈی میٹھی لہریں اٹھنے لگیں تھیں کہ اس کو اپنے اندر کی سلگتی تلخی کم ہوتی لگ رہی تھی۔

جب تک ہم یہاں اس دنیا میں موجود ہیں ہم پر توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوتا ہے اور توبہ تو ہر عبادت کی پہلی سیڑھی ہے۔

توبہ کرو سچے دل سے کرو...... وہ تمہاری پُکار ضرور سُنے گا کیونکہ صرف وہ ہی سُننے والا ہے۔ وہ دھیمے سے بولے تھے۔

پیر صاحب لیکن پھر بھی میرے لئے دعا کیجئے گا۔ مومن نے سسکتے ہوئے کہا تھا۔

مومن! پہلی بات تو یہ ہے کہ میں ''کوئی پیر وغیرہ نہیں ہوں''۔ جس طرح ہر فیلڈ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے مقرر کئے ہوتے ہیں۔ ہم تو صرف اس کے بندے ہیں۔ اُسکی طرف سے جو کام الاٹ ہو گا وہ کر لیں گے۔ جس طرح ڈاکٹر مریض کو اُسکے علاج کے لئے گائیڈ کر کے جسم کے درد کو دُور کرنے میں مدد دیتا ہے شفا ڈاکٹر کے ہاتھ میں تھوڑی ہوتی ہے وہ تو دکھ دینے والے کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اسی طرح روحانیت میں بھی ہم صرف مدد کرتے ہیں روح کے دُکھ کو دُور کرنے کے لئے شفا تو اسی ذات باکمال ہی ہاتھ میں ہے۔

میں کوئی پیر فقیر نہیں ہوں۔ میں بھی عام بندے کی طرح ہوں۔ بس وہ مجھ سے راضی رہے۔ اُسکی رضا کیلئے بھی جیتا ہوں اور یہ کوئی معجزہ تھا تو ضرور تھا۔ مومن نے اپنے آپ کو زندگی کی جانب پلٹتے پایا تھا۔ اچھی صحت مند غذا اور پاکیزہ ماحول نے اس کو صحت کی جانب واپس لوٹانا شروع کر دیا تھا۔ یہ کوئی مومن سے پوچھتا کہ اس کا ہر ہر لمحہ توبہ اور صرف توبہ میں گزرتا تھا۔ وہ اپنے بڑے گناہ کو جانتا تھا لیکن اس سے بھی زیادہ وہ اس کی بڑی رحمت کو بھی جان گیا تھا۔

''قاسم علی! عمر کی نقدی لگتا ہے اب ختم ہونے کو ہے۔ جانے کب بھولا شام کو گھر کا راستہ پائے گا۔ ماسٹر عبدالکریم نے اپنی اکھڑتی سانسوں پر قابو پا کر تاسف سے کہا تھا۔

اگر انسان اِک بار جان لے کر متکبر ذات صرف اس کی ہے تو وہ کبھی بھی ایسی بھول نہ کرے۔ اِے اللہ تو ذات پاک بے نیاز ہے تو مجھ کو بھی معاف کر دے۔ میرے دل سے اس گندگی کے ڈھیر کو صاف کر دے اور خود بس جا اس میں میں نے بہت بڑا ظلم کمایا ہے تو مجھ کو معاف کر

دے“

ماسٹر عبدالکریم نے بے چینی سے ادھر ادھر سر مارتے ہوئے کہا تھا۔ قاسم علی نے بے بسی سے اُن کو دیکھا تھا۔

”صابرہ بی بی بہت اچھی رہی“ وہ بول رہے تھے ساری عمر پُرسکون۔ اس نے ایسا بویا کہ کاٹنا مشکل ہو جائے اور آخری سانس تک وہ اس سے راضی رہی اور وہ اس سے راضی رہا۔ دونوں اک دوسرے سے خوش تھے۔ اسی لئے تو وہ میری طرح بے چین نہ رہی تھی۔ اس نے تو وہ بلند مقام پالئے تھے۔ جس پر میں مالک نہ ہوتے ہوئے بھی بڑے بڑے بول بول کر اپنے مالکانہ حقوق جتاتا تھا۔

بڑا سیدوں کا خاندان یا بزرگی ہم نے اپنا کیا کھاتہ کھولا اور کیا بھرا کیا کاٹا اور کیا جمع حاصل ہوا؟

یہ نہ جانا دوسرے کے مرتبے کے میڈل خود پر سجا کر بڑے بول بولنے والے جھوٹے رہتے ہیں

ماسٹر عبدالکریم کی سانس بے ترتیب ہونے لگیں تھیں لمبی بات کرکے کہ قاسم علی نے دوڑ کر ان کو پانی پلایا تھا۔

پانی پی کر وہ چپ نہ ہوئے تھے۔ صابرہ بی بی مرتے تک اک دُعا ہی مانگا کرتی تھیں کہ میرے زاہد کو بلند مقام دے اور اپنے پیاروں میں کر دے اور میں جاہل اس کو بولا کرتا تھا کہ وہ ایک گناہ گار گندے آدمی کو کیسے درجہ دلا سکتی ہے۔ اس وقت کہیں نہ کہیں میرے دل میں ہوتا تھا کہ ساری عمر میں نے نیک عمل کرکے یہاں اس دنیا میں عشرت کمائی ہے تو کیا وہ بے عملا صرف اس کی دعاؤں سے کچھ پالے گا جو زندگی کے ہر ہر گناہ سے آشنا ہو چکا تھا۔

قاسم علی! میرا تکبر میری عبادتوں اور اچھے عملوں کا تکبر مجھے عرش سے فرش پر لے آیا۔ میں نے اپنی جان پہ بڑا ظلم کمایا ہے۔ اب تو جب تک معافی نہیں ملتی میں کیسے......کیونکر پرسکون ہونگا“......ماسٹر عبدالکریم مسلسل بے چینی سے سر ادھر ادھر مار رہے تھے اور قاسم علی نے بے چینی سے ان کو دیکھا وہ ان کے لئے کچھ کرنا چاہتا تھا جس سے وہ پرسکون ہو جائیں۔

”آپ آگئے! کھانا گرم کروں“ قاسم علی گھر میں داخل ہوئے تو ان کی بیوی نے ان سے پوچھا تھا۔

”ہاں......نہیں......“ ......وہ کسی سوچ میں مبتلا تھے“ کیا ماسٹر صاحب کی طبیعت بہت خراب ہے“۔ ان کی بیوی نے ہمدردی سے پاس بیٹھتے پوچھا تھا۔

”ہاں! وہ بہت بے چین ہیں۔ ان کو کوئی کیسے یقین دلائے کہ اللہ بہت درگزر کرنے والا ہے۔ لیکن وہ شاید وہ ہم سے بہتر جانتے ہیں“۔ قاسم علی خود سے شاید ہمکلام تھے۔

”ابو السلام علیکم! کمرے سے نکل کر ان کے بیٹے نے ان کو سلام کیا تھا۔ انہوں نے چونک کر اس کی جانب دیکھا تھا۔ ”وعلیکم سلام کیسے ہو؟“

ٹھیک ہوں۔ ابو میں نے اپنا مائیگریشن یہاں کروالیا ہے۔ کل پرسوں تک میں یہاں جوائن کرلوں گا۔ مومن شہزاد علی نے نہایت ادب سے اپنے باپ کو جواب دیا تھا۔ یہاں یہ ہی درست ہے۔ فیصل آباد بھی اچھی جگہ ہے تم ہمارے پاس ہی علم حاصل کرو۔ میرا خیال ہے کہ تمہارا یہاں پڑھنے کا فیصلہ بالکل درست ہے۔ وہ کسی گہری سوچ میں جاتے ہوئے اس سے مخاطب ہوئے تھے۔

کچھ عرصہ پہلے انہوں نے زبردستی مومن شہزاد علی جو انکا سب سے بڑا بیٹا تھا اسے زبردستی لاہور داخل کروایا تھا کہ وہ وہاں زیادہ اچھے ماحول میں پڑھے گا حالانکہ مومن اور اس کی والدہ اس پر آمادہ نہ تھے لیکن باپ کے ڈر کی وجہ سے وہ وہاں چلا تو گیا لیکن ایک سال بعد ہی ان کو خبر ملی کہ مومن بری سوسائٹی میں مبتلا ہو کر تعلیم پر بالکل توجہ نہ دے رہا تھا لیکن انہوں نے پرواہ نہ کی اس دوران مومن ہاسٹل چھوڑ کر پانچ چھ مہینے کے لئے جانے کہاں غائب ہو گیا تھا جب وہ واپس آیا تو بالکل بدلا بدلا سا تھا۔ انہوں نے بھی بہتر جانا کہ بیٹوں کو باپ کی شفقت اور سرپرستی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اب وہ اس کو اپنی نظروں کے سامنے ہی رکھیں گے اپنے سخت رویے پر نظرثانی ماسٹر عبدالکریم کی باتوں نے ان سے کروائی تھی۔ ابو جان اگر آپ میری بات مانیں تو میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جو اپنی دعا میں بہت اثر رکھتا ہے کیوں نہ ہم ماسٹر صاحب کی ملاقات ان سے کروا دیں۔

مومن نے اتنے دنوں سے اپنے باپ کو اپنے استاد محترم کے لئے پریشان دیکھ کر ان سے کہا تھا۔

قاسم علی نے کچھ سمجھتے نہ سمجھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

سر ہم ملتان اتنی دور صرف آپ کا کچھ وقت لینے آئے ہیں۔ وہ بزرگ بیمار انسان ہیں۔ یہاں تک ہم ان کو لا نہیں سکتے۔ پلیز اگر آپ اپنا کچھ وقت دیں تو ان کو جس آسانی کی تلاش ہے وہ شاید ان کو مل جائے۔ ہم سے ان کی بے چینی دیکھی نہیں جاتی قاسم علی نے کتنی ہی دیر سے سر جھکائے ہوئے اس شخص کو دیکھتے ہوئے آخر اپنی بات کہی تھی۔ جس نے ابھی تک اپنا سر نہ اٹھایا تھا۔

جواب میں جب انہوں نے سر اٹھایا تو قاسم علی نے ان کے چہرے پر کچھ مانوس نقش دیکھے اور پھر کچھ یاد آتے ہی بے چینی سے پہلو بدلا......میرا خیال ہے اب آپکو مزید دیر نہیں کرنی چاہئے۔ اب تو آپ کو ضرور جانا چاہئے۔ قاسم علی کے لہجے میں یقین تھا اور ان کی آنکھوں میں آنسوؤں کی اک جھڑی تھی جس نے انکا پورا چہرہ بھگو دیا تھا۔

قاسم علی ماسٹر عبدالکریم کو پانی پلا رہے تھے۔ آج قاسم صاحب کو انتظار کرتے ہوئے تیسرا دن تھا لیکن وہ نہ آئے تھے۔

قاسم علی......تم کو یہ گلابوں کی خوشبو آرہی ہے۔ ماسٹر عبدالکریم نے انکا ہاتھ روک کر ان سے پوچھا تھا۔ ماسٹر صاحب آپکا وہم ہے۔ آپ یہ دوا کھائیں اور کچھ دیر سونے کی کوشش کریں۔

قاسم علی جانے آج موسم کیوں خوشگوار ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ آج مجھے بڑی پُرسکون نیند آئے گی۔ ماسٹر عبدالکریم نے آہستگی سے کہا تھا۔

کون؟ ماسٹر عبدالکریم نے فوراً آنکھیں کھول دیں تھیں۔ حالانکہ وہاں ہوا کے دوش پر ہلکی سی آہٹ آئی تھی۔

”قاسم علی دروازہ کھولو میرے کان بہت مانوس قدموں کی چاپ رہے ہیں“۔ ماسٹر عبدالکریم نے بے چینی سے اٹھنے کی کوشش کی تھی۔

قاسم علی نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا تھا۔

”زاہد!“ ماسٹر عبدالکریم کے ہونٹ دھیمے سے کپکپائے تھے۔ آنکھوں میں بے یقینی تھی۔

زاہد! تم.........ان کی سانسیں کسی دھونکنی کی طرح چلنے لگیں تھیں۔ زاہد ان کے پیروں سے لپٹا رو رہا تھا۔ مجھے معاف کردیں بابا جانی پلیز مجھے معاف کردیں۔ زاہد نے ان کے پیروں پر بوسہ دیتے ہوئے کہا تھا۔ ”یہ زاہد منیر ہے ماسٹر جی میں نے جس بزرگ اور بلند مقام والی شخصیت کا ذکر کیا تھا جن سے میری ملاقات ملتان میں ہوئی تھی۔ یہ وہ ہیں۔ قاسم علی نے ان سے کہا۔ ہماری گزارش پہ ملتان سے اتنی دور کا سفر کرکے یہاں فیصل آباد آئے ہیں۔“

”قاسم علی! اس سے کہو بس کرے میرے پاس آئے میرے سینے سے لگے“ ماسٹر عبدالکریم نے اشارے سے زاہد کو اپنے پاس بلایا۔ وہ بہت نقاہت محسوس کر رہے تھے۔

زاہد کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اپنے بوسوں اور آنسوؤں سے ان کا لمس اندر اتار لے۔

زاہد! تم جانتے ہو تم نے بہت انتظار کروایا۔ نہیں بلکہ اس نیک بخت کے کامل ایمان نے مجھے بہت انتظار کروایا۔ اس کی دعا کے یقین کامل نے

”میں نے بس اس کی یہ دعا پوری ہوتے دیکھنی تھی۔“ اک گناہ گار کو مومن اک چور کو قطب بنتے میں نے دیکھنا تھا۔ زاہد تو بڑا خوش قسمت ہے۔ تو اس کے پیارے بندوں میں شامل ہو گیا ہے“!

”قاسم علی دیکھو اک ماں کے دعاؤں کے یقین نے لاحاصل سے بھی حاصل کرلیا“۔ وہ دھیرے سے مسکرائے تھے اور اسی طرح دھیرے سے انہوں نے آنکھیں بند کی تھیں۔ ان کے چہرے پر بے انتہا سکون تھا۔ وہ سکون جس کی چاہ میں وہ بہت بھٹکے تھے بہت تڑپے تھے۔

بات صرف ماننے کی ہے۔ کوئی منکر ہو کر کیسے پائے گا۔ آج جب وہ ماننے والوں کی لائن میں جا کھڑے ہوئے تو وہ پالیا جس کی راہ میں بھٹکا گھر کا راستہ بھول گیا تھا۔

زندگی کی شام کے اترنے سے کچھ لمحے پہلے وہ راستہ مل گیا تھا!

سیدہ تمکین فاطمہ

Tips to control your anger

کیا آپ منہ پھٹ، غصیلے اور منہ زور ہیں

آیئے ناگوار غصے کا ناخوشگوار بوجھ کم کرتے ہیں

مخالفت اور غصہ ہمیشہ ہی مہلک ثابت ہوتا ہے' ہماری غصیلی' طنز گو' شکی' بے اعتباری طبیعت کے پیچھے جو قوت کارفرما ہے وہ درحقیقت دوسروں پر عدم اعتماد ہے۔ اگر ہم یہ بات تسلیم کر لیں کہ دوسرے ہمارے ساتھ mistreat کرسکتے ہیں تو ہم کبھی کبھار' کبھی کسی سے ناامید ہوں گے۔ اور کیا ہے کہ ہم ہی تو اکثر دوسروں کو ناامید کرتے ہی رہتے ہیں۔ یہ ناامیدی غصہ پیدا کرتی ہے اور ہمیں جارحانہ ردعمل کا مظاہرہ کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔

جب کوئی ہماری مرضی پر نہیں چلتا اور اپنی سی کرتا ہے اور یہ اپنی سی کرنے والے ہمارے بزرگ بھی ہوتے ہیں' جب یہ ہمارا نکتہ نظر سننے' سمجھنے سے پہلے ہی ہمیں احمق اور نادان سمجھتے ہیں اور ان بزرگوں کی اولاد بھی' جو سمجھتے ہیں کہ ان بڑوں کے دماغ بھی جسم کے ساتھ ساتھ Expire ہونے والے ہیں۔ بہرحال' جب کوئی ہماری نہیں مانتا تو ہم بے بسی کے ساتھ ساتھ غصے اور نفرت سے بھر جاتے ہیں اور ایسے میں ایڈیٹر بھیا کہتے ہیں کہ ''اللہ جی نے سب کے ماڈل الگ الگ بنائے ہیں' ان میں پروگرام بھی الگ الگ ڈالے ہیں' ایسے میں کوئی سب کو کیونکر غصے اور جبر سے ایک جیسا بنا سکتا ہے۔''

ایک منہ پھٹ' طنز گو' غصیلے شخص کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ لوگوں اور اُن کے کاموں کے بارے میں شک وشبہ کا شکار رہتا ہے۔ مثال کے طور پر ایسا ایک شخص سکول' کالج کے یا کسی بھی فنکشن میں شریک ہے' اور اسکی نظر کسی سیٹ پر ہے جہاں وہ بیٹھنا چاہتا ہے مگر اس سے پہلے کوئی اور اس سیٹ پر بیٹھ جائے تو وہ فوراً سے پہلے بدگمانی کی زد میں آ جائے گا کہ یہ ضرور مجھے اس طرف بڑھتا دیکھ کر بیٹھا ہے۔ کیا یہ کہیں اور نہیں بیٹھ سکتا تھا؟ آخر یہ یہاں کیوں بیٹھا ہے؟ ہم میں سے کوئی یہ نہیں سوچتا کہ وہ شخص اس بات سے لاعلم بھی تو ہو سکتا ہے کہ کوئی اور بھی اس سیٹ کا امیدوار ہے یا یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ شخص وہیں سے اٹھ کر گیا ہے اور ابھی لوٹا ہے۔

ہم اس شخص کے وہاں بیٹھنے کی وجہ سے لاعلم ہیں پھر بھی چند لمحوں میں ہم انجانے لوگوں اور ان کے نامعلوم رویوں کے بارے میں معاندانہ خیالات کا ہجوم جمع کر لیتے ہیں۔

اگر آپ ایسے ہی hostile دل کے مالک ہیں تو آپ کے لئے ضروری اور بہتر ہے کہ آپ اپنا غصہ کم کرنا سیکھیں۔ کسی بھی ایک صورتحال میں آپ کے جارحانہ رویے کا سراغ اس سوال سے لگایا جا سکتا ہے۔ 'اس بات (رویے) سے میرا کیا مقصد ہے؟'

اس سوال کا جواب اگر آپ خود کو یہ دیتے ہیں کہ آپ مقابل کو سبق سکھانا چاہتے ہیں' اس کی حرکت پر آپ اس کو سزا دینا چاہتے ہیں تو اس کا سیدھا سادہ مطلب یہی نکلتا ہے کہ آپ جارحانہ رویے کے مالک ہیں اور یہ بالکل ممکن ہے کہ آپ خود میں جارحیت کا عنصر کم کر لیں۔ زیادہ trusting بن سکیں اور اپنی خوشی کی راہ میں اپنے ہاتھوں سے رکھے پتھر خود ہی ہٹا لیں۔ بھیا لکھتے ہیں کہ زندگی میں کوئی خوشی' کوئی رشتہ' کوئی جذبہ بھی مستقل نہیں ہوتا' ان کے بھی پاؤں ہوتے ہیں' ہمارا سلوک اور رویہ دیکھ کر کبھی یہ دوڑ کر قریب آ جاتے ہیں اور کبھی آہستہ آہستہ دور چلے جاتے ہیں۔

ایک trusting heart develop کرنے کے لئے خوشی اور سکون کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ ہم دوسروں پر بے اعتمادی اور بے اعتباری گھٹائیں۔ غصے کی کثرت اور شدت گھٹائیں اور کنٹرول کریں۔ اور دوسروں کے ساتھ نرمی اور مروت سے پیش آئیں' یہاں پر آپکی مدد کے لئے کچھ Tips ہیں۔

1- Acknowledge the problem

پہلا کام جو آپ نے کرنا ہے وہ یہ ہے کہ غصے کی حقیقی وجہ تلاش کریں۔ آخر آپ کو غصہ کیوں اور کب آتا ہے' یعنی اس کی وجہ کیا ہوتی ہے۔ پرابلم Solve حل کرنے کے لئے اپنی مدد آپ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے کسی قریبی دوست یا عزیز کی مدد لیں کہ وہ آپ کے غصے کی وجوہات تلاش کرنے اور ان کے تدارک میں آپکی مدد کرے۔

2- Challenge Yourself

جب آپ پر غصے کی لہر آئے' انتظار کا کٹھن اور جان لیوا مرحلہ درپیش ہو' کوئی آپ کو' آپ کے متعلقین کو برا بھلا کہہ کر آپ کے ضبط اور صبر کا امتحان لینے کے درپے ہو تو خود کو challenge کریں کہ آپ نے غصے میں نہیں آنا۔ یہ شخص آپ کو غصہ دلا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں' خود کو challenge کریں اور challenge پورا کرنے کی کوشش کریں۔ دل و دماغ کو یہ یقین رکھیں کہ کوئی آپ کو آپکی مرضی کے خلاف استعمال نہ کر سکے گا۔ آپ اور آپ کی تمام صلاحیتیں اور تمام جذبات آپ کے اپنے اختیار میں ہیں اور آپ کی Power of tolerance کوئی نہیں چھین سکے گا۔ عقل اور ہوش سے کام لینا آپ کو نہ صرف ماحول سے مطابقت قائم رکھنے میں مدد دے گا اور اگر آپ ایسے کڑے لمحے میں تھوڑا سا مسکرانے کی ہمت بھی کر لیں تو offendor کے ہوش بھی اڑ سکتے ہیں۔

3- Think like the other guy

اپنی سوچنے کی قوت اور صلاحیت کو اپنی شخصیت سے بالکل الگ کر کے اسے اپنی ہی شخصیت کے خلاف بروئے کار لائیں۔ اس طرح آپ اس شخصیت کا (جو درحقیقت آپ ہی کی ہے) نکتہ نظر اور رویہ دوسروں کی نظر سے دیکھ سکیں گے۔ زیادہ تر cases میں آپ اپنے غصہ کی کوئی معقول وجہ تلاش نہیں کر سکیں گے۔ آپ کو محسوس ہوگا کہ یہ تو درحقیقت غصہ ہونے کی کوئی بات یا موقعہ ہی نہیں تھا۔

جتنی تیز چبھتی' خامیاں نکالتی نظر ہم دوسروں کی اچھائیوں' برائیوں کے لئے رکھتے ہیں۔ اگر ایسی ہی یا چلیں اس سے کچھ کم نکتہ چیں نظر ہم اپنے رویوں' عادات واخلاق اور way of thinking پر ڈالیں تو ہم پر بڑے حیرت انگیز انکشافات ہوں گے۔ سب کے ساتھ ہوں نہ ہوں' ہمیں کم از کم خود اپنے ساتھ تو Fair ہونا ہی چاہئے اور اپنے ساتھ ہمارا اخلاص یہی ہوگا کہ ہم اپنی خوبیوں کے ساتھ ساتھ خامیوں کو بھی نظر میں رکھیں اور چھوڑنے کی کوشش کریں' جب ہم اپنی خامیاں ترک کر دیں گے تو اپنے ہی نہیں مخلوقِ خدا کے بھی بھلے کا باعث بنیں گے۔

4- Be Careful and Sympathetic

بعض باتیں' رویے یا عادتیں ہمارے لئے بہت ناپسندیدہ ہوتی ہیں اور ان کا مظاہرہ کرنے والے کے خلاف دل خود بخود ہی غصے سے بھر جاتا ہے۔ کوئی توقع پر پورا نہ اترے' کوئی دل توڑ دے تو ایسے میں بہتر یہ ہے کہ غصے کی فصل اگانے کی بجائے ناپسندیدہ عادات رکھنے والے کے لئے ہمدردی سے سوچنا چاہئے۔ کبھی ہم یہ طے کر لیتے ہیں کہ ہم کسی خاص شخص کے ساتھ ایسا ایسا سلوک کریں گے (اب یہ سلوک اچھا بھی ہو سکتا ہے اور برا بھی) تو یہ reaction ہوگا۔ رزلٹ اگر توقع کے برعکس ہو تو ہم غم و غصے میں گھر کر کوئی جذباتی یعنی احمقانہ قدم اٹھانے کے بارے میں سوچنے لگتے ہیں۔ اس کی بجائے ہمیں خود کو اسکی جگہ پر رکھ کر اس کے دل سے سوچنا چاہئے' کہ ہم اسکی جگہ ہوتے تو ایسی صورتحال میں کیا کرتے۔ بھیا کہتے

ہیں دوسروں کی محرومی اور کمی کو دل کی آنکھ سے دیکھو' وہ جلد پہچان لیتی ہیں۔ اور یہ بھی کہ دوسروں کے دکھ کو محسوس کیے بغیر نیکی' خیر اور ہمدردی کا پودا لگ تو جاتا ہے مگر خوشبو دیتا ہے نہ قد آور ہوتا ہے اور دھمکیوں سے لوگ کبھی اچھے نہیں ہوتے' تبدیلی ہمیشہ محبت کی زمین میں اگتی ہے۔

5- Laugh at Yourself

اگر ہم خود ہی اپنی Suspicious نیچر کا مذاق اڑانے کا حوصلہ کرلیں تو اِس سے بھی غصہ کی شدت کم ہوسکتی ہے۔ مزاح آپکی بداعتمادی اور بڑھتے ہوئے غصے کو کم کرنے کی بہترین حکمتِ عملی ہے۔ ماضی کے کچھ ایسے واقعات یاد کریں جب آپ نے نہایت خوفناک غصیلے ردعمل کا مظاہرہ کیا تھا' مثال کے طور پر آپ کے روم میٹ نے آپ کا ناول یوز کر کے یونہی کول کر کے پھینک دیا ہو یا ایسا ہی کوئی اور واقعہ ہو جب آپ کا ٹیمپر لوز کر گیا ہو تو ایسا کوئی واقعہ یاد کر کے اسے قدرے خوش مزاج' ہنسوڑ شخص کی نظر سے دیکھنے کی کوشش کریں کہ جب آپ نے اتنا فساد مچایا وہ تو درحقیقت نہایت بے ضرری بات تھی۔

6- Practice Trust

کسی پر اعتماد کرنے کا موقع تلاش کریں' لوگ اس قدر ناقابلِ اعتبار بھی نہیں ہوتے۔ اعتبار' اعتماد کیا جائے تو عام طور پر وہ پورا اترنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بھیا کا خیال ہے کہ ہم دوسروں کو راحت' عزت' وقعت اور سہولت دینے پر آمادہ ہو جائیں تو خوشی کے سارے کنول کھل اٹھتے ہیں۔ اس کے برعکس جو زندگی کی کڑواہٹ بڑھاتے ہیں' انہیں جواب میں بھی اکثر وہی چیز ملتی ہے جو انہوں نے دوسروں کے لئے رکھی ہوتی ہے۔ دوست ہوں یا Co-workers یا Servants ہی ہوں آپ کے اعتماد کا اظہار انہیں مجبور کر دے گا کے وہ آپ کے اعتماد پر پورا اتریں۔

7- Assert Yourself Positively

ہم میں سے کوئی بھی بدسلوکی سے غصیلا شخص بن سکتا ہے فرق صرف اتنا ہوگا کہ کسی کو غصہ دلانے کے لئے بدسلوکی کی بڑی مقدار درکار ہوگی اور کسی کے غصے کے بارود کے لئے ایک چنگاری ہی کافی ہوگی۔ اگر غصہ دلانے والے شخص سے آپ avoid کر سکتے ہیں تو اسے چھوڑ دیں۔ اگر وہ کوئی ایسا فرد ہے جس سے آپ چاہنے کے باوجود گریز اختیار نہیں کر سکتے تو پھر آپ درگزر سے کام لیں۔ اور بغیر کسی اضافی جذبے یعنی غصے کے مکمل سکون سے یہ جاننے کی کوشش کریں کہ اس کے رویے میں ایسی کیا بات ہے جو آپ کو تنگ کر رہی ہے۔ کیا آپ کے رویے میں کوئی ایسی کجی یا خامی تو نہیں جو دوسرے کو misbehave پر مجبور کر رہی ہے۔

8- Practice Forgiveness

آزردگی اور انتقام کو رد کرنے سے آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ غصے کا ناگوار اور ناخوشگوار بوجھ آپ کے کندھوں سے ہٹ گیا ہے۔ اور آپ کو آپ کے ساتھ ہونے والی زیادتیاں بھولنے میں مدد دے گا۔ ایڈیٹر بھیا کہتے ہیں مسائل کی ہر وقت تسبیح کرنا' انہی پہ سوچنا اور کڑھتے رہنا زندگی کا معمول بن جائے تو اپنی ہی نہیں ساتھ والوں کی بھی زندگی تنگ ہو جاتی ہے۔ سچ ہے کہ دنیا میں کوئی ایک بھی ایسا غم نہیں' جس پر زندگی قربان کر دی جائے۔ کتنا اچھا ہو کہ ہم دنیا میں رہیں مگر دنیا کی پریشانیاں اور مسائل عادت اور خوف بن کر ہم میں نہ رہیں جیسے کشتی پانی میں رہے اور پانی کشتی میں نہیں۔ خوشگوار باتوں کو بھلانے اور ناخوشگوار باتوں کو یاد رکھنے والے خوشی سے محرومی کے مستقل اسباب خود ہی پیدا کر لیتے ہیں۔

اس عزم مصمم کے باوجود کہ اب آپ نے غصہ نہیں کرنا اور خود کو اور دوسروں کو پریشانی اور مصیبت میں نہیں ڈالنا' آپ بسا اوقات یہ محسوس کریں گے کہ آپ recentment اور aggression سے پھٹنے کو ہیں۔ لیکن کوشش جاری رکھیں' ان تجاویز پر عمل کرنے سے وقت کے ساتھ ساتھ آپ اچھے اور بہتر نتائج کا سامنا کریں گے۔ جب تک ہم خود کو خود ہی تبدیل کرنا نہیں چاہیں گے کوئی بھی ہمیں تبدیل نہ کر پائے گا۔ دوسروں پر اعتماد کرنا سیکھنے سے' ان سے اچھا سلوک کرنے سے اور گئی گزری باتوں پر واویلا مچانا چھوڑ دینے سے آپ خود پر غصے کے مضر اثرات کم کرتے کرتے ختم کرلیں گے۔

ایڈیٹر بھیا کہتے ہیں کہ ہم ہمیشہ ایک ہی وقت میں جگہوں' واقعات اور حالات سے نفرت بھی کر سکتے ہیں اور محبت بھی۔ یہ اہلیت تو ایسی ہے جو کمپنی کی بنائی ہوئی ہر مشین میں ہوتی ہے بس سارا قصور تو سوچنے اور فیصلہ کرنے کا ہوتا ہے۔ پریشانی ایک ہو یا ایک ہزار اس سے کوئی جان سے نہیں جاتا' پیپر اچھا نہیں ہوا' دوبارہ ہو جائے گا' کھانا جل گیا پھر پک جائے گا' کچھ کٹ گیا جڑ جائے گا' گاڑی گزر گئی دوسری آ جائے گی۔ چھپکلی اپنی کٹی ہوئی دم بھول جاتی ہے اور باقی زندگی اس کو بھلا کر گزارتی ہے' کبھی کسی کم عقل چھپکلی کو اپنی کٹی دم کے اردگرد حسرت سے چکر لگاتے یا سوگ مناتے دیکھا ہے؟ پریشانی چھوٹی ہو یا ناکامی بڑی' اسے سنبھال سنبھال کر رکھنے سے کچھ ملنے والا نہیں ہوتا۔ البتہ دل و دماغ کے جس جس گوشے میں محفوظ ہوتی ہے' تیزاب بن کر اپنے ہی رکھنے والے برتن کو نقصان پہنچاتی ہے۔

جب ہم اپنے دکھ صرفِ نظر کرنے کی کوشش کریں گے اور غصے کو ترک کر دیں گے تو ہم خود کو ایک بہت بہتر' زندہ دل اور خوش مزاج شخص کی صورت میں پائیں گے۔

آپ لکھنے بیٹھنے ہیں تو ایک بات ہماری بھی سُنیے

آپ پھول میں خط لکھ رہے ہیں۔ اچھی بات! کوئی تحریر لکھنے بیٹھے ہیں' تصویر بھجوانے لگے ہیں۔ ضرور! ہمیں پڑھ کر اور چھاپ کر خوشی ہو گی مگر یہ مت بھولیے جن تحریروں پر آپ کے مکمل نام اور پتے نہیں لکھے ہوتے' انہیں انعام نہیں ملتے' انہیں شائع بھی نہیں کیا جاتا۔ اس لیے بھولیے گا مت۔ خط ہو یا تحریر آغاز سے قبل صفحے کے دائیں جانب اپنا پورا نام اور پتہ لکھیے۔ یہ پتہ آپ ہی کا ہے اور آپ ہی کا رہے گا اشاعت کے لیے نہیں ہوتا۔ جواب کے لیے رابطے یا انعام کے علاوہ منی آرڈر بھجوانے کے کام آتا ہے ریکارڈ میں محفوظ ہوتا ہے۔ تصویر کے پیچھے بھی نام و پتہ ضرور لکھیں صفحے کے دونوں جانب کسی صورت مت لکھیے۔ حاشیہ ضرور چھوڑیں۔ ہر کام اور کالم کے لیے صفحہ الگ الگ استعمال کریں۔ اسی صفحے پر بھیا کے نام خط بھی ہو' نظم بھی' لطیفہ بھی اور سوال بھی۔ ان میں سے اکثر کچھ بھی نہیں شائع ہو پاتا۔ جواب طلب معاملہ ہو تو جوابی لفافے پر پتہ لکھ کر اپنے خط کے ساتھ منتھی کر دیں۔ چٹوں یا صفحے کاٹ کاٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں لکھنا بھی بہت غیر مفید ہوتا ہے وہ بھی کسی طور نہیں شائع ہوتا۔ اسی طرح پھول پر تبصرہ کرنا آپ کا حق ہے مگر صرف یہ لکھنا کہ کہانی اچھی لگی یا بُری کافی نہیں ہے اپنی رائے کو پہلے سوچیے پھر خوب صورت دلائل اور دلی کیفیت سے اظہار کیجیے۔ کہانی یا تحریر کے اچھے' مضبوط اور کمزور پہلوؤں پر ڈالی گئی روشنی ہی تحریر کی خوب صورتی ہوتی ہے۔ اپنے آپ کو اس سے محروم مت کیجیے۔

سائنس کے سوالات ہوں یا Let;s Share کے مسائل الگ صفحات پر نام و پتے کے ساتھ اور اس اعتماد سے لکھیں کہ وہ واقعی سوال ہوں' مسئلہ ہوں' جواب ضرور ملے گا۔ گھسے پٹے پہلے سے چھپے سوالات کرنے سے نہ مزہ آتا ہے نہ فائدہ ہوتا ہے۔ سوال وہی اچھا ہوتا ہے جس کو جاننے کو آپ کا دل چاہے آپ واقعی اس پر سوچنے اور یاد رکھنے پر آمادہ ہوں۔ خانہ پری کے سوالات یا سنی سنائی بات پر سوال کالموں کے حصہ نہیں بنتے تو پھر آپ دکھی ہوتے ہیں۔ Let;s Share میں آپ کسی بھی طرح کے مشورے' رہنمائی کے لیے رجوع کریں۔ مسئلہ پریشانی گھر کی ہو' سکول کالج کی' دوستوں کی' زندگی کی کسی نادانی کی' ذہنی' کسی کی شکایت' پورے اعتماد سے Share کریں۔ اگر چھاپنے والی نہ ہوئی تو جوابی لفافہ ساتھ بھیجیں گھر پر جواب دینے کی بھی صورت ہو سکتی ہے۔ پھول میں اپنے قارئین اور ساتھیوں کی کونسلنگ نیکی سمجھ کر کی جاتی ہے۔

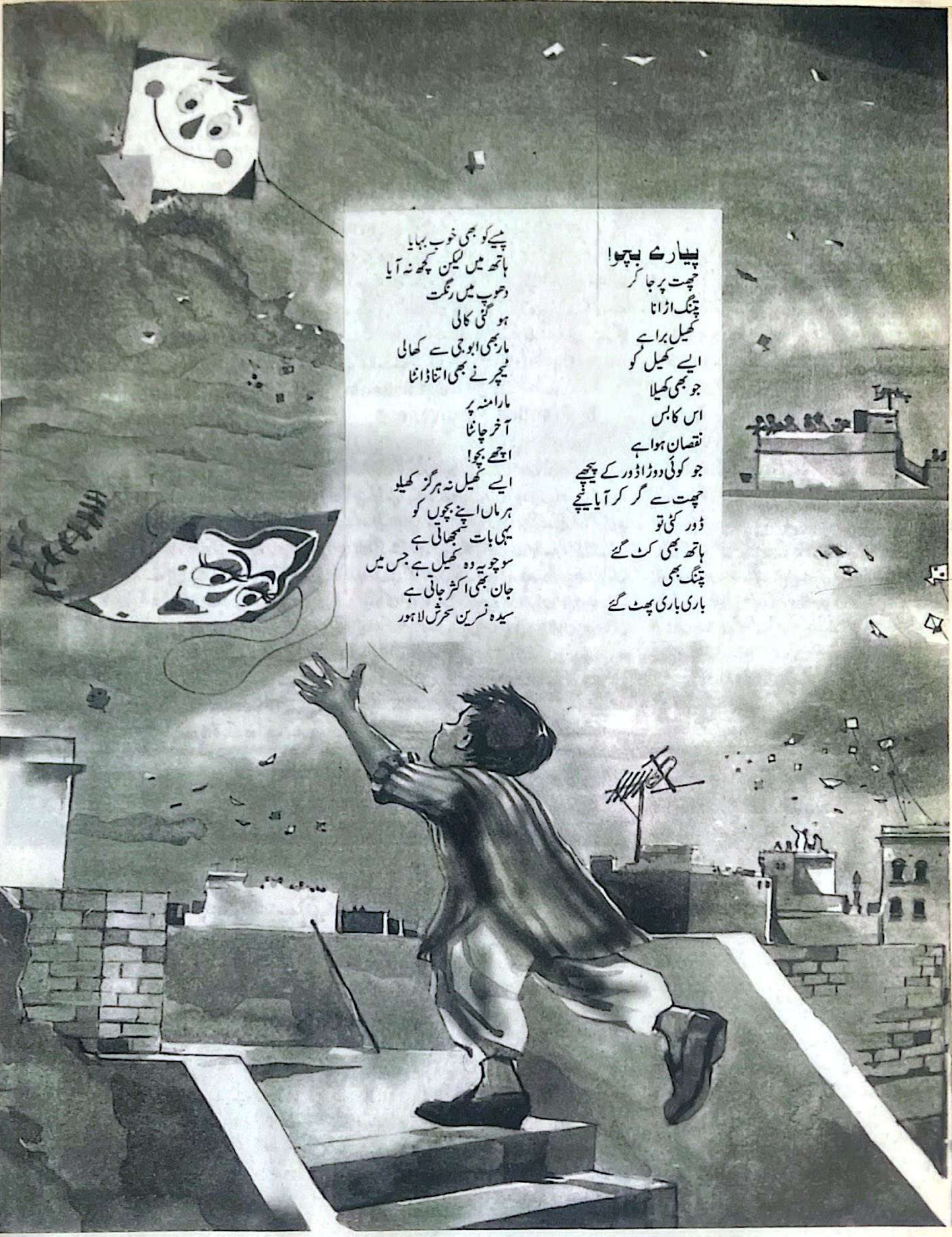

پیارے بچو!
چھت پر جا کر
پتنگ اڑانا
کھیل برا ہے
ایسے کھیل کو
جو بھی کھیلا
اس کا بس
نقصان ہوا ہے
جو کوئی دوڑا ڈور کے پیچھے
چھت سے گر کر آیا نیچے
ڈور کٹی تو
ہاتھ بھی کٹ گئے
پتنگ بھی
باری باری پھٹ گئے
پیسے کو بھی خوب بہایا
ہاتھ میں لیکن کچھ نہ آیا
دھوپ میں رنگت
ہو گئی کالی
مار بھی ابو جی سے کھالی
ٹیچر نے بھی اتنا ڈانٹا
مارا منہ پر
آخر چانٹا
اچھے بچو!
ایسے کھیل نہ ہرگز کھیلو
ہر ماں اپنے بچوں کو
یہی بات سمجھاتی ہے
سوچو یہ وہ کھیل ہے جس میں
جان بھی اکثر جاتی ہے

سیدہ نسرین سحرش لاہور

فرحان جاوید فیصل آباد

انٹرنیشنل ون ڈے رینکنگ

آئی سی سی نے نئی ون ڈے رینکنگ کا اعلان کیا ہے جس کے مطابق آسٹریلیا کی ٹیم 128 پوائنٹ کے ساتھ پہلے نمبر پر۔ جنوبی افریقہ کی ٹیم 124 پوائنٹس کے ساتھ دوسرے نمبر پر' پاکستانی ٹیم زمبابوے کے خلاف سیریز جیتنے کے بعد 115 پوائنٹ کے ساتھ تیسرے نمبر پر آ گئی ہے سری لنکا کی ٹیم 114 پوائنٹس کے ساتھ چوتھے' انڈیا 103 پوائنٹس کے ساتھ پانچویں' ویسٹ انڈیز 99 پوائنٹس کے ساتھ چھٹے' انگلینڈ 96 پوائنٹس کے ساتھ ساتویں' نیوزی لینڈ 91 پوائنٹس کے ساتھ آٹھویں' زمبابوے 66 پوائنٹس کے ساتھ

نویں' کینیا 22 پوائنٹس کے ساتھ دسویں اور بنگلہ دیش 10 پوائنٹس کے ساتھ گیارہویں نمبر پر ہے۔

پہلا انٹرنیشنل پولیس فائٹ کمپٹیشن

کھیلوں کی دنیا میں جہاں نت نئے کھیل قوانین وضوابط متعارف ہوتے رہتے ہیں۔ وہاں حال ہی میں نظریہ ضرورت کے تحت ایک نیا کھیل پولیس فائٹ مقابلوں کا آغاز کیا گیا ہے۔ جس میں فرانس' ویت نام' تھائی لینڈ' قازقستان' جرمنی اور امریکہ کی ٹیمیں حصہ لے رہی ہیں۔ اس کھیل میں کھلاڑی صرف گھٹنوں سے حملہ اور دفاع کرے گا۔ یہ کھیل تین راؤنڈ پر مشتمل ہوگا۔ اب اس کیلئے کھلاڑیوں کے گھٹنوں کا مضبوط ہونا ضروری ہوگیا ہے جبکہ قدیم روایات کے مطابق اس کھیل کے شواہد قبل از مسیح میں بھی ملتے ہیں۔ ماہرین کے مطابق ہتھیاروں کے استعمال سے قبل دوبدو لڑائی میں ہاتھوں اور دانتوں کے استعمال کے علاوہ گھٹنوں کا استعمال کیا جاتا تھا۔ اب دوبارہ اس کھیل کو آرگنائز کیا جارہا ہے۔

ورلڈ کپ

آجکل یہ بات ہرزبان پر عام ہے کہ کیا پاکستانی کرکٹ ٹیم ورلڈ کپ کیلئے ہارٹ فیورٹ ہے؟ یہ ایک سوالیہ نشان ہے جسکو سمجھنا آسان بات نہیں ہے۔ پاکستان' آسٹریلیا' جنوبی افریقہ اور ہندوستان کی ٹیمیں فیورٹ بھی جارہی ہیں۔ لیکن جہاں تک پاکستان کی ٹیم کا تعلق ہے تو اس میں ابھی بھی بہت سی خامیاں موجود ہیں۔ 1999ء کا ورلڈ کپ پچھلی صدی کا قصہ ہے اس ٹیم کے کئی کھلاڑی اب قومی منظر سے ہٹ چکے ہیں۔ گو کہ سعید انور وسیم اور وقار ٹیم میں ہیں لیکن انکا کیریئر ختم ہونے کو ہے۔ انضمام الحق کی ایڑی میں تکلیف ہو تو ٹیم میں انکا کوئی متبادل نہیں یوسف یوحنا کے کندھے میں تکلیف ہو تو ٹیم 53 اور 59 رنز پر آؤٹ ہونے لگتی ہے۔ لیکن اگر کھلاڑی ہوں بھی سہی پھر بھی دو تین سے کیا فرق پڑتا ہے؟ ہر بار ہی اچھے اوپننگ پیئر کا مسئلہ ہوتا ہے جواب تک حل نہیں ہو سکا۔ ورلڈ کپ میں کیا ہوگا کیا پاکستانی ٹیم ان حالات میں فائنل راؤنڈ تک پہنچ سکتی ہے اسکا جواب کون دے گا۔ کپتان وقار یونس' کوچ رچرڈ پائی بس' چیف سلیکٹر یا خود جنرل توقیر ضیا شاید کوئی جواب نہ دے سکے۔ لیکن عوام کی پھر بھی دعائیں ان کے ساتھ ہے۔ لیکن دعا کے ساتھ دوا بھی تو ہونی چاہئے تب ہی مریض جلدی صحت یاب ہوسکتا ہے

آسٹریلوی وزیراعظم کا بیان

آسٹریلیا کے وزیراعظم نے کہا ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ انگلینڈ ایشز سیریز کی اصلی ٹرافی کے حق سے دستبردار ہو جائے اور ٹرافی ہمارے حوالے کردے انگلینڈ کی کرکٹ ٹیم اگر اسکو ہمارے حوالے کر دے تو وہ زیادہ جذبے سے اسکو جیت کر واپس لے جانے کی کوشش کرے گی۔

لیفٹ ہاف "وسیم احمد" (Hockey Live)

پاکستانی ہاکی ٹیم کے لیفٹ ہاف وسیم احمد کہتے ہیں کہ دنیا بھر میں ہاکی کا کھیل ہی پاکستان کی پہچان ہے۔ جتنے اعزازات ملک کیلئے ہاکی کے کھلاڑیوں نے جیتے کرکٹر اتنی پذیرائی حاصل نہیں کر سکے۔ وسیم احمد کو فیڈریشن آف انٹرنیشنل ہاکی کی طرف سے بیسٹ سینئر پلیئر آف دی ائر کیلئے نامزد کیا گیا ہے انہوں نے کہا کہ وہ اب تک اولمپکس سمیت دو سے زائد انٹرنیشنل میچ کھیل چکے ہیں۔ پہلا میچ مدارس میں جرمنی کے خلاف کھیلا۔ موجودہ انتظامیہ کی کوششوں سے اب انٹرنیشنل کھلاڑیوں کو معیاری کوچنگ مل رہی ہے۔ سڈنی اولمپکس کا سیمی فائنل ایمپائر کے غلط فیصلوں کے باعث ٹیم ہار گئی تھی مزید بتایا کہ پاکستانی ہاکی ٹیم کے کھلاڑیوں کی اس وقت اوسط عمر 25-26 سال ہے اور اسے کسی بھی طرح سے پرانی ٹیم نہیں کہا جاسکتا۔ اب پاکستان میں بھی جونیئر' وائٹ ٹیم بنا کر جونیئرز اور ریزرو کھلاڑیوں کو اہمیت دی جارہی ہے' جس سے ایک دو سال میں ٹیلنٹ کھل کر سامنے آئے گا چولستان اور ڈیزرٹ ریلی

چولستان میں محکمہ سیاحت کی طرف سے ڈیزرٹ جیپ ریلی کا اہتمام کیا جارہا ہے۔ جسکی متوقع تاریخ 2 فروری بتائی جارہی ہے۔ جس میں انٹری فیس رکھی گئی ہے اور پنجاب بھر سے سینکڑوں گاڑیوں کی شرکت متوقع ہے۔ یہ ریلی رحیم یارخاں پیلس سے براستہ چولستان قلعہ دراوڑ' چنن پیر اور قلعہ دین گڑھ سے ہوتی ہوئی وہاں سے آن روڈ ٹورازم موٹل لال سوہانرا نیشنل پارک پر اختتام پذیر ہوگی۔ گورنر پنجاب جو ٹورازم کے چیئرمین بھی ہیں انعامات تقسیم کریں گے۔

گندے جوتے اور بھارتی بیچارے

اتنی گندگی اف توبہ' نیوزی لینڈ کی وزارت نے گندے جوتوں کے ساتھ نیوزی لینڈ پہنچنے پر دو بھارتی کھلاڑیوں کو جرمانہ کی سزا سنائی ہے۔ بھارتی کرکٹر جب اپنی ٹیم کے ہمراہ آک لینڈ پہنچے تو ان کے جوتے کے تلووں میں مٹی لگی ہوئی تھی۔ جس پر ان کو ایک سو ڈالر فی کس جرمانہ کیا گیا۔ یورپ اور دنیا کے بعض ممالک میں جانوروں میں "منہ کھر" بیماری کے بعد نیوزی لینڈ نے اس ضمن میں سخت رویہ اختیار کر رکھا ہے۔ اور اب وہ گرم علاقوں میں پھل پر منڈلانے والی مکھی سے بھی بہت خوفزدہ ہیں۔ اور ان دنوں آک لینڈ شہر کے بیشتر علاقوں پر فن سے جراثیم کش ادویات کا سپرے کیا جاتا ہے۔ تو اس طرح انڈیا والے باہر بھی بدنام اور اندر بھی

لارا ان ہو گیا ہے

ویسٹ انڈیز نے ورلڈ کپ کرکٹ ٹورنامنٹ کے 30 کھلاڑیوں کی فہرست میں سپر اسٹار برائن لارا اور فاسٹ بولر نکسن میکلین کو شامل کیا ہے۔ لارا آئی سی سی چیمپئنز ٹرافی کے دوران ہیپاٹائٹس میں مبتلا ہو گئے تھے۔ میکلین طویل عرصے سے ان فٹ تھے۔ اس ٹیم میں متعدد نئے کھلاڑی شامل کئے ہیں۔

فیفا، پاکستان فٹ بال ٹیم

فٹبال کی عالمی تنظیم فیفا پاکستان میں فٹبال کی ترقی کیلئے ہر سال دو لاکھ ڈالرز کی گرانٹ دے گی۔ اس سے قبل فیفا نے پاکستان کو 10 لاکھ ڈالرز کی گرانٹ دی تھی۔ یہ رقم فٹ بال کے کھیل کے فروغ کیلئے خرچ ہوگی

کھیل اور رشتہ داری

ایشز سیریز کھیلنے میں معروف روائتی حریف انگلینڈ اور آسٹریلیا میں سالا بہنوئی بھی کھیل رہے ہیں۔ جو گراؤنڈ میں رشتہ داری بھول کر ایک دوسرے کو نیچا دکھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ انگلینڈ کے میڈیم پیس باؤلر گریگ وائٹ کی بہن آسٹریلیا کے کیپمین کے نکاح میں ہے

ہاکی چیمپئنز ٹرافی 2004ء

زندہ دلان لاہور 2004ء میں ہاکی چیمپئنز ٹرافی کی میزبانی کریں گے۔ ورلڈ کپ جرمنی میں ہو گا۔ انٹرنیشنل ہاکی فیڈریشن نے 2006ء تک کے ایونٹس کے مقامات کا اعلان کر دیا ہے۔ جس کے مطابق مینز ورلڈ کپ ستمبر 5 سے 17 ستمبر تک جرمنی میں ہو گا۔

(مردوں کا) جبکہ خواتین کا ورلڈ کپ میڈرڈ سپین میں ہوگا۔ چیمپئنز ٹرافی ایونٹس کے مطابق 2004ء میں پاکستان کے شہر لاہور کو چیمپئنز ٹرافی کا ایونٹ دیا گیا ہے۔ پاکستان اس ٹرافی ٹورنامنٹ کا آغاز کرنے والا ملک ہے۔ 2005ء کی ٹرافی ٹورنامنٹ انڈیا میں جبکہ خواتین چیمپئنز کپ اٹلی جبکہ مردوں کا جولائی 2003ء میں جنوبی افریقہ میں ہوگا۔

سٹیو وا آن ٹاپ

آسٹریلوی کپتان سٹیو وا نے سابقہ آسٹریلین کپتان ایلن بارڈر کا ریکارڈ برابر کر دیا ہے۔ ایلن بارڈر نے اپنے کیرئیر میں 93 میچوں میں ٹیم کی قیادت کرتے ہوئے 32 میچوں میں ٹیم کو کامیابی دلوائی۔

جبکہ سٹیو وا نے 43 میچوں میں ٹیم کی قیادت کرتے ہوئے 32 میں فتح حاصل کی۔ (یہ ریکارڈ ٹیسٹ میچز کا ہے) اس وقت ٹیسٹ کرکٹ میں کسی ٹیم کی طرف سے قیادت کرتے ہوئے سب سے زیادہ ٹیسٹ میچز جیتنے کا اعزاز ویسٹ انڈیز کے مایہ ناز کھلاڑی کلائیو لائیڈ کے پاس ہے۔ انہوں نے 74 ٹیسٹ میچوں میں ویسٹ انڈیز ٹیم کی قیادت کرتے ہوئے 36 ٹیسٹ میچوں میں ٹیم کو فتح دلوائی۔

وقار یونس کا اعزاز

قومی کرکٹ ٹیم کے کپتان وقار یونس ون ڈے کرکٹ میں سب سے زیادہ وکٹیں لینے والے دنیا کے دوسرے باؤلر بن گئے ہیں۔ انہوں نے چار سو وکٹیں لینے کا اعزاز جنوبی افریقہ کے خلاف کھیل کر حاصل کیا۔ انہوں نے یہ وکٹیں 252 میچ کھیل کر حاصل کیں۔ سب سے زیادہ ون ڈے میں وکٹیں حاصل کرنے کا ریکارڈ بھی پاکستان کے کھلاڑی وسیم اکرم کے پاس ہے۔

اصل مشن کیا ہے؟

سعید انور جو کہ اچانک تبدیل ہو گئے ہیں انہوں نے کہا کہ اصل مشن اللہ اور نبیؐ کے احکامات کو دنیا تک پہنچانا ہے۔ تبلیغ کے بعد زندگی میں سکون نصیب ہوا ہے۔ ان کے ساتھ مشتاق احمد بھی شامل ہو گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نوجوان دین کی طرف آئیں کیونکہ اصل کامیابی اسی میں ہے اور جب سے ہم اس کام میں شامل ہوئے ہیں۔ ہم کو فرش پر بھی نیند آ جاتی ہے۔ اور ہم اس اصل مشن کو لے کر نکلیں ہیں اور اسکو پورا کرنے کی پوری کوشش کریں گے اور یہی ہمارا باقی

سب کو سبق ہے

عمر رسیدہ خلاباز

خلاء بازی بھی ایک کھیل ہے اور اسکو سیکھنا بھی مہارت والوں کا کام ہے۔ اب تک جو عمر رسیدہ اس فن میں مہارت حاصل کر چکے ہیں۔

خلاباز	آخری پرواز	عمر
1۔ جان ایچ گلین (امریکہ)	6 نومبر 1998ء	77 سال
2۔ ایف اسٹوری (امریکہ)	7 دسمبر 1996ء	61 سال
3۔ وینس ڈی برانڈ (امریکہ)	11 دسمبر 1990ء	59 سال
4۔ جین لوپ (فرانس)	6 اکتوبر 1997ء	59 سال
5۔ ویلری وی ریمن (روس)	12 جون 1998ء	58 سال
6۔ کارل جی ہنز ے (امریکہ)	6 اگست 1985ء	58 سال

راشد لطیف اور کیرئیر

راشد لطیف جو کہ ٹیسٹ کرکٹ سے ریٹائرمنٹ کا اعلان کر چکے ہیں۔ ان کا اگر کیرئیر دیکھا جائے تو انہوں نے 34 ٹیسٹ میچوں میں 102 کھلاڑیوں کو کیچ اور 10 کو سٹمپ آؤٹ کیا۔ ان کی عمر بھی 34 سال ہے۔ اب وہ بہت تھک چکے ہیں اس لئے خود کو آہستہ آہستہ کرکٹ سے دور کرتے جا رہے ہیں۔ انہوں نے 1998ء میں جنوبی افریقہ اور زمبابوے کے خلاف تین میچوں میں کپتانی بھی کی۔ اس کے بعد نظر اندازی ان کا مقدر بن گئی۔ تاہم پچھلے برس ان کو دوبارہ ٹیم میں بلایا گیا۔ راشد کے رفلکسیز تیز ہیں اور وہ اچھی نگاہ رکھتے ہیں۔ وسیم اکرم اور وقار یونس کی سوئنگ کرتی ہوئی گیندوں کو اچھی طرح اچک لیتے ہیں۔ 34 ٹیسٹ میچوں میں 1277 رنز بنائے۔ ان کا زیادہ سے زیادہ سکور 150 ہے۔ انہوں نے ایک سنچری اور 6 نصف سنچریاں بنائیں۔ ون ڈے کے حوالے سے انہوں نے 140 میچوں کی 95 اننگز میں 26 مرتبہ ناٹ آؤٹ رہتے ہوئے 19.30 کی اوسط سے 1332 رنز بنائے۔ جن میں ان کی تین نصف سنچریاں بھی شامل ہیں۔ زیادہ سے زیادہ سکور 79 ہے۔ ون ڈے میں 143 کھلاڑیوں کو کیچ پکڑ کر اور 34 کھلاڑیوں کو سٹمپ کر کے آؤٹ کیا۔ انہوں نے اپنے فرسٹ کلاس کیرئیر میں 216 میچ کھیلے ان میں 22.05 کی اوسط سے 2647 رنز بنائے۔

انڈر ورلڈ مافیا اور ورلڈ کپ 2003ء

آئی سی سی اینٹی کرپشن یونٹ کی نشاندہی پر آئندہ سال ورلڈ کپ کیلئے 101 افراد کو بلیک لسٹ کیا گیا ہے۔ یہ تمام افراد انڈر ورلڈ مافیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے نام ظاہر نہیں کئے گئے ہیں۔ اور ورلڈ کپ کو کرکٹ پر بدنما داغ بننے والی میچ فکسنگ، سٹے بازی اور مجرمانہ سرگرمیوں سے پاک کرنے کیلئے انہیں جنوبی افریقہ میں داخلہ کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ورلڈ کپ کے 15 مراکز کو پلیئرز آفیشلز اور کراؤڈ کیلئے محفوظ بنانے کیلئے ہر ممکنہ اقدام کئے جا رہے ہیں

کوئی شعر نیا' کوئی بات نئی

المرسل: اسماء امامۃ الکبریٰ راولپنڈی کینٹ

پھول سے پیارے اور چاند ستارے ساتھیو! السلام وعلیکم:۔ امید ہے آپ خیریت سے ہونگے اور اپنے پسندیدہ میگزین کو پڑھنے میں مشغول...... ''زندگی'' کے عنوان پر ایک اور مرتب شدہ کالم آپ کی نظروں سے گزرنے کی ''سعادت'' حاصل کر رہا ہے جو قریباً 400 سو زائد خطوط کے انضباطِ نظر سے گزرنے کے بعد، مرتب کیا گیا ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ اچھی، اچھی شاعری پڑھ کر، اچھے اچھے اشعار بروقت ارسال کیا کریں تاکہ ہم بھی کہہ سکیں ''واہ! کیا بات ہے''!۔ اب اگلے ماہ کیلئے عنوان ''روشنی'' اور اسکے بعد عنوان ''دعا'' ہے

☆......ثوبیہ عالم......(دنیاپور)
سوچیے تو زندگی نے کیا دیا، کچھ بھی نہیں
دیکھیے تو، مطمئن کتنا نظر آتا ہوں میں
اک اجالے کی طلب میں، اک سحر کے شوق میں
کتنی ہی تاریک راتوں سے گزر جاتا ہوں میں

☆ سمیرا یاسمین۔ دنیاپور
زندگی ایک سلگتی ہوئی چتا ہے ناصر
شعلہ بنتی ہے اور نہ بجھ کر دھواں ہوتی ہے

☆ نادیہ بشیر مغل (نارووال)
کبھی بچھڑنے کی روایت کبھی ملنے کی کسک
یہی کچھ ہوتا ہے اس زندگانی میں

☆ بلال احمد بیگ (سیالکوٹ کینٹ)
سانسوں کے سلسلے کو نہ دو زندگی کا نام
جینے کے باوجود بھی کچھ لوگ مر گئے

☆ جویریہ منیرہ۔ (بہاولپور)
نکل کے تیرے دام سے، نہ گروں گا اپنے مقام سے
میں جیوں گا تیرے بغیر بھی، مجھے زندگی کا شعور ہے

☆ بینش خانم (بہاولپور)
ابھی نہ پوچھو منزل کہاں ہے؟
ابھی تو سفر کا ارادہ کیا ہے
نہ ہاروں گی میں حوصلہ زندگی بھر
کسی سے نہیں، خود سے وعدہ کیا ہے

☆ شبنم منظور (دریا خان) ضلع بھکر۔ اسما خان (فیصل آباد)
بہت سے لوگ بچھڑے ہیں، ایک تم بھی سہی
اب اتنی سی بات پر کیا زندگی حرام کریں

☆ سعدیہ مسعود باجوہ (فیصل آباد)
جھوٹے جیون سے اچھی ہے لذت موت کی خواہش
لہو سے سینہ خاک پہ لکھی ہے یہ تحریر حسین

☆ تنزیلہ نور (جینٹھی کے)
میں چل رہا ہوں مگر فاصلے نہیں مٹتے
یہ حادثہ بھی میری زندگی میں ہونا تھا

☆ رابعہ افتخار (لاہور)
ہم تیری دھن میں پریشان، زندگی اے زندگی
اور تو ہم سے گریزاں، زندگی اے زندگی
تو کہیں ساقی گری میں کھو گئی ہے اور یہاں
ڈس گیا انسان کو انسان، زندگی اے زندگی

☆ شبنم پرویز۔ لاہور
ساحل پہ تھی تو اتنی شگفتہ و روشن نہ تھی
طوفاں کے درمیاں آ کر کتنی خوش ہے زندگی

☆ وجیہہ خلیق۔ (فیصل آباد)
جانے وہ کیسے لوگ تھے جو زندگی کو جی گئے
ایک ہم ہیں کہ عمر بھر نہ جینا آیا
صدیوں کا سفر کر کے پہنچے تھے بارشوں میں
تھی بلا کی تشنگی کہ پانی بھی نہ پینا آیا

☆ سیدہ حنا دیبا شہزادی (نارووال)
میرے روز و شب کے نصاب میں میرے پاس اپنا تو کچھ نہیں
تیرا قرض ہے میری زندگی، میری سانسیں تیری امانتیں

☆ محمد افضل رحمان (بورے والا)
بہت روئے زندگی کو سینے سے لگا کر
ذکر خدا کرتے تو شائد ولی ہوتے

☆ عائشہ چوہدری (ٹوبہ ٹیک سنگھ)
نہ صدف بنی، نہ گہر ہوئی، یونہی جلتی بجھتی بسر ہوئی
کبھی زندگی کے چراغ کی نہ ہی شب ڈھلی نہ سحر ہوئی

☆ فوزیہ یاسمین (ڈیرہ غازی خان)
میدان زندگی میں نہیں ہے بیٹھنے سے کچھ کام
گر پاؤں ٹوٹ جائیں یہاں، سر کے بل چلو

☆ سندس خان درانی (ملتان)
کس قدر معصوم، کتنی شوخ لیکن بے وفا
ہم نے پوچھا کون؟ وہ گھبرا کے بولے ''زندگی''

☆ مریم نورین
زندگی کیا کسی مفلس کی قبا ہے جس میں
ہر گھڑی درد کے پیوند لگے جاتے ہیں

☆ نوشین دلشاد۔ لاہور
ایک امید کا دامن ہے جو یہ سمجھاتا ہے
زندگی ایک سحر ہے، شب دیجور نہیں

☆ مدیحہ غفور بھٹہ: (ملتان)
زندگی ان کی ہے، دین ان کا، دنیا ان کی
جن کی جانیں، قوم کی عزت پہ قربان ہو گئیں

☆ محمد طیب معاویہ (جہانگیر آباد فارم)
بدل دی غمِ پیہم نے فطرت زندگانی کی
ہمیں تو اب قفس بھی آشیاں معلوم ہوتا ہے

☆ قیصر علی (کاخیل منڈی)
یہ اور بات کہ تعارف نہ ہو سکا
ہم زندگی کے ساتھ بہت دور تک گئے

☆ صائمہ شبنم (دودھو چک)
زندگی جتنی بھی ہے اب اک مقتل صحرا ہے
اور اس صحرا میں دور تک سایہ نہیں

☆ محمد اشتیاق سلیم (قبولہ شریف)
ہم زندگی کی جنگ میں ہارے ضرور ہیں
لیکن کسی محاذ پر پسپا نہیں ہوئے

☆ ذیشان چوہدری (ٹوبہ ٹیک سنگھ)
ہر زندگی کے نرالے موسم، ہمیں تو اب تک سمجھ نہ آئے
جو یادگار حیات ٹھہرے تھے، اب وہی ہیں وبال لمحے

☆ نوشین افتخار (جگہ نامعلوم)
اب اس مقام سے آگے کوئی مقام نہیں
کہ جی رہے ہیں مگر زندگی کا نام نہیں

☆ محمد احسن سعید (حافظ آباد)
کب ملی تھی، کہاں بچھڑی ہے، ہمیں یاد نہیں
زندگی تجھ کو تو بس خواب میں دیکھا ہم نے

☆ انیقہ ثروت (چکوال) اسماء چوہدری (ٹوبہ ٹیک سنگھ)
تیری قربتیں بھی سراب ہیں، یہ بھلا ہوا جو ملی نہیں
ٹھہری دوریاں بھی عذاب ہیں میرے دشت جاں سے ٹلی نہیں
میری زندگی اک دیا لگے، ابھی بجھے جو ہوا لگے
کبھی کیا لگے، کبھی کیا لگے، کسی زاویے پر یقین نہیں

خدا معلوم کون سے دو دانت تھے؟

پروفیسر خالد پرویز (ملتان)

شفیع المذنبین، رحمتہ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰؐ لب کشا ہونے لگے تو مجلس میں موجود تمام صحابہ کرامؓ ہمہ تن گوش ہو گئے۔ یکا یک مکمل خاموشی چھا گئی اور ہر کوئی یوں ساکت و جامد ہو گیا گویا ان کے سروں پر اگر پرندے بیٹھ جائیں تو وہ بھی اڑنے نہ پائیں۔

شافع محشرؐ نے فرمایا: ”سنو! میری امت میں ایک مرد مومن ایسا بھی ہے کہ جس کی سفارش سے رب رحمٰن و رحیم بروز محشر میری امت کے گنہگاروں کو اپنے لطف و کرم کی چھتری کے سائے میں لا کر بخش دے گا“۔

صحابہ کرامؓ نے حیران ہو کر پوچھا: ”یا رسول اللہؐ! ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان! ان گنہگاروں کی تعداد کتنی ہو گی؟“ ختم المرسلینؐ نے فرمایا: ”وہ گنہگار اتنی تعداد میں ہوں گے جتنے قبیلہ بنی ربیعہ اور بنی نصر کی تمام بھیڑوں کے جسموں پر بال ہیں“۔

صحابہ کرامؓ کی حیرانی میں مزید اضافہ ہوا۔ انہوں نے تعجب و تجسس کی ملی جلی کیفیت میں پوچھا: ”اے محبوب رب العالمینؐ! وہ کون شخص ہے اور کہاں رہتا ہے؟ ہمیں بھی تو اس سے ملوائیے“۔

ہادی کون و مکاںؐ نے فرمایا: ”اس خوش بخت انسان کا نام اویس ہے۔ ملک یمن کے ایک مقام قرن میں رہتا ہے۔ تاہم میں آپ لوگوں کو اس سے اس لئے نہیں ملوا سکتا کیونکہ وہ ابھی تک مجھ سے بھی نہیں مل سکا تاہم رب قادر و قدیر کی قدرت سے میں نے اسے چشم بصیرت سے ضرور دیکھا ہے“۔

صحابہ کرامؓ کا تفکر اور بڑھا تو پوچھنے لگے ”یا رسولؐ وہ شخص آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضری کیوں نہیں دیتا“۔ معلم کائناتؐ نے جواب دیا: ”وہ شخص شتربانی کر کے اپنی بوڑھی اور نابینا والدہ کی خدمت کرتا ہے چنانچہ اس مصروفیت کی وجہ سے میرے پاس حاضر نہیں ہو سکتا“۔

صحابہ کرامؓ مزید ورطہ حیرت میں آ گئے۔ بولے: ”یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم اس نیک بخت اور صالح شخص سے ملاقات کر سکیں گے؟“ سردار الانبیاءؐ نے فرمایا: ”آپؓ اس مرد قلندر کی زیارت نہیں کر سکیں گے البتہ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی المرتضیٰ کو اس سے ملاقات کا شرف ضرور حاصل ہو گا اور اے عمرؓ و علیؓ! جب تم اس شخص سے ملنا تو میرا اسلام کہنا اور میری امت کی بخشش کے حق میں دعا کی درخواست کرنا“۔

وقت کا گھڑیال چھوٹی بڑی سوئیوں کے پیچ وخم میں رہا جبکہ تاریخ کے صفحات پلٹتے رہے۔ بالآخر حضرت عمر فاروقؓ کا دور خلافت آیا۔ ایک مرتبہ آپؓ حضرت علی المرتضیٰؓ کے ہمرکاب کوفہ تشریف لے گئے تو اہل نجد سے اس نیک سیرت وخوش بخت مرد مجاہد حضرت اویس قرنیؒ کا پتہ پوچھا۔ ایک شخص نے انؒ کی رہائش کا پتہ بتایا تو حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ فوری طور پر وہاں پہنچے۔ دیکھا کہ حضرت اویس قرنیؒ قیام و سجود میں مصروف ومشغول ہیں۔ عبادت و ریاضت سے فراغت کے بعد حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ نے حضرت اویس قرنیؒ کو خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰؐ کا پیغام حرف بہ حرف پہنچایا۔

حضرت اویس قرنیؒ نے خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا۔ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ نے دیکھا کہ حضرت اویس قرنیؒ کے منہ میں ایک بھی دانت نہیں۔

وجہ اس کی حضرت اویس قرنیؒ نے خود بتائی کہ:

”جب غزوہ احد میں سپہ سالار اعظم حضرت محمد مصطفیٰؐ کے دو دانت شہید ہونے کی خبر میں نے سنی تو عشق رسولؐ نے یہ گوارا نہ کیا کہ رسول اللہؐ تو دو دانتوں کے بغیر رہیں اور میں مکمل دانتوں کے ساتھ رہوں۔ میں نے سامنے کے دو دانت نکلوا دیئے۔ پھر خیال آیا کہ شاید یہ دانت نہ ہوں بلکہ دوسرے ہوں چنانچہ وہ بھی نکلوا دیئے حتیٰ کہ ایک ایک کر کے تمام دانت نکلوا دیئے کہ خدا معلوم کون سے دو دانت تھے“۔

حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ نے عشق رسولؐ کا یہ مقام و مرتبہ دیکھا تو انؓ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہو گئے۔

ننھے ہاتھ

فرسٹ انعام

نور محمد جمالی بلوچستان

''پاپا آپ نے کہا تھا کہ نو ماہی امتحان میں فرسٹ انعام حاصل کروں گا تو آپ مجھے پورا سو روپے انعام میں دیں گے''۔ منے میاں نے ابو کو یاد دلاتے ہوئے کہا۔ ابو شرارت سے بولے۔

''بھئی ہم نے تو کوئی وعدہ نہیں کیا تھا...... اور مجھے یاد بھی نہیں آرہا......''

منے میاں نے برا سا منہ بنایا۔

''ابو بری بات آپ نے کہا تھا، مجھے اچھی طرح یاد ہے...... امی......''

''کیا ہوا بیٹا......'' امی کچن سے باہر آگئیں۔

منے میاں نے ابو کی شکایت کی۔

''دیکھیں نا امی...... ابو نے دو مہینے قبل کہا تھا کہ اگر میں امتحان میں پہلی پوزیشن حاصل کروں گا تو ابو مجھے سو روپے انعام میں دیں گے''۔ امی نے ابو سے کہا۔

''دیکھیں بھئی آپ اپنا وعدہ پورا کریں۔ آج اور ابھی......''

''ہاں ہاں دیتے ہیں ذرا ننھے میاں کو تو آنے دیں دیکھیں تو وہ کون سے نمبر پر آئے ہیں لو ننھے میاں بھی آگئے...... ادھر آؤ بیٹا''

ابو نے ننھے میاں کو پاس بلایا...... ان کا چہرہ لٹکا ہوا تھا۔ ابو نے پوچھا...... ''اداس کیوں ہو کہیں فیل تو نہیں ہو گئے'' ننھے میاں نے انکار میں سر ہلایا۔

''مس نے ڈانٹا؟'' ابو نے سوچتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں......'' ننھے میاں پھر انکاری تھے۔

''پھر کیا فرسٹ نہیں آئے؟'' ابو نے کہا تو ننھے میاں نے فوراً کہا...... ''وہ مس نے بے ایمانی کی تھی نا ورنہ میں فرسٹ تھا مگر انہوں نے شرجیل کو پہلا نمبر دیا، مجھے دوسرا......''

ابو فوراً بولے ''بُری بات بیٹا...... مس کو ایسا نہیں کہتے...... وہ استاد ہیں...... اچھا چھوڑو...... یہ تمہارا انعام سو روپے ٹھیک ہے نا منے میاں......'' ابو نے روپے تھمائے تو وہ چہک کر بولے ''جی''...... ابو نے 50 روپے ننھے میاں کو دیئے۔

''یہ تمہارا دوسرا انعام...... خوش'' ننھے میاں مسکرائے۔

دونوں خوش ہو گئے...... ابو نے کہا ''میں نے سو روپے اور بھی انعام میں رکھے ہیں......؟''

ننھے میاں اور منے میاں نے ایک دوسرے کی سمت دیکھا۔

''کس لئے ابو؟'' منے پوچھا تو ابو نے کہا ''یہ انعام تم دونوں میں سے ایک کو ملے گا جو انعام کے پیسوں کو اچھے اور درست انداز میں خرچ کرے گا بولو منظور ہے؟'' دونوں نے سر ہلا دیئے۔

اگلی شام کی چائے پر ابو نے دونوں کو پھر بلایا......

''ہاں منے میاں تم نے کہاں خرچ کئے...... وہ پیسے......؟''

منے میاں نے بتایا کہ اس نے مسجد کے چندے میں آدھے دیئے اور باقی پڑوس میں موجود مالی کے غریب بیٹے کو پڑھانے کے لئے دیئے۔

ابو نے شاباشی دی۔ ابو نے ننھے میاں سے پوچھا کہ اس نے پیسے کہاں خرچ کئے تو ننھے میاں نے کہا کل کی طرح برا سا منہ بنایا اور کہا...... ''ابو منا فرسٹ آیا تھا کل بھی اور آج بھی انعام اسے ہی دے دیں کیونکہ میں نے کوئی خاص کام نہیں کیا؟''

ابو نے اصرار کر کے پوچھا تو بولے...... ''میں نے وہ پیسے ان زخمیوں کے فلاحی مرکز میں جمع کرا دیئے جہاں ملک کے شمالی علاقوں میں آنے والے زلزلے سے متاثرہ لوگوں کیلئے امدادی کیمپ لگا ہوا تھا...... مجھ سے رہا نہیں گیا...... اور میں نے وہ 50 روپے وہاں پر جمع کرا دیئے...... کہ شاید اس سے کسی زخمی کو دوا ہی مل جائے......''

ابو مسکرا دیئے اور ننھے میاں کو شاباشی دی اور انعام اسے دے دیا اور ساتھ کہا...... ''منے میاں بے شک نو ماہی امتحان میں فرسٹ آئے تھے مگر اس ملکی امتحان میں تم پہلے نمبر پر آئے ہو''۔

دونوں بچے مسکرا دیئے۔

چاند نگر

ایک پہیلی

اقبال تبسم

اقراء، ثنا اور معیز
بوجھو تو ذرا اک کوئز
جہاز میں بیٹھا اڑتا جائے
ریل میں بیٹھا دوڑتا جائے
گرمی سے کیا خوب بچائے
چھت پر پنکھا چلتا جائے
ان سب کو ہے چلائے کون
ہم سب کا ہے مالک کون

یہ مٹی سے پھول اگائے کسی نے
یہ زمین و آسماں بنائے کس نے
جسموں میں سانس چلائے کس نے
یہ سبھی ہیں بنائے جس نے
آخر وہ ہے کون؟
ہم سب کا ہے مالک کون؟
جس نے ہم کو چلنا سکھایا
جس نے ہم کو پڑھنا سکھایا
جس نے ہے یہ سب کچھ بنایا
جس کا ہے ہم سب پر سایا
آؤ ہم سب کریں اسے سلام
یارب تجھے سلام یارب تجھے سلام

Scanned with CamScanner

11

بے خبری

بیڈ ٹائم سٹوری

اختر عباس

ایک نصیبوں جلی ماں کا ماجرا بے خبری میں ایک چیل اس کے چوزوں کو لے اڑی تھی

دوسرے کمرے سے وائلن کی دھیمی دھیمی سی آواز آ رہی تھی۔ لگتا تھا ہر تان ہی دکھ میں ڈوبی ہوئی ہے۔ بندہ خود دکھ سے نچڑ رہا ہو تو پورا ماحول اسے ہم رنگ اور ہم آواز لگنے لگتا ہے۔ ثمینہ بی سجدے میں کتنی ہی دیر سے تھیں۔ کوئی ان کو اس حالت میں دیکھتا تو یقیناً سوچتا کہ سر اٹھانا بھول گئی ہیں۔ مگر وہ جانتی تھیں کہ اس لمحے ان کی حیثیت پلیٹ فارم کی طرف بھاگنے والے اس مسافر کی تھی جس کے سامنے گاڑی نکلی جاتی ہو۔ راستہ بھر جو اندیشے ڈراتے رہے ہوں وہ سامنے مجسم ہو کر جان نکالے دیتے ہوں۔

بیٹی اور بہو کو گھر سے گئے چھ گھنٹے ہونے کو آئے تھے وہ تین بار رحمتے کو گھر جا کر دیکھ آئی تھیں۔ اندر روشنی دیکھ دیکھ کر وہ کتنی ہی دیر گھنٹی بجاتی رہی تھیں نہ کسی نے دروازہ کھولا نہ اندر سے کوئی آواز ہی آئی تھی۔

ساتھ والے کمرے میں ثمینہ بی کے میاں چارپائی پہ لیٹے ٹی وی دیکھ رہے تھے۔ پی ٹی وی پہ پکے راگوں کا کوئی پروگرام تھا شاید۔ اسی لئے اونگھتے اونگھتے سو گئے تھے۔ وہ کب ٹی وی دیکھنے کے شوقین تھے یہ تو ان کی بیٹی اور بہو کی فرمائش تھی۔ وہ قسطوں پہ نوبل کا چھوٹا 14 انچ کا سیٹ لائے تھے۔ اپنی تنخواہ سے ہر ماہ انسٹالمنٹ سنٹر کو تین سو روپے دینے کیلئے انہوں نے تین دن تک سوچ بچار اور منصوبہ بندی کی تھی۔ بیکری کا مالک جہاں وہ کام کرتے تھے لگی بندھی تنخواہ دیتا تھا اور اوور ٹائم لگوا کے اوور ٹائم دینے کے رواج کا نہ قائل تھا نہ عادی۔ اب انہیں اپنے اڑھائی ہزار میں سے بھی یہ خطیر رقم ہر ماہ نکالنی تھی۔ نہ نکالتے تو کیا کرتے۔ روز روز شام کو رات گئے تک بیٹی اور بہو کے ہمسایوں کے گھر جا کر ٹی وی دیکھنے کی عادت سے نہ وہ خوش تھے نہ ثمینہ بی۔ ثمینہ بی نے کتنی ہی بار دونوں لڑکیوں سے کہا تھا۔ میری ماں کہا کرتی تھی مغرب کے بعد اولاد کو گھر سے باہر مت جانے دیا کرو۔ اندھیرے کے ساتھ ہی شیطان اور اس کے چیلے گلیوں میں اتر آتے ہیں۔ تبھی تو اندھیرا پھیلنے سے پہلے گھروں کو لوٹ آنے کا حکم ہے۔

مگر وہ کیا کرتی بہو سے پہلے بیٹی بولی تھی۔ ماں! ساری عمر ترس ترس کر ہی گزارتے آئے ہیں۔ سکول میں لڑکیاں ڈراموں، اداکاروں، اشتہاروں کی باتیں کرتی ہیں میں ان کے کپڑوں، گھروں اور روپوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی پر تو مجھے اتنا مجبور اور معذور تو نہ کر کہ باتیں بھی نہ کر سکوں۔ بہو اس موقع پر خاموش رہی تھی۔ وہ اس گھر میں تین سال پہلے بیاہ کر آئی تھی تب اس کا میاں فارغ تھا۔ کوئی کام نہ کرتا تھا۔ باپ نے کہہ سن کر ایک صاحب کے ہاں ڈرائیور لگوا دیا تھا۔ اب وہ ہفتے کے ہفتے گھر آتا تھا۔ بہو سارا دن اپنے دو سال کے بچے کے ساتھ کھیلتی گھر کے چھوٹے موٹے کام نمٹاتی اور شام کو گڈی کے ساتھ ہی رحمتے کے گھر ٹی وی دیکھنے چلی جاتی۔ اب تو اسے یہ بھی یاد نہیں تھا کہ کتنے دنوں سے وہ روز ان کے گھر جاتی ہیں۔ بس شروع میں تھوڑی سی جھجک ہوئی تھی وہ ماسی رحمتے کی بیٹی پینو نے دور کر دی تھی۔ وہ اکثر دوپہر کو بن سنور کر ان کے گھر آ جاتی۔ ادھر ادھر کی خوب باتیں کرتی۔ اپنے گھر کی پرانے محلے اور لوگوں کی اسے کتنی کہانیاں بنانی اور سنانی آتی تھیں۔

وہ کہتی تھی ہم تو یہاں کبھی بھی نہ آتے وہ تو پچھلی گلی میں بھائی گلزار کا گھر ہے۔ اسی کی وجہ سے آ گئے ہیں ورنہ وہاں شادباغ میں ہمیں کوئی تکلیف نہیں تھی۔ ماں بیٹی مزے سے رہتی تھیں۔ گھر کا ایک حصہ کرائے پہ دیا ہوا تھا دوسرے میں خود رہتیں۔ اب دونوں کرائے پہ اٹھا دیئے ہیں۔ بس بھائی کی بات ٹالی نہیں گئی۔ مجبوری ہے ایک ایک بھائی ہے بھابی اور بھائی دونوں نوکری کرتے ہیں ورنہ ان کو وہاں لے جاتے۔ اس کی باتیں کسی کنڈی دار سنگل کی طرح تھیں آپس میں مربوط، بندھی ہوئی۔ زور بھی لگاؤ تو ربط نہ ٹوٹے، خلا نہ چھوٹے۔ پینو نے پہلے گڈی سے دوستی کی پھر بہو سے ٹی وی کی عادت بھی اسی نے ڈالی وہ کہا کرتی کہ اکیلے دل نہیں لگتا تھوڑی مہربانی کر کے شام کو تھوڑی دیر کیلئے آ جایا کرو۔ دل بھی لگے گا اور ٹی وی کے ڈرامے، فلمیں بھی اکٹھے دیکھ لیا کریں گے۔

بہو بات کرتی تو ماں نے کبھی نہ مانتی تھی وہ تو گڈی نے پوچھا تھا "مائی! پینو کے گھر چلی جاؤں، جلدی آ جاؤں گی" ماں کو سوچ میں پڑے دیکھا تو بہو مدد کو آئی تھی "اماں! گڈی اب بڑی ہو رہی ہے اور دو چار سال بعد اس کی شادی کرنی ہے یوں کسی کے گھر اکیلی جانا ٹھیک نہیں چاہے وہاں لڑکا ہے بھی یا نہیں۔ زمانہ ٹھیک نہیں گر تو جو کہے تو میں اس کے ساتھ چلی جاؤں۔

ایک اکیلا دو گیارہ"

بس اس دن سے وہ دونوں ایک اکیلے سے دو گیارہ ہو گئیں۔ ماں کو خبر بھی نہ ہوئی کہ دونوں نے کسی بریگیڈ آفس میں بیٹھ کر محاذ پہ لڑنے اور جیتنے کی منصوبہ بندی کرنے والے فوجیوں سے بڑھ کر ان ڈائیلاگوں کی منصوبہ بندی کی تھی۔ شروع میں تو وہ طیب کو ساتھ لے جاتیں مگر وہ اکثر وہاں ریں ریں کر کے ان کا سارا مزہ خراب کر دیتا۔ اگلے ہی دن دونوں ماں کی چارپائی پہ بیٹھی کہہ رہی تھیں۔ ماں! طیب تو مجھ سے زیادہ تیرا بیٹا ہی لگتا ہے ذرا کی ذرا تجھ سے دور جاتا ہے تو رو رو کر ہلکان ہو جاتا ہے۔ ثمینہ بی کیسے تڑپ کے اٹھی تھیں۔ لا میرا پتر! ادھر مجھے دے تم دونوں بے ہدایتیاں؟ جایا مرو کرو تو میرے بچے کو آئندہ ساتھ لے کر نہیں جانا۔ میرا تو اپنا جی اس کے بغیر ہلکان ہوتا ہے۔

ثمینہ بی کی بھی دو ہی آنکھیں تھی جو صرف سامنے دیکھتی تھیں۔ ان کے اندر بھی کوئی گھنٹی نہیں لگی تھی جو اکثر ماؤں کے اندر ذرا ذرا سی بات پہ بجنے لگتی ہے اور وہ

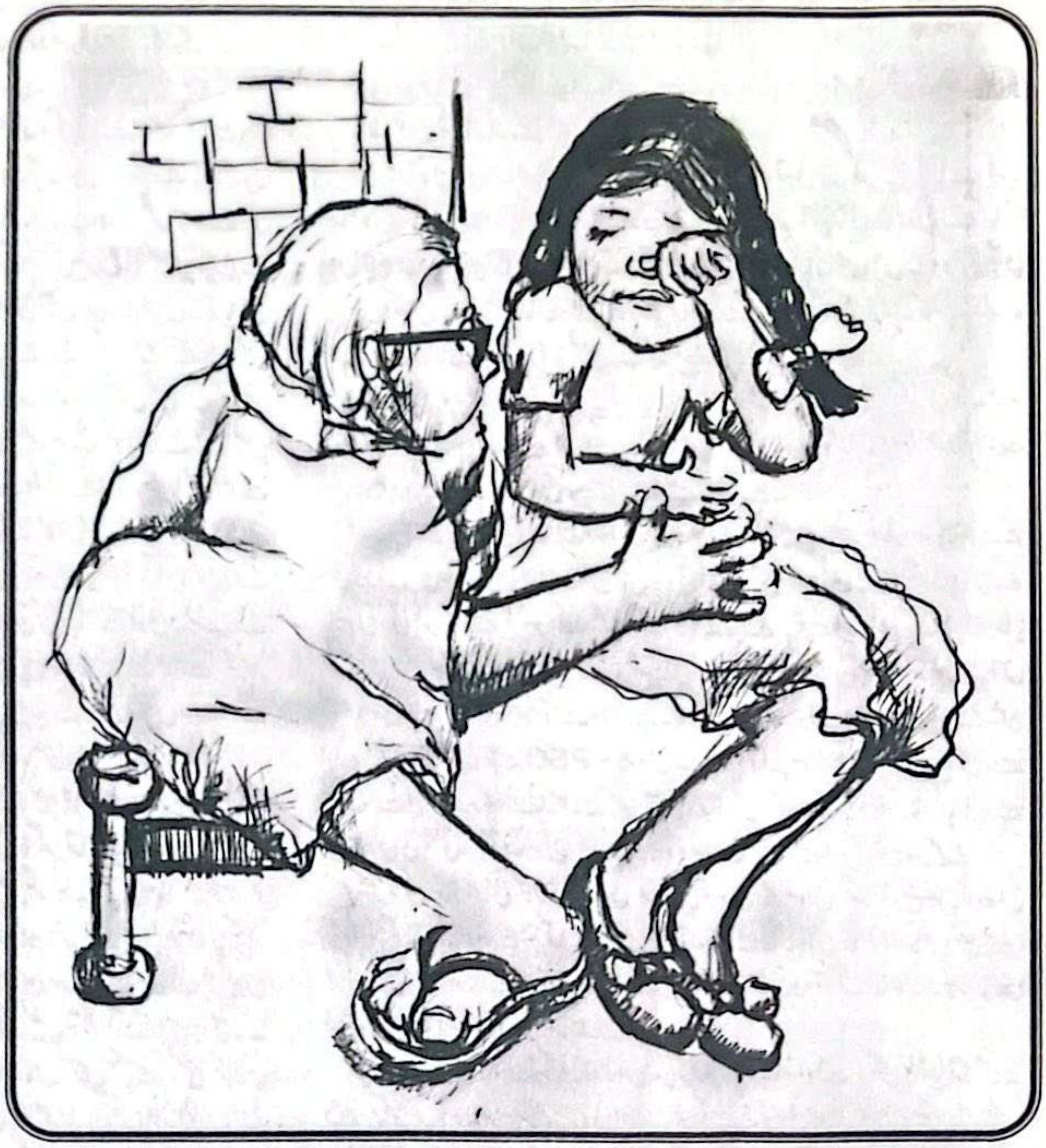

مرغی کی طرح بھاگ کر اپنے بچوں کو ڈھانپ لیتی ہیں۔

مائی رحمتے ان کے گھر کم کم آتی ہاں پینو خوب آتی اور اس کا آنا اسے برا نہ لگتا۔ وہ عام لڑکیوں کی طرح شوں شوں کرتی نہ پھرتی تھی۔ ثمینہ بی کے پاس بیٹھتی باتیں کرتی حال چال پوچھتی پھر گڈی کے پاس دوسرے کمرے میں جاتی۔

اس کمرے کے ساتھ ہی برآمدہ نما سٹور تھا جس کی چھت تو تھی مگر دیواریں بغیر پلستر کے اور دروازہ بغیر بیٹ کے تھا۔ وہاں ثمینہ بی نے گھر کے کاٹھ کباڑ کے ساتھ ساتھ کچھ مرغیاں بھی رکھی ہوئی تھیں۔ گڈی کے نام پہ وقف کالو ان دنوں انڈوں پہ بیٹھی تھی اور اس کے نیچے پورے 15 انڈے رکھے ہوئے تھے۔ آٹھ دس تو کالو کے اپنے تھے اور باقی ثمینہ بی ڈھونڈ ڈھانڈ کے کہیں سے دیسی مرغی کے لے کر آئی تھیں۔ انہوں نے جب ایک دن پینو کو بتایا کہ بازاری انڈوں سے بچے نہیں نکلتے تو وہ بڑی حیران ہوئی تھی' کیوں ماسی؟ اس نے حیرت سے پوچھا تھا۔ بس پتر فارمی انڈے میں خدا جانے اندر کیا کچھ ہوتا ہے۔ باہر سے پورے ہی لگتے ہیں۔ شکل وصورت بھی اصلی ہوتی ہیں مگر اندر وہ گن نہیں ہوتے جن سے بچے نکلیں۔ جیسے انسانوں میں ہوتا ہے۔ لوگ شکل وصورت سے پورے ہوتے ہیں واسطہ پڑے تو لگتا ہے فارمی انڈوں سے بھی گئے گزرے ہیں۔ پھر وہ خود ہی ہنسی تھی۔ یہ تم نئی پیڑھی کی لڑکیاں ہو تمہیں کیا پتا مرغی کے انڈوں سے بچے لینے کیلئے کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ پورے اکیس دن مرغی کی سیوا کرنی پڑتی ہے۔ اسے انڈوں پہ بٹھایا جاتا ہے۔ وہ انڈوں پہ یوں پر پھیلا کر بیٹھتی ہے جیسے ماں بچوں کو لحاف میں لپٹا کے چھپاتی ہے۔ اب دیکھو 18 دن ہو گئے ہیں 21 ویں دن انڈے پھٹنے شروع ہوں گے اور ننھے منے چوزے گردنیں نکال کر چوں چوں کرتے بند آنکھیں کھولتے ہیں اور پورے گھر کو خوشی اور زندگی سے بھر دیتے ہیں۔ پینو نے ہاتھ بڑھا کر مرغی کے نیچے پڑے انڈوں کو چھونا بھی چاہا تھا جب مرغی باقاعدہ غصے سے کڑ کڑ کرتی اس کے ہاتھ پر جھپٹی تھی۔ ثمینہ بی کی ہنسی نکل گئی تھی۔ بے وقوفے! یہ ماں بننے والی ہے۔ بھلا اپنی اولاد کو یوں چھونے دے گی۔ اسے پتا ہے ان انڈوں کو کسی کا ہاتھ بھی لگ گیا تو اچھے خاصے انڈے بھی گندے انڈے بن جاتے ہیں اور ان سے بچے کی بجائے بدبودار سڑا ہوا مادہ نکلتا ہے۔ پھر وہ خود سے بڑبڑائی تھی شکل تو ایک سی ہوتی ہے جانے کسی چھونے والے کی بدنیتی ہی اندر تک سب کچھ جلا دیتی ہو۔

انسانی زندگی میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے جن فیصلوں کو بدنیتی کا اثر چھو لے وہ ہمیشہ گندے انڈوں جیسے ثابت ہوتے ہیں۔ بظاہر سارے انڈے ایک سے لگتے ہیں ان سبھی سے بچوں کی توقع بھی ضرور ہوتی ہے۔ مگر کون جانے کب کب ان پہ پڑی نگاہیں ان کے وجود کی پوری کیمسٹری ہی بدل کے رکھ دیتی ہیں۔

ثمینہ بی کی سسکیاں اب کمرے سے باہر تک جانے لگی تھیں۔ یوں لگتا تھا اندر کوئی چھوٹی سی موٹر چل رہی ہے جو دکھ اور افسوس کا پانی آنسوؤں اور آہوں کی صورت نکالے جا رہی ہے۔ ان کے میاں نے اندر جھانکا تو بیوی کو جان کنی کے عالم میں دیکھا۔ پہلے کھڑے دیکھتے رہے پھر ہولے سے آگے بڑھے اور سجدے میں پڑی ثمینہ بی کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کے بولے۔

نیک بخت! کیا ہوا؟

کیوں رو رہی ہے۔

ثمینہ بی کی دھاڑیں تو نکل گئی تھیں گڈی کے ابا' اس نیک بخت کے نصیب ہی جل گئے۔

اللہ خیر کرے کیا ہوا۔ منہ سے شبھ شبھ نکالو کیا خبر کون سی گھڑی قبولیت کی ہوتی ہے۔ ثمینہ بی کے آنسو تھمنے میں نہیں آ رہے تھے۔ وہ گھڑی تو آ کے چلی بھی گئی۔ نصیبوں کو جلا گئی۔ زندگی فنا کر گئی اور میں سوتی رہ گئی۔

مجھ سے تو میری مرغی اچھی اپنے انڈوں کی حفاظت تو کرتی ہے۔ مجھ کرموں جلی سے تو اپنی اولاد نہ سنبھالی گئی۔ ثمینہ بی کے میاں اب تک یہی سمجھ رہے تھے کہ بیٹی یا بہو نے بات نہیں مانی کسی معاملے میں ستایا ہے ماں ہے اور مائیں چھوٹے دل کی ہوتی ہیں۔ بات دل پہ لے بیٹھی ہے۔ رو رو کر کبوتر کی طرح آنکھیں سرخ کیے بیٹھی ثمینہ بی جیسے جیسے بیٹی اور بہو کی گمشدگی کا بتا رہی تھیں ان کے میاں کے پاؤں سے زمین نکل رہی تھی وہ بھاگتے ہوئے سے رحمتے کے گھر پہنچے تھے۔ سانس درست کیے بنا گھنٹی پہ ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ اندر ہی نہیں گھنٹی ان کے تن بدن میں بھی بج رہی تھی۔ ثمینہ بی بھی ان کے پیچھے پیچھے طیب کو اٹھائے پہنچ گئیں تھیں۔ بچہ بے خبر سو رہا تھا۔ بے خبری کبھی تو رحمت ہوتی ہے اور کبھی ایسی زحمت کہ کمر توڑ کے رکھ دیتی ہے۔ اٹھنے اور آنکھ اٹھانے کے قابل نہیں چھوڑتی۔ اسی لئے ایک زمانے تک مائیں اپنی بچیوں سے زیادہ ان کی دوستوں اور گھر والوں کے بارے میں متفکر ہوتیں۔ باخبر ہوتیں نہ ہر کسی سے دوستی کی اجازت ہوتی نہ سب کے گھروں پہ جانے کا مرحلہ آتا۔ یوں مائیں مرغی بنی اپنی اولاد کو سینت سینت کر اور سنبھال سنبھال کر احتیاط اور محبت کے پروں میں چھپائے بڑا کر دیتیں اور حفاظت سے اپنے گھر سے رخصت اور نئے گھر اور روایات کی مالکن بنا دیتیں۔

کوئی جواب نہ ملنے پر ثمینہ بی اپنے میاں کو لئے تیز تیز قدموں سے پچھلی گلی میں واقع گلزار کے گھر جا پہنچیں یہ رحمتے کے بھائی کا گھر تھا۔ ایک موہوم سی آس اور امید باقی تھی کہ بیٹی اور بہو شاید وہاں مل جائیں مگر جب یہ پتا چلا کہ گلزار تو رحمتے کا بھائی ہے ہی نہیں وہ خاتون اپنی لڑکی پنو کے ساتھ ہفتہ بھر پہلے دو چار بار ملنے آئی تھی اور ماں باپ سے زیادہ ان کی دو جوان اور خوب صورت لڑکیوں سے تعلق بنانے دوستی بڑھانے اور محبت جتانے میں لگ گئیں تو گلزار نے اپنی بیوی سے کہا بچیوں کو بتا دینا "جو ماں سے زیادہ پیار جتائے وہ ماں نہیں پھپھے کٹنی کہلاتی ہے اور سگے رشتوں کو مار کھاتی ہے۔ بچیاں یہ سن کر محتاط ہو گئیں اور انہوں نے دوبارہ ماں بیٹی کو منہ نہیں لگایا مگر معاملہ کیا ہے گلزار نے پریشان حال ڈرتے ہوئے میاں بیوی سے پوچھا تھا جو ایک شام میں ہی بہت بوڑھے ہو گئے تھے۔

وہ کیا بتاتے کہ اپنی زندگی بھر کا کیش اعتماد اور مروت کے نام پہ اس کیشیئر کو دے بیٹھے ہیں جو اسے جمع کرنے کی بجائے لے کر ہی بھاگ گیا ہے۔ واپس گھر آتے ہوئے غصے اور بے بسی کا طوفان تھا جو ثمینہ بی اور ان کے میاں کے اندر آیا ہوا تھا۔ تاسف اور پریشانی اسے اور بڑھائے دیتی تھیں گزرنے والا ہر لمحہ وقت کو خوف کی دھار اور تلوار بنانے پہ تلا ہوا تھا۔ اس کے تیور ہی بدلے ہوئے تھے۔ وقت کے تیور عجیب ہوتے ہیں۔ نہ ان کی پہلے سے خبر ہوتی ہے نہ اندازہ عام سی نگاہ سے نہ تو جانے جا سکتے ہیں نہ پہچانے۔ کبھی وقت کسی پہ مہربان ہو تو دنیا لٹا دے اور نامہرباں ہو تو بھکاریوں کی طرح خالی ہاتھ لوٹا دیتا ہے۔ توجہ امید اور آس کا ایک سکہ بھی جھولی میں نہیں ڈالتا۔ کبھی حادثوں سے بھری زندگی کو پھولوں کی سیج بنا دیتا ہے سب کچھ بھلا دیتا ہے اور کبھی ایک حادثے کو زندگی پہ بھاری بنا دیتا ہے۔ پھر حوصلے اور برداشت کی کمر ٹوٹنے کی آواز دور دور تک جاتی ہے اور کسی کے پاس ان کے جوڑنے کا سامان بھی نہیں ہوتا۔ ثمینہ بی کو یوں لگا وقت نے تباہی اور بربادی کے خون آلود خنجر کو ننگا کر کے ان کے کمزور سے جسم میں گھونپ دیا ہے۔ گزرنے والا ہر لمحہ درد اور خوف کو بڑھائے دیتا تھا۔

ہائے میری بچی! کی بجائے اب ان کے منہ سے ہائے میری بچیاں نکل رہا تھا۔

یا اللہ تو ہی شرماں رکھنے والا ہے۔

ان نادانوں کی حفاظت فرما۔ کتنا کہا تھا کہ اب تو ٹی وی گھر پہ آ گیا ہے اب شاموں کو کیوں پنو کی طرف جاتی ہو تو گڈی نے کیسے پھٹی پھٹی نگاہوں سے کہا تھا ماں ان کے گھر کمپیوٹر آیا ہے انٹرنیٹ بھی ہے ماں! تجھے کیا بتاؤں اس پہ کیسی کیسی چیزیں دکھاتی ہے۔ معلومات کے وہ دریا بہاتی ہے کہ جسم و روح کانپ کانپ جاتے ہیں۔ اب ہمارے پاس تو آنا نہیں ہے لہذا چار دن دیکھ لینے دے۔

ماں یہ دنیا کو کیا ہوتا جا رہا ہے' یہ کیا کیا بتائے اور دکھائے جاتی ہے" گڈی بولے جا رہی تھی جب بھابی نے اس کا پاؤں دبایا تھا بس بھی کر ماں کو کیا پتا کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کیا ہوتا ہے۔ اس پہ دوسروں سے چیٹنگ کیسے ہوتی ہے۔

ثمینہ بی اپنے میاں کو تھانے بھجوا کر یوں ٹوٹی بیٹھی تھیں جیسے قلعہ روہتاس کے کھنڈروں کی دیواریں ہوں۔ جن میں کوئی اینٹ بھی سلامت نہ رہی ہو۔ دریا کے پانیوں کی طرح بہتے آنسو اب رک رک کر آنے لگے تھے۔ طیب دو چار بار کسمسایا تھا۔ اس کو تھپک کر سلاتے ہوئے ثمینہ بی نے سوچا تھا کیا ان بوڑھی ہڈیوں پہ اس معصوم کی پرورش کا بوجھ آنے والا ہے۔ وہ بے بسی اور خوف سے بھری کمرے میں یوں ٹہل رہی تھیں جیسے PSO کا پٹرول سے بھرا ٹرک ہو ذرا سی بے احتیاطی جسے بھک سے اڑا کے رکھ دے۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ بے یقینی اور نا امیدی سے بنی ماچس کی جلتی بجھتی تیلیوں کو اپنے وجود کو جلانے سے کیسے اور کیونکر روکے۔

پولیس کی ہوٹر بجاتی گاڑی کیا آئی ثمینہ بی کو یوں لگا رسوائی گھر آ گئی ہو۔ دونوں بچیوں کو غائب ہوئے آٹھ گھنٹے ہونے کو آئے تھے۔ رسوائی کا تو احساس ہی زہر بھری سرنج ایسا ہوتا ہے جو سیدھا رگوں میں اترتا ہے۔ پہلے آگ لگاتا ہے پھر ساری خوشیوں اور خوش نامیوں کو کھاتا ہے۔

ثمینہ بی کے اس چھوٹے سے خاندان کی زندگی پہ ایسا برا وقت کبھی نہ آیا تھا کہ نہ پیچھے کچھ نظر آ رہا ہو نہ سامنے کوئی امید ہاتھ پکڑنے کو آتی ہو۔ پولیس کی پٹرولنگ پارٹی رحمتے کے گھر کے سامنے رکی تو وہاں ایک ٹرالی کھڑی تھی جس پہ چار پانچ مزدور اور ایک ٹھیکیدار گھر کا سامان لاد رہے تھے۔ پولیس کو دیکھ کر ان کے تو ہوش اڑ گئے۔ ٹھیکیدار فوراً صفائی دینے لگا۔ سرکار یہ چوری نہیں ہے میرا اپنا سامان ہے جو میں نے تین چار ہفتے پہلے بیچا تھا۔ مائی نے آج شام ہی مجھ کو دوبارہ بیچا ہے اور پیسے بھی لے لئے ہیں۔ مجھے لالچ یہ تھا کہ دکان پہ بیٹھے بٹھائے سات آٹھ ہزار بچ گیا۔ اسی نے کہا تھا سامان لینے رات 10 بجے کے بعد آنا۔ چابی بھی دے گئی تھی۔ میں بڑا عزت دار آدمی ہوں کوکا کولا فیکٹری کے ساتھ میرا فرنیچر اور گھر کے سامان کا نیلام گھر ہے۔

محلے کے لوگوں کی آوازوں باتوں اور تبصروں نے رات کو اور بھی تاریک کر دیا تھا۔ گلی میں دو چار مدہم مدہم سے بلبوں نے اسے کسی حبشی کے چہرے کی طرح بنا دیا تھا۔ دونوں میاں بیوی کے کانوں میں ہی نہیں پیروں میں بھی بظاہر ہمدردی بھری باتوں کی کیلیں ٹھونکی جا رہی تھیں اور وہ دیوار سے لگے غم سے کانپے جا رہے تھے۔ ان کے کندھے جھکے جاتے تھے کہ ان پہ ایک نہیں دو بیٹیوں کے کھو دینے کا پہاڑ سا بوجھ تھا۔ یہ بوجھ تو رکشے والے کی وہ معلومات بھی کم نہ کر سکیں جو رش دیکھ کر اتفاق سے آ گیا تھا۔ اس نے بتایا کہ شام سے ذرا پہلے وہ ایک مائی اور تین لڑکیوں کو بٹھا

کر سوزو گولڈ لے کر گیا تھا۔ مائی تو چوک پر اتر گئی تھی لڑکیاں البتہ مال روڈ پہ سروسز ہوٹل سے ذرا آگے اتر گئیں۔ مائی نے مجھ سے یہی طے کیا تھا کہ وہاں جا کر میرا رکشہ خراب ہو جائے گا۔ رکشہ خراب ہوا تو وہ اتر کر سڑک پہ کھڑی ہو گئیں۔ ایک کار قریب آ کر رکی اس میں وہ مائی بیٹھی ہوئی تھی مگر اس نے منہ پہ دوپٹہ لیا ہوا تھا۔ ہاں یاد آیا وہ لڑکیاں راستے میں چیٹنگ چیٹنگ کی باتیں کر رہی تھیں۔ اس چیٹنگ کے دوران کسی لڑکے سے ان کی دوستی ہوئی تھی اور اس نے انہیں سوزو گولڈ پہ ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ تینوں اسی سے ملنے جا رہی تھیں اور اس کے بارے میں اندازے لگا رہی تھیں۔ اندازہ تو میں نے بھی لگایا تھا۔ ہم تو جی سارا دن ہی رنگ برنگی سواریوں کو دیکھتے ہیں۔ دو لڑکیاں ڈری ہوئی تھیں جبکہ تیسری ان کو تسلی دیتی تھی کہ ماں کو نہیں بتایا اچھا کیا ہے ابھی گئے ایک آدھ گھنٹے میں واپس آ جائیں گے۔ پر جی ہمیں پتا ہوتا ہے ایسے کیسوں میں واپسی ہوتی نہیں ہے۔

رکشے والے کو پولیس نے اپنے ساتھ بٹھا لیا تھا۔

ثمینہ بی کے میاں بھی بے دلی سے چلتے ہوئے وین میں بیٹھ گئے تھے اور محلے کے بہت سے لوگوں کی باتوں اور تبصروں اور خوف ناک اندازوں کی زد پہ ایک اکیلی ثمینہ بی تھی جس کے کانوں میں کچھ جملے بار بار پڑ رہے تھے۔ رحمتے شکل سے تو نہیں کام سے پوری بردہ فروش نکلی۔ جانے کس کس کے گھر اجاڑے ہوں گے۔ دو جوان لڑکیاں اچک کر یوں لے گئی جیسے چیل چوزے لے جاتی ہے۔

ثمینہ بی نے وہاں سے اپنے گھر تک کا فاصلہ کتنی صدیوں میں طے کیا تھا وہ قدم کہیں رکھتیں تھی اور پڑتا کہیں اور تھا۔ وہ جان سکتی تھی کہ ساری بھاگ دوڑ کے باوجود اس کی بیٹی اور بہو کی سلامت اور محفوظ واپسی کا نہ امکان تھا نہ کوئی امید۔ کوئی یوں بھی دیکھتے دیکھتے جوان اولاد سے کب محروم ہوا ہوگا۔ اسے اپنا بیٹا یاد آ رہا تھا جانے بیچارہ کہاں کہاں گاڑی دوڑاتا اور پیسے کماتا پھر رہا ہوگا۔ مگر جن کے لاڈ اٹھانے کو اس کی ساری بھاگ دوڑ تھی وہ تو ہاتھ سے یوں نکل گئی تھیں جیسے بچے کے ہاتھ سے بے دھیانی سے گیس بھرا غبارہ نکل جائے۔

اندر سٹور سے مرغی کی کڑکڑ کی تیز آواز آ رہی ہے آج اس کے انڈوں سے بچے نکلنے کا دن تھا۔ ہر بچے پہ وہ اکیلی خوشی منا رہی ورنہ پہلے تو ثمینہ بی ہمیشہ ہر انڈے کے ٹوٹنے اور بچہ نکلنے پہ موقع کے گواہ کے طور پر موجود ہوتی تھی۔ کالو نے زور زور سے کڑکڑ کی تو ثمینہ بی جان گئیں کہ وہ اسی کو بلا رہی ہے انہیں امید تھی اس بار سارے انڈوں سے سارے بچے نکل آئیں گے مگر وہ کالو کے پاس کیسے جاتیں کیسے اس کی خوشی بڑھاتیں اور اسے کیسے رو رو کر بتاتیں کہ کالو بے خبری میں میرے تو اپنے انڈے خراب نکل آئے ہیں۔

طیب نے تین چار بار ماں ماں پکارا تھا اس کی آنکھیں توجہ اور جواب کیلئے مچل رہی تھیں اسے جواب کی بجائے ثمینہ بی کے آنسو مل رہے تھے جو یوں گر رہے تھے جیسے کسی پھٹی جھونپڑی سے بارش کا پانی گرتا ہے۔

طیب بٹر بٹر بوڑھی دادی اور اس کے آنسوؤں کو دیکھ رہا تھا اور نہیں جانتا تھا کہ اس برساتی نالے میں اتنا پانی کہاں سے آ رہا ہے۔

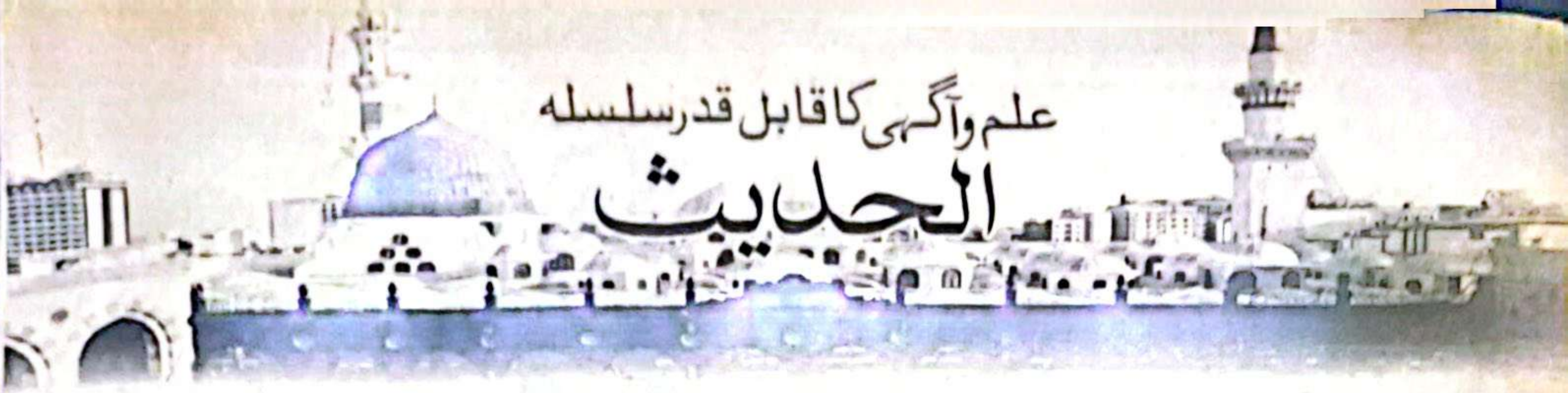

اے اللہ میں حاضر ہوں

نسیم اختر شیخ

"یقیناً پہلا گھر جو لوگوں کیلئے مقرر کیا گیا وہی تھا جو مکہ میں تعمیر ہوا۔ برکت والا گھر اور سارے جہان کیلئے مرکز ہدایت۔ اس میں اللہ کی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں' مقام ابراہیمؑ ہے او جو اس میں داخل ہو جاتا ہے اس کو امن مل جاتا ہے"۔ (آل عمران 96-97)

حج کے معنی عربی زبان میں زیارت' یا کسی باعظمت چیز کی طرف جانے کا قصد کرنا ہے۔ اصطلاح شریعت میں کعبۃ اللہ کا طواف اور مقام عرفات میں قیام' انہی خاص طریقوں سے اور اسی خاص دنوں میں جو شریعت میں منقول ہے' حج کہلاتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے اور حضرت اسماعیلؑ نے اللہ کی عبادت کیلئے ایک گھر تعمیر کیا جو ساری دنیا میں کعبۃ اللہ یا مسجد حرام کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس گھر کا انتخاب اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود فرمایا تھا اور خود ہی اس جگہ کی نشاندہی کی اور اسی جگہ اپنا گھر بنانے کا حکم دیا۔

حج میں ایک خاص بات ایسی ہے جو دوسری عبادتوں میں نہیں ہے۔ دوسری عبادات کے افعال میں کچھ عقلی مصلحتیں بھی سمجھ میں آتی ہیں مگر حج کے مناسک میں بالکل عاشقانہ شان ہے۔ چنانچہ حج وہی کرے گا جس کا عشق عقل پر غالب ہوگا۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیت اللہ کے گرد پھرنا اور صفا مروہ کے درمیان پھیرے کرنا اور کنکریاں مارنا یہ سب اللہ تعالیٰ کی یاد کے قائم کرنے کیلئے مقرر کیا گیا ہے۔ گویا ظاہری طور پر تعجب کیا جاسکتا ہے کہ اس گھومنے' دوڑنے اور کنکریاں مارنے میں عقلی مصلحت کیا ہے مگر ہمیں مصلحت تلاش نہیں کرنی چاہئے اور عقلی دلائل بھی تلاش نہیں کرنے چاہئیں بلکہ صرف یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے اور اس کے کرنے سے خدا کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ محبت کا امتحان ہوتا ہے کہ جو بات عقل میں بھی نہیں آئی' حکم سمجھ کر اس کو بھی مان لیا' محبوب کے گھر پر قربان ہونا اور اس کے کوچے میں دوڑے دوڑے پھرنا کھلم کھلا عاشقانہ حرکات ہیں۔

زید بن اسلمؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ طواف کے دوران شانے ہلاتے ہوئے دوڑنا اور شانوں کو چادر سے باہر نکال لینا کس وجہ سے ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ کفار کو قوت دکھانے کیلئے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مکہ میں اسلام کو قوت دیدی تھی' کفر کو اور کفر والوں کو مٹا دیا تھا مگر حضرت عمرؓ فرماتے کہ ہم اس عمل کو نہیں چھوڑیں گے کہ جس کو ہم رسول اللہ ﷺ کے اتباع اور حکم سے کرتے تھے کیونکہ خود رسول اللہ ﷺ نے اس کو (عمل) کیا۔ آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اس عمل کو دہرایا جبکہ مکہ میں ایک بھی کافر نہ تھا۔ اگر حج میں عاشقی کا رنگ غالب نہ ہوتا تو جب عقلی ضرورت ختم ہوگئی تھی یہ عمل بھی موقوف کر دیا جاتا۔

حجر اسود

عابس بن ربیعہؓ سے روایت ہے' حضرت عمرؓ حجر اسود کی طرف آئے اور اس کو بوسہ دیا اور فرمایا میں جانتا ہوں تو پتھر ہے نہ کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان اور اگر میں رسول اللہ کو نہ دیکھتا کہ تجھ کو بوسہ دیتے تھے تو میں بھی تجھ کو بوسہ نہ دیتا۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجر اسود کی طرف رخ کیا اور پھر اپنے دونوں لب مبارک ایسی حالت میں رکھے کہ بڑی دیر تک روتے رہے۔ پھر جو نگاہ پھیری تو دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت عمرؓ بھی رو رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اے عمرؓ اس مقام پر آنسو بہائے جاتے ہیں۔

میدان عرفات

حضرت جابرؓ سے روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے ایک طویل حدیث میں فرمایا جب عرفہ کا دن ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ فرشتوں سے' ان لوگوں پر فخر کے ساتھ' فرماتا ہے کہ میرے بندوں کو دیکھو میرے پاس دور دراز راستے سے اس حالت میں آئے ہیں کہ پریشان بال ہیں اور غبار آلود بدن ہے اور دھوپ میں چل رہے ہیں۔ میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا۔

اس ماہ کے انعامی سوالات

1۔ حج کے لغوی اور شرعی معنی بیان کیجئے۔

2۔ حج کے فرض ہونے کی شرائط کیا ہیں؟

3۔ حج کے فرائض بیان کیجئے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ہجرت کے وقت مکہ معظمہ کو خطاب کر کے فرمایا تو کیسا کچھ ستھرا شہر ہے اور میرا کیسا کچھ محبوب ہے اور اگر میری قوم مجھ کو تجھ سے جدا نہ کرتی تو میں اور جگہ جا کر نہ رہتا۔

حج نہ کرنے کی وعید

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو کوئی ظاہری مجبوری نہ ہو' یا ظالم بادشاہ رکاوٹ نہ ہو' یا کوئی معذور کر دینے والی بیماری حج سے روک دینے والی نہ ہو اور پھر وہ بغیر حج کئے مر جائے' اس کو اختیار ہے خواہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔

فضائل حج

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں' اگر وہ دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کرتا ہے اور اگر وہ اس سے مغفرت چاہتے ہیں وہ ان کی مغفرت کرتا ہے۔

حج کے دوران مدینے کا سفر

حج کے متعلق ایک اور بھی عمل ہے اور وہ ہے نبیؐ کے شہر مدینہ میں روضہ رسول کی حاضری۔ جس طرح حج میں عشق الٰہی کی شان ہے اسی طرح عشق رسول کی بھی شان ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے جو شخص حج کر کے' میری وفات کے بعد' میری قبر کی زیارت کرے' وہ ایسا ہے جیسے میری حیات میں میری زیارت کرے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک روایت ہے' اے اللہ تجھ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کیلئے دعا کی ہے اور میں تجھ سے مدینے کیلئے دعا کرتا ہوں۔ وہ بھی اور اتنی ہی اور بھی۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ مدینہ کو ہمارا محبوب بنا دے جیسے ہم مکہ سے محبت کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ یحییٰ بن سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روئے زمین میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں مجھ کو اپنی قبر ہونا مدینہ سے زیادہ پسند ہو۔ یہ بات تین بار فرمائی۔

حقیقی حج

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ حاجی کون ہے (یعنی حج کرنے والے میں کیا خوبی ہونی چاہئے)

آپؐ نے فرمایا" وہ جس کے بال پراگندہ ہوں اور جو میلے کچیلے کپڑے پہنے رہے۔

اس نے پوچھا حج کے افعال میں کونسا فعل ثواب کے لحاظ سے بڑھا ہوا ہے؟

آپؐ نے فرمایا" بلند آواز سے لبیک والی دعا پڑھنا اور قربانی کرنا"

اس نے پوچھا" السبیل سے کیا مراد ہے؟"

آپ نے فرمایا" سواری اور راستے کا خرچ مراد ہے"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ محبوب کے گھر کی زیارت کو جائیں انہیں ہر وقت غسل کرنے اور کھانے پینے میں دلچسپی نہیں لینی چاہئے' انہیں جو وقت ملے اپنے محبوب کے ذکر و مناجات میں' دعا اور استغفار میں اور گریہ وزاری میں صرف کرنا چاہئے۔ آخری سوال اس نے یہ کیا کہ قرآن مجید میں حج والی آیت (آل عمران 47) سبیل کی استطاعت رکھنے سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے بتایا کہ اللہ کے گھر تک پہنچنے کے لئے سواری اور راستے کا خرچ ہونا چاہئے۔

حج کے فرض ہونے کی شرائط

1۔ مسلمان ہونا 2۔ آزاد ہونا 3۔ عاقل و بالغ ہونا 4۔ صحتمند اور تندرست ہونا 5۔ اس قدر مال ہونا کہ اپنے لئے اور پیچھے میں رہ جانے والوں کیلئے کافی ہو 6۔ راستے میں امن ہونا

حج کے فرائض

1۔ احرام 2۔ وقوف عرفات 3۔ طواف زیارت 4۔ مذکورہ بالا فرائض میں ترتیب کا لحاظ رکھنا 5۔ ہر فرض کو اس مکان مخصوص میں ادا کرنا جو شریعت کہتی ہے

حج کے واجبات

1۔ وقوف مزدلفہ 2۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی 3۔ رمی جمار 4۔ آفاقی یعنی غیر ملکی کیلئے طواف قورم 5۔ حلق یا تقصیر یعنی بال منڈوانا یا کتروانا 6۔ ہر وہ چیز جس کے ترک کرنے پر دم یعنی جانور ذبح کرنا واجب ہو جاتا ہے

تعاون

تفسیر واحادیث کے علاوہ ادبی، سماجی اور سیاسی موضوعات پر بہترین کتابوں کے ناشر

مکتبہ تعمیر انسانیت۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون: 7237500

KIDCO
شیر خوار بچوں کیلئے
کِڈکو
چوسنی
کا نیا تحفہ
0 تا 6
ماہ تک کی عمر کے بچوں کے لئے
اب پیش ہے چھوٹے نپل والی چوسنی
دیدہ زیب رنگوں میں دستیاب
پاکستان کی پہلی خاص آرتھوڈونٹک شیپ والی چوسنی
جرمنی سے درآمد شدہ فوڈ گریڈ اجزاء سے تیار کردہ۔
نپل سو فیصد خالص سلیکون ربڑ سے بنا ہوا
اعتماد کی بات، صرف کِڈکو کے ساتھ
KIDCO BABY SOOTHER
0 To 6 Months
Maxsell 10-02

سلکی کولڈ کریم سے چہرہ سلکی سلکی
Silkee
COLD CREAM
Silkee
COLD CREAM
سلکی
کولڈ کریم
واحد کولڈ کریم
جو عرقِ گلاب سے بنتی ہے
عرق گلاب سے نئی لطافت نیا حسن